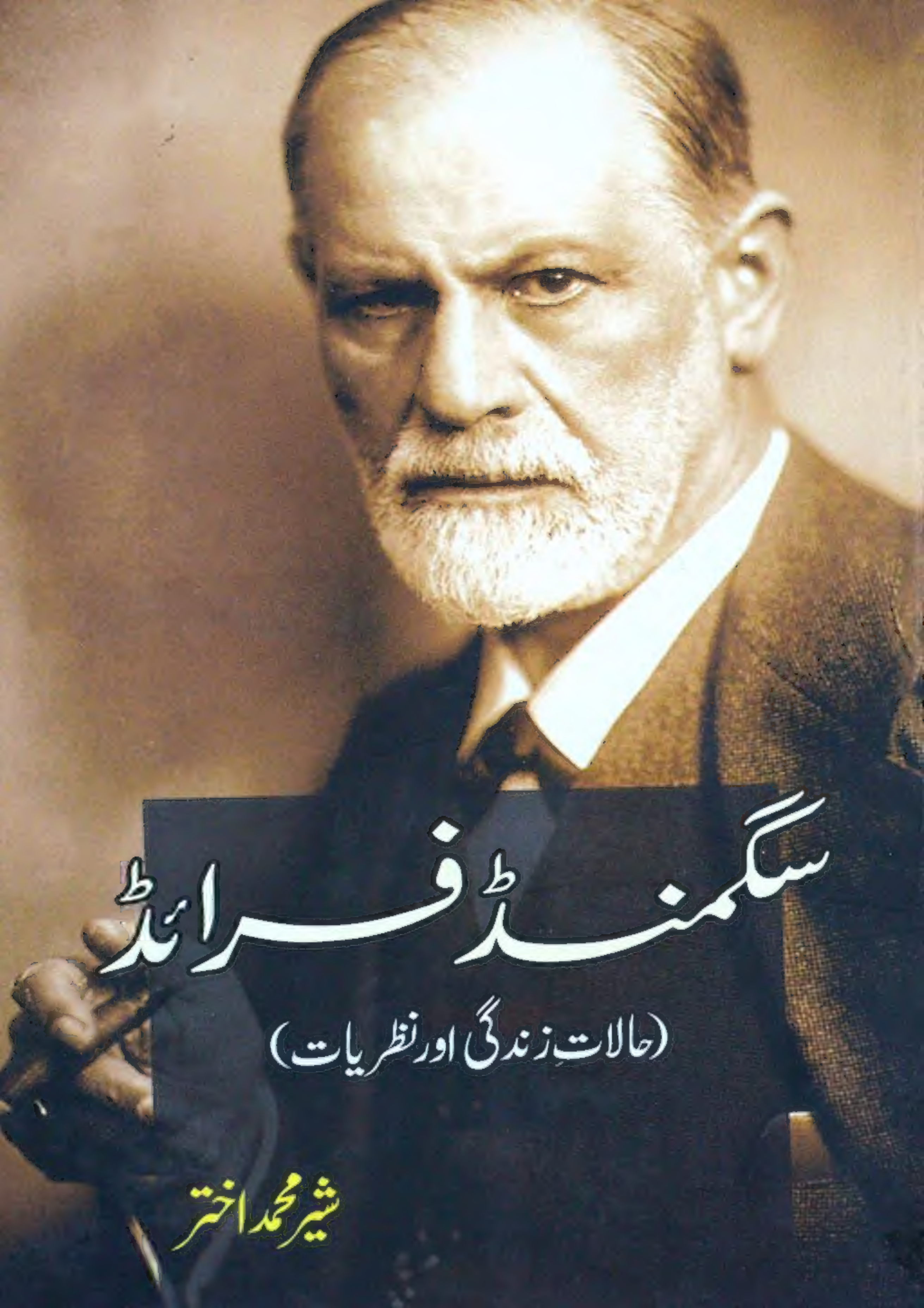
سگمنڈ فرائڈ
(حالاتِ زندگی اور نظریات)
شیر محمد اختر

فہرست

○ حالاتِ زندگی

۱	13
۲	16
۳	25
۴	34
۵	44
۶	53
۷	58
۸	65
۹	71

○ نظریات

☆ پس منظر	77
☆ ذہنی زندگی	
لاشعور	85
☆ دباؤ(Repression)	94
☆ زبان اور قلم کی لغزشیں	99
☆ جنس	104
☆ خواب	113
☆ ایک جائزہ	130

حالاتِ زندگی

6 مئی 1856ء کو ایک ادنیٰ متوسط درجے کے یہودی گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ اس کا نام سگمنڈ فرائڈ رکھا گیا۔ وہ عام بچوں کی طرح بڑھا، جوان ہوا، اس پر بڑھاپا آیا اور بالآخر 1939ء میں تراسی برس کی عمر پا کر فوت ہو گیا۔ پیدائش آغاز ہے اور موت انجام...... یہ زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔

آدمی پیدا ہوتے ہیں، زندگی بسر کرتے اور مر جاتے ہیں۔ کروڑوں ایسے حادثات ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی کسی غیر معروف جگہ میں ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور جوان ہو کر دنیا میں تہلکہ مچا دیتا ہے۔ وہ ایک بے پناہ قوت ہوتی ہے۔ جو سارے زمانے کو اپنے ساتھ بہالے جاتی ہے۔ ایسے لوگ جینیئس (Genius) کہلاتے ہیں۔ ان کی پیدائش زمانے کا بہت بڑا معجزہ ہوتا ہے۔

فرائڈ نے دنیا میں اتنا بڑا ذہنی انقلاب پیدا کیا ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی اس کا شدید ترین مخالف میکڈوگل اس انقلاب کا یوں اعتراف کرتا ہے:

''ارسطو کے وقت سے لے کر آج تک کسی نے انسانی فطرت کو اس خوبی سے نہیں سمجھا جیسے فرائڈ نے۔''

فرائڈ انسانیت کا محسن ہے۔ وہ ایک انسان ہے اور ہم اسی زاویہ نگاہ سے اس کی زندگی کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ہیرو کی ذات کے گرد بڑائی، اچھائی اور معصومیت کے پردے اتنے دبیز ہوتے ہیں کہ ان کے پیچھے اس کی ذات چھپ جاتی ہے۔ ''ہیرو فوق البشر ہوتا اور فرشتے اسے سجدہ کرتے ہیں'' فرائڈ نے اپنے تئیں ہیرو نہیں بننے دیا۔ بلکہ وہ توان توہمات سے نجات دلاتا ہے جو ہیرو کو انسان نہیں رہنے دیتے۔ وہ اپنی بات منوانے کے لئے کسی ''الہامی'' حکم کا سہارا نہیں ڈھونڈتا، بلکہ نہایت دیانت داری اور بیدردی سے خود اپنی ذات کو ''عمل جراحی'' کے لئے پیش کرتا

ہے۔ وہ دیوتا بننے کا آرزومند نہیں۔ وہ تو بت شکن ہے۔ اس کا ہر نظریہ انسانی اقدار کو بدلتا ہے۔ ہماری زندگی میں واہمے بہت حسین ہوتے ہیں۔ لوگ ان کے حسن میں ایسے کھو جاتے ہیں کہ انہیں اپنا بھی ہوش نہیں رہتا۔ فرائڈ نے انسانی ذہن کو ان واہموں سے نکالا۔ اور وہ سارے پردے جو ان کی وجہ سے ذہن پر پڑے تھے، ہٹا دیئے۔

فرائڈ میں ایک پُر اسرار جبلت کارفرما نظر آتی ہے۔ وہ نعمت ہے جو فطرت نے اسے عطا کی۔ وہ جس موضوع کو پیش کرنا چاہتا ہے۔ اس کا اثر اذہان پر نہایت کامیابی سے ہوتا ہے وہ جب ''وجدانی دور بینی'' سے مریضوں کے حالات لکھتا ہے۔ تو ان کی ذہنی الجھنیں اور کشمکش مرض کی حدود سے نکل کر جیتے جاگتے کردار بن جاتے ہیں۔ الفاظ میں سے ان کے چہروں کے نقوش اجاگر ہوتے ہیں۔ جذبات کا اظہار اتنا نمایاں ہوتا ہے کہ وہ چہرے ہمیں مانوس معلوم ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کی عادات اوضاع واطوار سے دلچسپی ہونے لگتی ہے ان کی مسرتیں اور دکھ، محبت اور نفرت اتنا فطری ہے کہ ہم فرائڈ کو ایک باکمال اور بلند پایہ فن کار سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

فن کار اور سائنسدان کا یہ امتزاج کوئی حیران کرنے والی بات نہیں۔ فن کار اپنے کرداروں کی تخلیق کرتا ہے اور سائنسدان (تجزیہ کار) تجزیے کے ذریعے اس تخلیق میں سے ایک اور تخلیق کرتا ہے جو فنکار کی تخلیق کا پرتو ہوتی ہے اور دونوں کا اصل ایک ہی ہے۔

فرائڈ کے نظریات کا مطالعہ سائنٹیفک زاویہ نگاہ سے ہونا چاہئے۔ یہ نظریات بہت انقلابی ہیں۔ اس لئے تحمل فکر، کشادہ دلی اور وسعتِ نظر کی ضرورت ہے۔

ا

1931ء کا واقعہ ہے کہ فریبرگ (زیکوسلوویکیا) کے قصبے میں وہاں کے باشندوں نے ایک مکان کو یوں عزت افزائی کی کہ اُس کے باہر ایک تختی نصب کردی۔ یہ مکان اب اک یادگار بن گیا ہے اور لوگ اُسے دیکھنے آتے ہیں۔ یہ وہ گھر ہے۔ جہاں سگمنڈ فرائڈ پیدا ہوا تھا۔

کہتے ہیں کہ شاعر جوانی میں مرجاتے ہیں اور پیغمبروں پر اُن کے وطن میں کوئی ایمان نہیں لاتا۔ لیکن فرائڈ اِس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ بالآخر اُس کے وطن میں اُس کی اتنی قدر تو کی گئی۔

سگمنڈ فرائڈ کا باپ یعقوب فرائڈ اُون کا سوداگر تھا۔ چالیس برس کی عمر میں اُس نے دوسری شادی کی۔ اُس کی دوسری بیوی بیس برس سے بھی کم عمر کی تھی۔ شادی کے ایک سال بعد سگمنڈ پیدا ہوا۔ اُس کی ماں ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ جس میں علم وادب کا کافی چرچا تھا۔ سگمنڈ پیدا ہوتو گاؤں کی ایک بوڑھی عورت نے اُسے دیکھ کر پیش گوئی کہ ''یہ بچہ بہت بڑا آدمی ہوگا۔'' چنانچہ اس پیش گوئی کو اُس کے بچپن میں کافی اہمیت دی جاتی رہی ہے۔ خود فرائڈ نے اُسے سنا۔ لیکن بڑے ہوکر اُس نے اُس کے متعلق لکھا۔ کہ ''ایسی پیش گوئیاں بکثرت کرنی چاہیں۔ کیوں کہ بہت سی ماؤں کا دل اپنے بچوں کے متعلق ایسی تمناؤں سے بھرپور ہوتا ہے۔ اور گاؤں کی بوڑھی عورتیں اپنی نگاہیں مستقبل پر لگا لیتی ہیں۔ پھر کون چاہتا ہے کہ اُس کی پیش گوئی پوری نہ ہو۔''

فرائڈ ایک پیارا بچہ تھا۔ اس کے سر کے بال گھنے اور سیاہ تھے اور اِسی لئے ماں پیار سے اُسے ننھا مور[1] کہا کرتی۔

پہلی بیوی کے بطن سے یعقوب کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے۔ بڑے کا نام عمانوئل تھا۔ جب سگمنڈ پیدا ہوا۔ عمانوئل کی عمر بیس برس کے قریب تھی اور وہ ایک بیٹی اور ایک بیٹے کا باپ تھا۔

1. (Moor) مور: مخلوط بربری اور عربی نسل کے باشندے جو افریقہ کے شمال مغرب میں رہتے ہیں۔

سگمنڈ کا بھتیجا اُس سے ایک سال بڑا تھا۔ یہ سارا کنبہ ایک ہی گھر میں رہتا تھا۔ سگمنڈ اپنی ماں کا سب سے بڑا لڑکا تھا۔ لیکن خاندان میں سب سے چھوٹا تھا۔ عمر کے لحاظ سے اُس کا باپ اُس کے دادا کے برابر تھا۔ سگمنڈ کی ماں سوتیلا بھائی عمانوئل اور بھابی (عمانوئل کی بیوی) تینوں ہم عمر تھے۔

سگمنڈ بچپن میں اپنے بھتیجے سے خوب گھل مل کر رہا کیا کبھی کبھار دونوں میں جھگڑا بھی ہو جاتا۔ ایک بار جب اُس کے باپ نے دریافت کیا کہ تم نے کیوں اپنے بھتیجے کو مارا ہے۔ تو سگمنڈ نے بڑی بے باکی سے جواب دیا۔ ''اُس نے مجھے مارا تھا۔ میں نے اُسے مارا ہے۔''

سگمنڈ کا بچپن شرارتوں سے خالی نہیں تھا۔ ایک بار منع کرنے کے باوجود وہ کوئی چیز اُونچی جگہ سے اُتار رہا تھا کہ گر گیا اور اُس کے نچلا جبڑا زخمی ہو گیا۔ زخم اتنا گہرا تھا کہ اُس کا نشان باقی رہ گیا۔ وہ اڑھائی برس کا تھا کہ اُن کے ہاں اُس کی بہن پیدا ہوئی اُسے دیکھ کر اُس نے حسد کا اظہار کیا۔ ابھی وہ بچہ ہی تھا کہ ایک بار تجسس کی تسکین کے لئے والدین کے سونے کے کمرے میں گھس گیا اور باپ کو اُسے باہر نکالنا پڑا۔

سگمنڈ ابھی چار برس کا تھا کہ اُس کا باپ ہجرت کر کے وی آنا آ گیا اور وہاں اپنا کاروبار شروع کیا۔ وہ متوسط درجے سے تعلق رکھتا تھا۔ اپنی تعلیم کے متعلق فرائڈ اپنی ''خودنوشت سوانح حیات'' میں لکھتا ہے۔

''میں ابھی چار برس کا بچہ ہی تھا۔ جب ہم لوگ وی آنا آ گئے اور میں نے اپنی تعلیم یہیں مکمل کی۔ ہائی سکول میں سات برس تک میں جماعت میں اول آتا رہا۔ اس کی وجہ سے مجھے یہ رعایت دی گئی کہ سالانہ امتحان لئے بغیر مجھے اگلے درجے میں چڑھا دیا جاتا۔ اگرچہ ہمارے گھریلو حالات کوئی اچھے نہ تھے۔ لیکن میرے والد کو اصرار تھا کہ میں اپنے رجحان کے مطابق پیشہ اختیار کروں۔ میں نے معالج بننا پسند کیا۔ حالانکہ مجھے نہ شروع میں اور نہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس فن سے دلچسپی تھی۔ یہ محض تجسس تھا جو مجھے اس سمت میں لے گیا۔ مجھے قدرتی مناظر سے زیادہ انسان کے اعمال سے لگاؤ رہا ہے۔ لڑکپن میں انجیل کی ایک کہانی میں نے پڑھی تھی جس کی وجہ سے مجھے ڈاکٹری کا شوق ہوا۔

سکول میں میرا ایک دوست تھا۔ وہ مجھ سے اگلی جماعت میں پڑھتا تھا اور میں اُس سے بہت متاثر ہوا کرتا۔ بڑا ہو کر وہ سیاست دان بنا۔ میں نے بھی قانون پڑھنے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ

سیاسیات میں حصہ لوں۔ اُسی زمانہ میں ڈارون کے نظریات کا بہت شہرہ تھا۔ میں بھی اُن میں دلچسپی لینے لگا۔ دنیا کو سمجھنے کے لئے یہ نظریات غیر معمولی طور پر اُمید افزا تھے۔ میں سکول چھوڑنے والا تھا کہ ایک دن ہمارے پروفیسر نے گوئٹے کا ایک مضمون "فطرت" پڑھ کر ہمیں سنایا اور اُس کا اثر یہ ہوا کہ میں نے ڈاکٹری کی طرف رجوع کیا۔

1871ء میں جب میں یونیورسٹی میں داخل ہوا۔ تو مجھے بہت سی مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑا میں چونکہ یہودی نژاد تھا۔ اِس لئے مجھ سے توقع کی جاتی تھی کہ میں اپنے آپ کو کمتر جانوں۔ میں نے کبھی یہ گوارا نہ کیا۔ اور نہ یہ بات کبھی میری سمجھ میں آئی کہ مجھے اپنے یہودی ہونے پر شرمانا چاہیے۔۔۔۔ یونیورسٹی میں داخل ہونے کے بعد جو تاثرات میں نے لئے وہ اتنے اہم تھے کہ میری زندگی پر اُن کے اثرات باقی رہ گئے۔ زندگی کے ابتدائی ایام میں مجھے مخالفت سے دوچار ہونا پڑا اور میں جان گیا کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اور اکثریت کے سامنے فرد کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔ چنانچہ ان حوادث نے میری شخصیت میں آزادی فیصلہ کا جوہر پیدا کرنے میں کافی مدد دی۔

یہ امر واقعہ ہے کہ فرائڈ یہودی نژاد نہ ہوتا تو اُس کے شہرت یقیناً کئی گنا زیادہ ہوتی اور اُس کے نظریات کو قبولیت حاصل کرنے میں اتنی دیر نہ لگتی۔

۲

جب ہم فرائڈ کے زمانے کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں وی آ ئنا کی سوسائٹی میں عام طور پر ریا کاری اور کافی حد تک منافقت نظر آتی ہے۔ اِس کا سبب کچھ تو زمانے کے عام حالت تھی اور کچھ ان حالات کا نتیجہ جو وی آ ئنا اور آسٹریا کی سرزمین سے خاص تھے۔ اِس زمانے میں اگر چہ کھلے بندوں جنس کے متعلق بات چیت کرنا معیوب خیال جاتا تھا۔ لیکن نوجوان تاریک گوشوں میں چھپ کر ممنوع لٹریچر خوب پڑھا کرتے۔ عریاں ادب کی کتابیں عام تھیں اور انہیں بچے تک لے کر پڑھتے تھے۔ کئی ادیب جو آج اپنے ادبی معیار کی وجہ سے نامور گنے جاتے ہیں اور جن میں فرانسیسی ناول نگار ایمل زولا سب سے زیادہ مقبول ہے۔ اُس زمانہ میں اُن کی کتابیں زہریلی سمجھی جاتی تھیں اور نوجوان عورتوں کو اُن کے پڑھنے سے باز رکھا جاتا تھا۔ اِس طرح ان کتابوں کی جاذبیت اور بڑھ جاتی اور وہ زیادہ مقبول ہوتیں۔

اُسی زمانے کی ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ متوسط طبقے کے ذہنوں پر اشتراکی ادب تسلط جما رہا تھا۔ اسی زمانے میں جرمن سوشل ڈیلو کریٹک پارٹی کے لیڈر ببیل (Bebel) نے ایک کتاب شائع کی جس میں ''عورت کے حقوق'' پر بحث کی گئی تھی۔ اِس کتاب میں طوائفیت کے مسئلے پر کھلے الفاظ میں بحث کی گئی تھی اور بتایا گیا تھا کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کتاب کافی مقبول ہوئی اور اس سے رجعت پسند حلقوں میں ایک ہلچل مچ گئی۔ کیوں کہ ممنوع مسائل پر اس بے باکی سے تنقید کرنے کی یہ پہلی کوشش تھی۔

اُس وقت وی آ ئنا کی سوسائٹی میں دو رخی پائی جاتی تھی۔ اُس وقت کا ذہن خلوص سے بڑی حد تک عاری تھا۔ جہاں تک سیاسی اور سماجی پس منظر کا تعلق ہے یہ رجحان عام تھا۔ کہ جب حالات ناموافق ہوں تو رخ پھیر لیا جائے اُس وقت آسٹریا میں آئینی بادشاہت اپنی ظاہری شان وشوکت

کے ساتھ قائم تھی۔ آزادی کا دستور موجود تھا۔ پارلیمان کے دو ایوان تھے اور ذمہ دار وزراء کی کابینہ بھی۔ خود مختار عدالتیں تھیں اور حکومت کی پوری مشینری بھی۔ لیکن اِس کے باوجود داخلی طور پر یہ سارے ادارے بے جان تھے ان کو ذرا بھر اختیار حاصل نہ تھا حکومت کا سارا اختیار آسٹریا کے ''اَسّی خاندانوں'' کے ہاتھوں میں تھا۔ یہ امراء کی ایک ایسی زبردست جماعت تھی کہ کوئی اِس کی مخالفت کا خیال دل میں لاتا۔ تو یہ اُس نکال باہر کرتے۔ انہوں نے آپس میں رشتے ناطے کر لئے تھے اور ''اَسّی خاندان'' ایک کنبہ بن گئے تھے۔ بادشاہ بوڑھا تھا اور دربار کے آداب اِس قدر سخت تھے کہ وہاں تک رسائی مشکل تھی۔ راعی اپنی رعایا سے بالکل کٹ گیا تھا۔ اُس کے گرد جس قدر امراء اور درباری تھے۔ سب کے سب انہیں ''خاندانوں'' کے افراد تھے۔ حکومت کے ہر شعبے پر انہی کا تسلط تھا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ اُن کے سامنے چوں و چرا کر پائے۔ ملک کی جس قدر زرخیز زمین تھی اُس پر ان لوگوں کا قبضہ ہوتا گیا۔ جنگلات، سبزہ زار، چراگاہیں، مال و مویشی سب ان کی ملکیت تھے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ ملک بھر کے کسانوں کے بھی مالک تھے۔ حکومت کرنا وہ اپنا پیدائشی حق سمجھتے تھے اور حکومت کا نشہ اُن کے رگ و پے میں اس حد تک سرایت کر گیا تھا کہ انہوں نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت ہی گوارا نہ کی تھی کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی بھی ہے جس کے حصول کے لئے جدوجہد کرنے کی ضرورت ہوسکتی ہے۔ جاہ و حشمت انہیں ورثے میں ملتی تھی اور وہ اپنی خاندانی روَایات پر پوری طرح قائم رہتے تھے۔ انفرادی طور پر اُن میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جن کی ذات قابل قدر اور شخصیت جاذب نظر تھی۔ کچھ لوگ ذہین بھی تھے لیکن مجموعی طور پر اُن کا تاثر عوام کی زندگی پر اچھا نہیں تھا۔

یہاں ایک لطیفہ قابل ذکر ہے۔ وی آئنا یونیورسٹی کے شعبہ تعلیم کا ایک پروفیسر ذرا بے باک واقع ہوا تھا۔ مقابلے کے امتحان میں جہاں وہ ممتحن تھا۔ ایک نوعمر لڑکا اس کے سامنے پیش ہوا۔ یہ ''اَسّی خاندانوں'' والے کنبے کا ایک فرد تھا۔ لڑکا بالکل کورا تھا اور کسی سوال کا تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ پروفیسر نے تمسخر کے طور پر اُسے مخاطب کر کے کہا۔ ''نواب زادہ صاحب! یہ تو میری طاقت سے باہر ہے کہ میں آپ کو گورنر کے عہدہ پر متمکن نہ ہونے دوں۔ اُتنا ضرور کر سکوں گا کہ یہ فیصلہ ایک سال کے لئے ملتوی ہو جائے۔''

اس دور میں زندگی کے ہر شعبے میں ایک ابہام تھا۔ ظاہر طور پر سیاسی جماعتیں موجود تھیں۔

انتخاب لڑے جاتے تھے۔ پارلیمنٹری مباحثے ہوتے تھے قانون پاس کیے جاتے تھے اور ان کی تعمیل کے لئے دفاتر بھی موجود تھے اور بظاہر یہی ہوتا تھا کہ ملک میں جمہوریت کے اصولوں پر حکومت کا نظام چل رہا ہے لیکن یہ محض دکھاوا اور دھوکہ تھا۔ جس سے بیرونی دنیا کو مغالطہ دیا جاتا اس زمانے میں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے لئے ضروری تھا۔ کہ ''اوپر کے طبقے'' کی سفارش ہو۔ اگر کوئی براہ راست ان تک نہ پہنچ سکتا۔ تو اسے ایسے لوگوں کی تلاش ہوتی۔ جن کو اس طبقے نے اختیار دے رکھے تھے۔ اگر کوئی یہ چاہتا کہ قانون کی حدود کے اندر رہ کر اپنا مقصود حاصل کر لے۔ تو یہ ناممکن تھا۔ مطلب براری کے لئے ایسے ذرائع اختیار کرنا لازمی تھا۔ عوام کو مطمئن کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے جو اعلانات کیے جاتے۔ ان کا تعلق اصل فیصلے سے کم ہوتا تھا۔ قول و فعل میں کافی تضاد تھا۔

متوسط طبقے کے لوگ اشرافیہ کے نقش قدم پر چلنا باعث افتخار سمجھتے تھے۔ اس نقالی میں ذرا ذرا سی بات تک کا دھیان رکھا جاتا۔ یہودیوں کا امیر طبقہ بھی کافی آگے بڑھ آیا تھا۔ ان کا مذہب اب ان کی راہ میں رکاوٹ نہ رہا تھا۔ بلکہ دولت کی فراوانی ان کے آگے لانے میں مدد دے رہی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ امیر یہودی اور غریب یہودی میں فرق ہونے لگا۔ برسر اقتدار طبقے کا طرز زندگی بہت دلفریب اور مرعوب کن ہوتا تھا۔ اور اس کا اثر بہت گہرا...... اس زمانے میں ''امارت'' کا لفظ ہر قسم کی وضع داری امیرانہ ٹھاٹھ جاذبیت اور مرعوب کرنے کی بلند ترین تعریف کے مترادف تھا۔ متوسط طبقے کے لوگ لباس اور اوضاع و اطوار کے اظہار میں کوشش کرتے کہ انہیں اشرافیہ میں سے سمجھا جائے۔ یہ حسین دھوکا دینے کے لئے معقول ٹپ[1] دی جاتی۔ اور دل کھول کر روپیہ پیسہ خرچ کیا جاتا۔ حالانکہ ان میں سے اکثر لوگ ایسے تھے جن کی گھریلو زندگی بالکل معمولی تھی۔ وی آئنا بھر میں ٹپ لینے اور دینے کا اتنا رواج تھا کہ جب کوئی کسی کے ہاں جاتا تو دروازہ کھولنے والا خادم بھی ٹپ کا طالب ہوتا۔ ایک طنز نگار نے لکھا ہے کہ ''حشر کے دن وی آئنا کے لوگ سب سے پہلی چیز جو دیکھیں گے وہ ایک ہاتھ ہوگا جس نے ان کا تابوت کھولا ہوگا۔ اور وہ ہاتھ ٹپ کے لئے پھیلا ہوگا۔''

ٹپ کرنا جاگیردارانہ نظام کا ایک ممتاز پہلو تھا۔ جو شخص ''امارت'' سے تعلق رکھتا۔ اس کی اس

1۔ Tip وہ انعام جو ہوٹل کے بیروں کو دیا جاتا ہے۔

رسم سے روگردانی تحقیر کا باعث تھی اور اپنی ذلت وتحقیر کون برداشت کرسکتا ہے۔ اس لئے کبھی ایسا موقع ہی نہ آنے دیا جاتا تھا۔

جب کوئی شخص کسی اچھے ریستوران میں کھانا کھاتا۔ تو اسے چار مختلف شخصوں کو ٹپ کرنا ہوتا تھا۔ سب سے پہلے اس خادم کو جو آرڈر لیتا یہ عموماً خادموں کا سربراہ ہوتا دوسرا نمبر اس خادم...... کا ہوتا جو کھانا لے کر آتا۔ تیسرے درجے پر وہ خادم تھا۔ جو کھانے کے بعد شراب لاتا اور چوتھا خادم ریستوران کے باہر کھڑا ہوتا اور ہر جانے والے کو کوٹ پہنانے میں مدد دیتا یا گاڑی میں سوار کرانے کے لئے دروازہ کھولتا۔ ریستوران کے خدام ٹپ کی مالیت کے مطابق ہر آنے جانے والے کو مخاطب کرتے تھے۔ سب سے ادنیٰ درجے کا خطاب ''ہرڈاکٹر'' تھا جو طالب علموں کے لئے مخصوص تھا۔ اس کے بعد ''ہرفان'' (Herr Von) کا درجہ آتا۔ (فرانسیسی میں اِس کا مترادف موسیو تھا) اور سب سے بڑا درجہ ''ہربیرن'' (حضور نواب صاحب) کا تھا۔ اِن القاب میں وہی ریاکاری موجود تھی جو زندگی کے دوسرے شعبوں میں پائی جاتی تھی۔ مثلاً ایک طالب علم کو ''ہرڈاکٹر'' کہہ کر پکارا جاتا اور جب وہ اور زیادہ ٹپ کرنے لگتا تو اُسے فوراً ''ہرفان'' کا لقب عطا ہوتا۔ کھاتا پیتا شخص ٹپ کے زور پر ''ہربیرن'' بن جاتا۔

وی آنا کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ وہاں پہلی عالم گیر جنگ سے قبل اجتماعی پیداوار کے خلاف ایک عام جذبہ پایا جاتا تھا۔ وی آنا کے باشندے ہر چیز میں انفرادیت کے قائل تھے۔ اگر کسی بات میں انفرادیت میسر نہ آتی تو اپنے تئیں دھوکا دینے کی کوشش کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ جنگ سے پہلے وی آنا میں کوئی ایسا بڑا اسٹور نہیں تھا جہاں کاروبار کا ہر شعبہ موجود ہو۔ ہر شخص کا ''اپنا'' درزی ہوتا اور ''اپنا'' خوردہ فروش اور سب سے زیادہ اہمیت ''اپنے'' کافی ہاؤس کو دی جاتی۔ وی آنا والوں کو کافی سے والہانہ محبت تھی۔ جب کوئی ''اپنے'' کافی ہاؤس میں جاتا تو وہاں کا بیرا اُس کی مرضی کے مطابق خود بخود کافی بالائی اور شکر لا کر حاضر کر دیتا۔ اپنے کافی ہاؤس میں یہی تو خصوصیت تھی کہ وہاں کے خدام آپ کی پسند کو جانتے تھے۔ پھر کافی کی کئی اقسام تھیں جو مختلف لوگوں کی پسند کے مطابق ہوتیں۔

وی آنا کی تعریف میں یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ ''وی آنا میں زندگی نصف شاعری بن کر شاعر کی قوت تخلیق کو کمزور کر دیتی ہے۔'' پھر یہاں کی عدم مساوات کی ساحرانہ کشش دل کو لبھاتی تھی۔

بعض لوگوں کے لئے اِس کشش کی مزاحمت کرنا اور سنبھلنا مشکل ہو جاتا۔ ایک طرف تیرہ و تار گلیاں ہیں۔ مکانات کے ساتھ گندگی پڑی ہے۔ گھروں کے مضرِ صحت کمرے اور گلی کوچوں کا شور و شعب اور دوسری طرف گاتھک طرز کے عالی شان گرجے اور بلند و بالا محلات کھڑے ہیں۔ سر سبز پہاڑیوں کی ٹیڑھی لکیر شہر کو گھیرے ہے۔ اور ہر موڑ پر کوئی نہ کوئی جنگل اور چراگاہ نظر آتی ہے۔ ایک ہی شہر میں یہ دو متضاد نظارے ایک دوسرے میں اِس ساحرانہ طریق سے سموئے ہیں کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے اِس حیرت انگیز طریق سے جمالیاتی ذوق کے ساتھ تعصب اور حرص و ہوا بھی اُن کی طبیعت میں گھلی ملی ہوئی تھیں جو زندگی کے ان تاریک اور روشن پہلوؤں کے مابین تھے۔ پھر اُن کی ذہنی حالت کا مظاہرہ ایسی صورتوں میں ہوتا۔ جن کی توقع نہ ہو سکتی تھی۔

اِنسان نے حسن کی تخلیق مختلف صورتوں میں کی ہے۔ وی آ ئنا والوں کو اِس کی دو صورتیں سب سے زیادہ عزیز تھیں۔ ایک سنگیت اور دوسرا ڈراما۔ وی آ ئنا کی یہ دونوں باتیں دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ فرائڈ زندگی بھر سنگیت سے بے بہرہ رہا اور فنون سے صرف یہی ایک ایسا فن تھا جس سے اُسے لگاؤ نہ ہو سکا۔

ڈرامہ کو وی آ ئنا کی زندگی میں سنگیت اِتنا دخل نہیں تھا۔ سارے یورپ میں وی آ ئنا ہی ایسی جگہ تھی۔ جہاں سترہویں صدی میں عوامی تھیٹر کا رواج ہوا۔ ادبی شہ پاروں کے بجائے پریوں کی کہانیاں یا مزاحیہ ڈرامے پیش کئے جاتے۔ انیسویں صدی میں اگرچہ اِس میں کچھ ترقی ہوئی مگر پھر بھی پرانے ڈرامے کے آثار باقی رہے۔ وی آ ئنا کے لوگ تھیٹر کے ایسے ہی دلدادہ تھے جیسے سترہویں صدی میں۔ مجالس میں تھیٹر اور اداکاروں پر خواب رائے زنی ہوتی اور اس رائے زنی کو وہی مقام حاصل تھا جو سیاسی اور سماجی مسائل کو۔

تھیٹر کا شوق وی آ ئنا میں اس قدر ترقی کرتا گیا کہ تماشا گاہ سے نکل کر زندگی پر حاوی ہو گیا۔ لوگ اپنی روزمرہ زندگی میں اداکاری کے موقع تلاش کرنے سے نہ چوکتے۔ پولیس کا سپاہی جب کسی ڈرائیور کے متنبہ کرتا یا کوئی عورت سبزی والے سے سودا سلف لیتی۔ بس کا کنڈکٹر بات کرتا یا عدالتوں میں مدعی اور مدعا الیہ ایک دوسرے پر جرح کرتے تو اپنا پارٹ خوب ادا کرتے۔ یہ اداکاری ان کی زندگی کا ایک جزو تھی۔ وی آ ئنا والے اپنی حلیم طبعی اور دلآویزی کے سبب مشہور ہیں۔ اپنی اس اداکاری میں یہ دونوں صفات شامل کر لی جاتیں۔

ایک طرف تو یہ حالت تھی اور دوسری جانب دلدوز نظارے سامنے آتے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے وی آ ئنا کو یہ شہرت دی۔ اُن کے ساتھ وی آ ئنا والوں کا سلوک بہت برا رہا۔ سنگیت کا جنم داتا بدحالی میں مرا۔ اکثریت ادیب، سائنس دان اور مفکر وی آ ئنا والوں کی بے حسی کا شکار ہوئے۔ فرائڈ نے وی آ ئنا والوں کی بے حسی کا ذکر کیا ہے۔ تجزیہ نفس کی تحریک میں شامل نہ ہونے کے سلسلے میں وی آ ئنا سے جو کچھ ہو سکا اُس نے کیا۔ دنیا کے کسی اور حصے میں فاضل لوگوں اور تعلیم یافتہ طبقوں نے اتنی صریح بے رخی اور معاندانہ سلوک کا اظہار نہیں کیا جتنا وی آ ئنا میں کیا گیا۔ شاید اس کا سبب کچھ میری اپنی بے اعتنائی ہے میں نے اپنے طریق علاج کی زیادہ تشہیر نہیں کی۔ اگر میں کوشش کرتا اور اِس بات کی تحریک کرتا کہ میڈیکل سوسائٹیوں کے عام جلسوں میں تجزیہ نفس پر گرما گرم بحثیں کی جاتیں۔ ایسے موقعے ڈھونڈ نکالتا جن میں آپس کی چپقلش کا سامان مہیا ہو سکتا اور دلوں کا بخار نکالا جا سکتا۔ تب شاید یہ ممکن ہوتا کہ تجزیہ نفس پر جو پابندی لگائی گئی ہے۔ وہ اب تک اُٹھائی جاتی۔"

فرائڈ کی شخصیت اس کی طرز فکر اور بودوباش اُس ماحول کے کلیتہً مخالف تھے جو اُس وقت وی آ ئنا کا تھا اور جس میں ایک طرف ریاکاری اوپری دل کشی اور تصنع پایا جاتا تھا۔ بخلاف اِس کے فرائڈ نے بڑی شدت سے تلخ حقیقتوں کے قبول کرنے پر زور دیا۔ تحقیقات کے ذریعے وہ باتیں کر دیں۔ جن کا تصور بھی محال تھا اور نہایت جرات اور مردانگی سے اُس نے دنیا کی نیند میں خلل ڈالا۔

فرائڈ کے نظریات نے دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ اس سے متاثر ہو کر بعض لوگ اِس لئے اُس کے نزدیک آئے کہ اُس کی زندگی بھی شاید ہنگامہ خیز ہوگی لیکن انہیں بڑی مایوسی ہوئی کیوں کہ اُس کی تحریروں میں اشتعال اور لرزہ خیزی تو ضرور تھی۔ مگر اُس کی زندگی نہایت سکون سے بسر ہو رہی تھی۔ انہیں کوئی غیر معمولی بات نظر نہ آئی اُس میں کوئی رنگینی تھی نہ جذباتی حادثات فرائڈ اِن باتوں سے گریزاں تھا۔ وی آ ئنا کی زندگی کو اپنا کر اُس میں ڈرامائی عنصر پیدا کرنے کی بجائے وہ روز بروز اس زندگی سے دور ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ اس ماحول سے بالکل الگ تھلگ تھا۔

وی آ ئنا کی زندگی کے کاروبار کو سمجھنا اچھا خاصا مشکل کام تھا۔ ایک طرف پرانی وضع اور دوسری طرف نئی پود۔ نفس پرستی کے کے بالمقابل زہد و تقوی اِس دوگونا ماحول نے اپنی ریاکاری

اور تصنع کے باوجود بڑے بڑے اِنسان پیدا کیئے وی آ ئنا میں متوسط طبقہ اپنی اکثریت کے باعث اقتصادی طور پر بھی پورے ماحول پر چھایا ہوا تھا۔لیکن اس اکثریت میں ذہین لوگوں کی کمی تھی۔ عام لوگوں کی ذہنی دل چسپیاں محدود تھیں اوران میں تنگ نظری کوزیادہ دخل تھا۔ گفتگو میں عامیانہ پن زیادہ اورذوق سلیم کا فقدان تھا۔وہ لوگ جنہیں لکھاپڑھا کہا جاتا اُن کا حال بھی کوئی بہتر نہ تھا۔ تحقیق اور تحصیل علم کا شوق نام کو بھی نہ تھا۔دنیا بھر کی نعمتوں کا ماحصل یہی خیال کیا جاتا کہ انسان کھائے پیئے اور خوش رہے۔اس پر انہیں فخر تھااوروی آ ئنا کے اکثر لوگ اِسی میں مستغرق رہتے۔ صرف چند لوگ ایسے تھے جن کی ذہنی افتاد بلند تھی۔

ذہنی آ لکسی کے اس پس منظر میں ایک ایسا ذہین انسان پیدا ہوا۔جس نے اپنے علم وفضل کی روشنی سے لوگوں کی آ نکھوں کو چکا چوند کردیا۔اورساری دنیا کے خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرنے کا موجب ہوا۔

بعض معترضین نے بار بار فرائڈ کے جنسی نظریات

کووی آ ئنا کے ماحول کی پیداوار بتایا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اس زمانے میں وی آ ئنا میں جنسی آ زادی بہت زیادہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ فرائڈ نے بھی اِسی مسئلے پر سوچا ہے۔اِس کے ساتھ یہ لوگ ایک اور کہاوت کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔جس میں کہا گیا ہے کہ یہودی ذہن ہمیشہ غیر معمولی طور پر جنسی خیالات کی آ ماجگاہ ہوتا ہے۔یہ خیال بالکل وہی حیثیت رکھتا ہے جو یہودیوں کی آوارگی کو حاصل ہے۔لیکن فرائڈ نے اس خیال کی پرزور تردید کی ہے اوراپنے مضمون ''تجزیہ نفس کی تاریخ''میں اِس کا مفصل جواب دیا ہے۔

مخالفین نے فرائڈ کے نظریات پروی آ ئنا کی مہر لگا کر کوئی کمال نہیں کیا۔ بلکہ اِس سے اُن کے استدلال کا بوداپن نمایاں ہوتا ہے۔کیوں کہ جب ہم فرائڈ کے جنسی نظریات اوروی آ ئنا کی جنسیت کا موازنہ کرتے ہیں تو ہمیں اُن میں تضاد نظر آ تا ہے۔

وی آ ئنا کی جنسیت میں محبت کی پینگیں بڑھانے کا شوق دل آویزی اور بیہودگی پائی جاتی تھی۔اِس کے مقابلے میں فرائڈ کا جنس کا نظریہ بڑا تلخ الںاک اورظالمانہ حقیقتوں کا حامل ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ فرائڈ چار برس کی عمر میں وی آ ئنا آیا وہیں اُسے نے ہوش سنبھالا اور تعلیم پائی۔اَسّی برس تک وہیں رہا۔تعلیم کے دوران میں اُسے ایسے اُستاد بھی ملے جنہوں نے اُس کے

سامنے خیالات کی نئی راہیں کھول دیں۔ اور اُسے تحقیقات میں بھی مدد دی۔ اِن باتوں کا اِس پر ضرور اثر ہوا ہوگا۔ لیکن وہ تمام زندگی یہ محسوس کرتا رہا کہ وہ وی آئنا کے قریب نہیں ہے اور نہ وی آئنا اُس کے قریب ہے۔ یہ اصولی تفاوت فرائڈ، اُس کے سائنٹیفک نشو و نما اور وی آئنا کے مابین آخر دم تک باقی رہا۔ برسوں وی آئنا کے باشندوں نے اِس کی طرف توجہ نہ کی۔ یونیورسٹی کے خداوندوں نے اُسے اِس قابل نہ سمجھا۔ وہ تو اپنے زعم میں ماہرین بنے بیٹھے تھے اور ان کی ہر بات حرف آخر ایسے میں فرائڈ کا نئے نظریات پیش کرنا انہیں کب بھاتا تھا وہ لوگ جو اِن خداوندوں کے پرستار تھے۔ فرائڈ کی طرف کیوں توجہ دیتے۔

ایک دو بار اُس کی تضحیک کی کوشش کی گئی۔ لیکن عام طور پر اسے اور اس کے کام کو نظر انداز کر دیا جاتا یہاں تک کہ جب فرائڈ کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی اور دنیا کے ہر حصے سے لوگ مشورہ کے لئے آنے لگے۔ تب بھی مشورہ لینے والوں میں وی آئنا کے لوگوں کی تعداد بہت کم رہی۔ جب فرائڈ کی شہرت ایک نا قابل انکار کی حیثیت بن گئی تو پھر مجبوراً اِس کی طرف توجہ ہونے لگی۔ علمی حلقے پھر بھی اپنی ضد پر قائم رہے۔ اُدھر فرائڈ کا یہ عالم کہ وہ بدستور وی آئنا سے الگ تھلگ تھا۔ اور شہرت جو اُسے اپنے وطن میں بہت دیر بعد میسر آئی تھی اُس سے بے پروا۔

اِس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ قابل ذکر ہے۔ جنگ سے پہلے اُسے ٹیکس کے محکمے سے ایک پروانہ موصول ہوا۔ جس میں اُن حسابات کی درستی پر شک ظاہر کیا گیا تھا جو فرائڈ نے محکمے کو بھیجے تھے۔ پروانے میں درج تھا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی شہرت دنیا کے مختلف حصوں سے ایسے لوگوں کو یہاں لاتی ہے۔ جو کافی فیس ادا کر سکتے ہیں۔ اس کا جواب فرائڈ نے یہ دیا۔ کہ مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی ہے کہ آسٹریا میں پہلی بار میرے کام کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔

فرائڈ کی زندگی پر وی آئنا کا اثر منفی تھا۔ جس کی وجہ سے وہ وی آئنا سے دور ہوتا گیا اور اُسے اُس کی دلربائی بھائی نہیں۔ اُس کا سوتیلا بھائی اپنا خاندان لے کر انگلستان چلا گیا۔ اور اُس نے وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ جب فرائڈ کے کنبے کا ایک حصہ وی آئنا سے چلا گیا تو اِس کا اثر کچھ نہ کچھ تو ضرور ہوا ہوگا۔ پھر فرائڈ نے اپنی بیوی ایک ایسی لڑکی انتخاب کی جو وی آئنا کی رہنے والی نہ تھی۔ چنانچہ فرائڈ کی بیوی اور سالی جو عمر بھر ان کے ساتھ رہی پچاس برس وی آئنا میں گزارنے کے باوجود وہاں کے طور طریقوں سے متاثر نہ ہوئیں۔

وی آ ئنا میں کوئی اجنبی بھی آ جائے تو اُس کی بول چال میں مقامی رنگ ضرور آ جاتا ہے۔
لیکن اِن دونوں کا لب ولہجہ عمر بھر اپنا رہا۔ اور اُس میں ذرہ بھر بھی تبدیلی نہ ہوئی۔ یہ دونوں ہمبرگ کی رہنے والی تھیں۔ جہاں کی جرمن زبان اپنی خالصیت کے لئے مشہور تھی۔ یہ دونوں لوگوں سے زیادہ میل ملاپ نہ رکھتیں پھر اُن کی زبان عام لوگ بآسانی سمجھ نہ سکتے تھے اگر چہ یہ دونوں خاصی پڑھی لکھی تھیں۔ لیکن اِن دونوں کے لب لہجے میں کوئی فرق نہ آیا۔ زبان کے اس فرق کے وجہ سے کئی بار چھوٹے موٹے حادثات بھی رونما ہوئے۔ اس لسانی فرق کے علاوہ فرائڈ کے ہاں طور طریقے بھی اور تھے۔ جو کوئی پہلی بار اُن کے ہاں جاتا وہ اپنے تئیں اجنبی محسوس کرتا۔ ان کا گھر اگر چہ وی آ ئنا کے ایک عام محلے میں تھا مگر اس کے اندر جا کر ایک نئی دنیا کا احساس ہونے لگتا تھا۔

۳

وی آئنا یونیورسٹی ہال کافی کھلا تھا۔ شام کے وقت ہال کی کھڑکیاں بند کر دی جاتیں۔ پردے گرا دیئے جاتے اور سارے ہال میں اگر کہیں روشنی ہوتی تو وہ لیکچرار کی میز اور کرسی کے اُوپر آویزاں قمقمے سے آتی۔ اِس کی تاریکی میں خالی بنچوں کی قطاریں دیکھ کر موت کی سی وحشت طاری ہو جاتی۔ اِتنا بڑا ہال اور اس کی گہری تاریکی سے یاس انگیز تاثر پیدا ہوتا۔ ہر ہفتہ کی شام کو ایک ادھیڑ عمر کا آدمی جس کی چھوٹی سی داڑھی، منحنی جسم اور درمیانہ قد تھا اور جو کوئی پروفیسر معلوم ہوتا تھا۔ اِس نیم تاریک ہال میں لیکچر دیا کرتا۔ اُس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ لیکن نگاہ دل کے اندر کھبی جاتی۔ اُس کی پیشانی کشادہ تھی۔ اُس کی کرسی کے پاس چند اور کرسیاں نصف دائرے کی شکل میں رکھی تھیں۔ جن پر چند لوگ بیٹھے ہوئے۔ وہ اندر داخل ہوتا اور نہایت بے تکلفی سے میز کی طرف بڑھتا اور حاضرین کو مخاطب کر کے کہتا۔ ''اگر آپ ذرا اور آگے آجائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔''

لیکچر شروع ہوتا۔ اُس کی باتوں میں بہت تاثیر تھی۔ گو اُس کی آواز زیادہ بلند نہ تھی اور نہ اس میں کھرج تھی۔ یہ لیکچر دینے والا سگمنڈ فرائڈ تھا۔ اور یہ چند لوگ وہ مخصوص حلقہ تھا۔ جن کے سامنے وہ ہفتے میں ایک دن اپنے نظریات بیان کیا کرتا تھا۔ چند برس گزر جانے کے بعد جب فرائڈ کی شہرت دور دور تک پہنچی۔ اور لوگ اُس کا لیکچر سننے کے خواہش مند ہوئے تو پھر لیکچر روم بدل لیا گیا اور فرائڈ کی آواز بھی اتنی بلند ہوتی گئی کہ حاضرین اُسے بخوبی سن سکتے تھے۔ اِس طرح بلند آواز میں بولنے سے اُسے کافی مشقت کرنا پڑتی۔ جب حاضرین کا دائرہ وسیع ہوتا گیا تو اُس میں زیادہ لوگ ایسے آنے لگے جو سائنٹیفک علم حاصل کرنے کی بجائے اعتراضات کرتے اور اپنی علمیت جتاتے۔ کئی محض جنس کا نام سن کر شوقیہ چلے آتے۔ اس سے اصل مقصد فوت ہونے لگا اور مجبوراً ان

عالمانہ لکچروں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ جنگ کے بعد کے زمانہ میں وہ شاذ و نادر ہی تقریر کیا کرتا۔ ہاں کبھی کبھی اُسے تجزیہ نفس کی مجالس میں خطبات دیتے ہوئے۔ اس کی طرز خطابت بے خطا اور لب ولہجہ اتنا صاف ہوتا کہ سامعین کو اُس کی تقاریر سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوتی حالانکہ اُس کے الفاظ میں اتنا زور نہ ہوتا تھا کہ وہ سننے والوں پر شدت سے اثرانداز ہوں۔ اُس نے کبھی غصے یا جوش میں آواز کو بلند نہیں ہونے دیا۔

شروع شروع میں ان ہفتہ وار مجالس کا ماحول بے تکلف اور غیر رسمی ہوتا تھا۔ ان میں باقاعدہ شامل ہونے والے اراکین کی تعداد پہلے پہل چھ سات ہوا کرتی تھی۔ جو پھر زیادہ سے زیادہ پندرہ تک پہنچی۔ یہی وہ لوگ تھے جو بعد میں ایک حلقہ کی صورت بن گئے اور پھر تجزیہ نفس کی پہلی سوسائٹی انہیں سے مرتب ہوئی۔ اِس زمانے میں جو مسائل سامنے آتے یا نئے نئے نظریات نشو ونما پاتے اُن پر ان مجالس میں بحث وتمحیص کی جاتی۔ خواب کی تعبیر لاشعور اور جنسی دباؤ (Repression) نیورسِ کی ترکیب (Structure of Neurosis) اِن مجالس کے محبوب موضوعات تھے۔ اجلاس کے چند گھنٹے اپنی افادیت کے لحاظ سے بڑے اہم ہوتے کیوں کہ تجزیہ نفس کی ساری نشو ونما اور اِس کے متعلقات یہیں زیر بحث آتے۔ اراکین نے اِن نظریات کی روشنی میں آرٹ ادب اور سماجی مسائل کی چھان بین شروع کی۔ نیوریسز اور خوابوں پر تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔

ان مجالس کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ تھی۔ کہ فرائڈ کا کہا یہاں حرف آخر نہیں تھا اور نہ وہ اپنے الفاظ کو الہام کی سی اہمیت دیتا کہ جو کچھ اُس کے ذہن میں آیا صحیفہ آسمانی ہے۔ بخلاف اس کے بحث کے دوران میں لب ولہجہ نہایت سادہ رہتا اور تقاریر کی بجائے گفتگو کو ترجیح دی جاتی۔ مذاق کی چاشنی گفتگو کو دل پذیر بنا دیتی۔ کبھی کبھار طنز بھی کی جاتی۔ فرائڈ کو اپنے نظریات پر اِس قدر یقین تھا کہ وہ اُن پر خواہ مخواہ زور دینا یا انہیں حتمی منوانا پسند نہیں کرتا تھا۔

شروع شروع میں تو تجزیہ نفس کی مجالس میں صرف فرائڈ گفتگو کیا کرتا۔ لیکن بعد میں اراکین باری باری خاص موضوع چن کر اُن پر خامہ فرسائی کرتے پھر آ ور مجلس میں پیش کرتے پھر اُن پر بحث کی جاتی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے تلازم خیالات پر اپنا ایک مقالہ پڑھا پھر آ ور بتایا کہ تجربہ کرنے والا کوئی لفظ کہتا ہے۔ اور جس پر تجربہ کیا جا رہا ہو۔ وہ اُسے سن کر فوراً وہ لفظ بولتا ہے۔

جو اُس کے ذہن میں خود بخود آ جائے۔ مقالہ نگار نے اس کی مثال یوں دی کہ تجربہ کرنے والا گھوڑا کہتا ہے اور سننے والے کے ذہن میں فوراً ''لائبریری'' کا لفظ آتا ہے فرائڈ نے اُسے ٹوکا اور کہا۔ ''اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو آپ کسی فوجی رسالہ میں افسر رہے ہیں اور آپ نے گھوڑوں کی نفسیات پر کتاب بھی لکھی ہے۔'' مقالہ نگار نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر فرائڈ بولا۔ ''تب تو واقعی آپ نے اِن جانے طور پر تلازم خیالات کا قطعی ثبوت دیا ہے۔ آپ نے جو مثال دی ہے۔ اس سے آپ اور آپ کی دلچسپی کا حال حاضرین پر واضح ہو گیا۔''

فرائڈ اس بات کا بڑی سختی سے قائل تھا کہ ہر بات کی تہ تک پہنچنا چاہیے لاشعور کی تحقیقات کے سلسلے میں وہ اکثر اپنے ''شاگردوں'' سے کہا کرتا کہ وہ علتیں جنہیں ہم سمجھتے ہیں کہ لاشعور کے ردعمل کا باعث ہیں ان سے بآسانی مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کے علاوہ بھی کوئی اور اسباب ہوں اس سلسلے میں اُس نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ۔'' کئی برس کی بات ہے کہ ایک بوڑھا معلم طب مر گیا۔ اس کی وصیت تھی کہ اُس کی لاش پر عمل جراحی کر کے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ نعش کی چیر پھاڑ کا کام ایک مشہور اور تجربہ کار ڈاکٹر کے سپرد کیا گیا جس کے ساتھ میں بطور معاون کام کر رہا تھا۔ چیر پھاڑ کے دوران میں اُس ڈاکٹر نے مجھ سے کہا۔ دیکھا یہ شریانیں کتنی سخت اور موٹی ہیں۔ بالکل رسی معلوم ہوتی ہیں۔ بھلا ان کے ہوتے ہوئے انسان کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔'' آپ کا ارشاد درست ہے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ انہیں شریانوں کے ہوتے ہوئے یہ شخص برسوں زندہ رہا اور کل تک یہی نسیں کام کر رہی تھیں۔''

اعصابی امراض کی تحقیقات بہت پیچیدہ اور مشکل کام ہے۔ ایک بار اس پر بحث ہو رہی تھی کہ فرائڈ نے ایک باتصویر کارڈ نکالا جس پر ایک گنوار کی تصویر تھی جو ایک کمرے میں کھڑا پھونکیں مار کر بجلی کا قمقمہ بجھا رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ۔'' اگر آپ لوگ بیماری کی علت کو براہ راست پکڑنا چاہتے ہیں تو آپ بالکل اس گنوار کا سا عمل کرتے ہیں۔ چاہیے تو یہ کہ آپ سوئچ (Switch) کو تلاش کریں جس سے بجلی کو بند کیا جا سکتا ہے۔''

فرائڈ یوں اس سلسلے میں اپنے علم کی روشنی سے دوسروں کے سینوں کو منور کیا کرتا تھا۔ جن اُستادوں سے اُس نے کسب کمال کیا تھا۔ اُن کا ذکر بھی وہ کیا کرتا۔ جب کبھی وہ تجزیہ نفس کی تحریک

کا ذکر کرتا تو وہ اُن تمام منازل کو بیان کرتا جن سے وہ ہو کر گزرا تھا۔ اس تحریک کی تشکیل میں شارکو[1] کے نظریات کا بھی حصہ تھا۔ چنانچہ وہ اس کا نام نہایت ادب اور عزت سے لیا کرتا۔ شارکو کی عظمت اس سے عیاں ہوتی تھی کہ اُس نے فرائڈ کو اُس وقت جب کہ وہ محض ایک اجنبی تھا اپنے حلقے میں داخل کر لیا۔ بحث و تمحیص کے دوران میں جب کوئی شخص کسی تجربے کو اِس لیے رد کرنا چاہتا کہ اُس بارے میں کسی بڑے آدمی کا فیصلہ اس کے خلاف تھا وہ اپنے استاد شارکو کا مقولہ بیان کیا کرتا کہ۔ ''اِس سے تجربے کے وجود کا انکار تو نہیں کیا جا سکتا۔''

فرائڈ کی زندگی میں کوئی ایسے غیر معمولی اور رومانی واقعات نہیں ہیں۔ جن کے ذکر سے اِس کی زندگی کے بیان کو رنگین کیا سکے اُس نے ساری عمر تحقیق و تفحص میں گزار دی تھی۔ دنیا کی رنگینیوں کو دیکھنے یا ان سے لطف اندوز ہونے کا اُسے موقع نہیں ملا۔ اس کے قریب رہنے والوں نے کبھی کبھی اُس سے کوئی ایک آدھ واقعہ سن لیا یا اُس نے خود اپنے مختصر سے حالات اپنی ''خودنوشت سوانح حیات'' میں لکھے ہیں۔ شارکو کے ہاں تحقیقات کے سلسلے میں وہ پیرس گیا تھا۔ ایک سال کے موسم بہار کی یاد اُسے کبھی کبھی آیا کرتی۔ اس کا کہنا ہے۔ ''مجھے اب تک وہ دن یاد ہے جب بہار کے موسم میں نوجوان مرد اور عورتوں کا ایک گروہ میرے سامنے سے گزرا۔ میں ایک سیرگاہ میں بیٹھا تھا۔ یہ لوگ چلتے چلتے رک جاتے اور سب کے قدم خود بخود رقص کرنے لگتے۔ اِس کا سبب محض اُن کا شباب اور موسم بہار۔'' فرائڈ کے طالب علمی کے زمانے میں ہر سال بہار آتی اور گزر جاتی مگر وہ حقائق کے تلاش میں اتنا سرگرداں رہتا کہ اُسے کبھی بہار کا لطف اُٹھانے کا موقع ہی نہ میسر آیا۔

المانوی فلاسفر شوپن ہار کا کہنا ہے کہ ''غیر معمولی باتیں عام الفاظ میں کہو۔'' فرائڈ کا بھی یہی دستور تھا۔ وہ باتوں باتوں میں بڑے بڑے ادق مسائل سمجھا دیا کرتا۔ اُس کے الفاظ معمولی ہوتے جن میں آتش بیانی اور شعلہ نوائی نام کو نہ ہوتی۔ وہ عام الفاظ میں حقائق بیان کر کے ہر مسئلے کے بنیادی اصولوں کو پوری طرح چھان پھٹک کرتا خواہ وہ مسلمات ہی کیوں نہ ہوں۔ اپنے نتائج بیان کرنے میں وہ بہت احتیاط سے کام لیتا۔ اُس نے ہمیشہ ہر نظریہ پختہ بنیادوں پر استوار کیا۔ وہ دوسرا قدم اُس وقت تک نہ اُٹھاتا جب تک پہلے قدم کی راہ میں سے رکاوٹیں صاف نہ ہو جاتیں۔ ایک بات پر جس قدر اعتراضات وارد ہو سکتے تھے خود انہیں اٹھاتا اور اُن کے جواب دے کر

---

1. Charcot (1825ء-1893ء) پیرس کا مشہور عالم اور امراض عصبی کا ماہر۔

دوسری بات کہتا۔ جب وہ ایکا ایکی کوئی بات غیر متوقع سامنے لاتا تو سننے والا یہی سمجھتا کہ اس کا آنا لازمی تھا۔ اور جب کوئی دلیل ادھوری چھوڑنا پڑتی تو وہ سامعین کو بتا دیتا اور پھر جب اُس کا موقع محل آتا تو اُسے پورا کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے سننے والے مشکل ترین مسائل کو بھی اچھی طرح سمجھ جاتے اور انہیں معلوم بھی نہ ہوتا کہ وہ ایک نئی اور دقیق سائنس کی تحقیقات میں حصہ لے رہے ہیں اور کسی ذہنی ورزش کے بغیر نتائج پر جا پہنچتے۔ اُن میں سے اکثر نظریات ایسے بھی ہوتے جن کے متعلق اُن کے پہلے خیالات اور تاثرات انہیں دل و جان سے عزیز ہوتے تھے۔

وی آ ئنا میں فرائڈ نے عمر کا کافی حصہ ایک مکان میں گزارا۔ جس بازار میں یہ مکان واقع تھا وہ ناہموار ہونے کے علاوہ متضاد دنیاؤں کا مجموعہ تھا بازار کے ایک طرف کباڑیوں کی دکانیں تھیں اور دوسری طرف گاتھک فن تعمیر کا نمونہ وہ گرجا جو وی آ ئنا میں سب سے خوب صورت تھا اِسی وجہ سے یہ چوک وی آ ئنا کا خوب صورت ترین مقام تھا۔ پاس ہی یونیورسٹی اور دوسری سرکاری عمارتیں ایستادہ تھیں۔ بازار کے دونوں سروں کے مابین کہیں نشیب تھا اور کہیں فراز۔ فرائڈ کے مکان کا نمبر 19 تھا اور یہ نسبتاً ہموار جگہ پر واقع تھا اور کباڑ منڈی سے نزدیک بھی تھا۔ ویسے اِرد گرد کے علاقے میں کافی شریف لوگ بستے تھے۔ پہلے پہل فرائڈ کا دفتر نچلی منزل میں تھا اور اُس کی رہائش دوسری منزل میں۔ لیکن بعد میں دفتر اور رہائش کا انتظام دوسری منزل میں ہی کر لیا گیا۔ دونوں میں اندر سے آنے جانے کا راستہ تھا لیکن بیرونی دروازے متضاد سمتوں میں کھلتے تھے۔ کئی بار ایسا ہوتا کہ ملاقاتی ایک دروازہ کی گھنٹی بجاتا اور جواب میں دوسری جانب کا دروازہ کھلتا۔ اسی مکان میں پہلے ڈاکٹر وکٹر ایڈلر رہا کرتا تھا جو آسٹریا کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا بانی تھا اور پہلی عالمگیر جنگ کے بعد تھوڑے عرصے کے لئے سیکرٹری آف سٹیٹ رہا۔ اُس کے بچے کی پرورش گاہ (Nursety) والا کمرہ فرائڈ کے مطالعہ کا کمرہ تھا۔ یہ بچہ پہلی جنگ عظیم کی ایک مشہور شخصیت تھی۔ اُس نے آسٹریا کے وزیراعظم کونٹ (Sturgkh) کو قتل کیا۔ جس پر اُسے پھانسی کی سزا دی گئی لیکن بعد میں اُسے عمر قید سے بدل دیا گیا اور صلح ہو جانے کے بعد اُسے آزاد کر دیا گیا تھا۔

فرائڈ کے دفتر میں سب سے پہلے ایک چھوٹا سا تاریک پیش کمرا تھا اور اس کے ساتھ تین بڑے کمرے ویٹنگ روم مشورے کا کمرہ اور اُس کے پیچھے لائبریری ہر ایک کمرے میں صرف ایک کھڑکی تھی جو گھر کے صحن میں کھلتی صحن کے وسط میں ایک خوب صورت اور بلند درخت اُگ رہا تھا۔

ان کمروں میں روشنی یا دھوپ زیادہ نہیں آتی تھی۔ ان کی آرائش بھی متوسط طبقے کے پرانے مذاق کے مطابق کی گئی تھی۔ جس میں جدت کا عنصر مفقود تھا۔ لائبریری میں جاتے ہی ایک رعب چھا جاتا دیواروں کی جگہ الماریاں تھیں جو کتابوں سے بھری تھیں۔ شیشے کے کیس تھے جن میں فرائڈ نے نادرات جمع کرر کھے تھے۔

تجزیہ نفس کی مجلس کا کام چونکہ بڑھ گیا تھا۔ فرائڈ نے یہ کام اپنے ایک رفیق ڈاکٹر الفرڈ ایڈلر کے سپرد کر دیا۔ وہ اس مجلس کا صدر تھا۔ فرائڈ اور ایڈلر اپنی تحقیقات میں مصروف رہے اور تجزیہ نفس میں بہت سی نئی باتوں کا اضافہ ہوتا گیا لیکن آخر کار ایڈلر اور فرائڈ میں اختلاف رونما ہو گیا۔ چنانچہ تجزیہ نفس کی مجلس میں کھلے طور پر یہ اختلاف پیش کئے جاتے اور اُن پر خوب گرما گرم بحث ہوا کرتی۔ فرائڈ ان بحثوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا اور اپنے مخالفین کو آڑے ہاتھوں لینے سے بھی گریز نہ کرتا۔ اِن بحثوں میں اس نے بارہا سخت الفاظ اور چست فقرے بھی کہے مگر کبھی علمی بحث کو ذاتیات کی سطح پر نہ اُترنے دیا۔ پھر عموماً ایسے متنازعہ فیہ مسائل میں اصولوں کی جگہ فردعات لے لیتے ہیں۔ لیکن فرائڈ کبھی اصول سے نہیں ہٹتا تھا۔ فرائڈ اور ایڈلر کے اختلافات ''بچے میں جنس کی موجودگی'' دباؤ (Repression) اور لاشعور کے مسائل میں تھے۔ ایڈلر کا ان اہم مسائل سے انکار تجزیہ نفس کے بنیادی اصولوں سے انکار تھا اور اِس لئے ایڈلر کو اس تحریک سے علیحدگی اختیار کرنا پڑی۔ تجزیہ نفس کی تحریک میں یہ اختلاف بڑی آزمائش کا وقت تھا۔ کئی لوگ تجزیہ نفس کے حلقے سے کٹ کر ایڈلر سے جا ملے۔ بعض لوگ ایسے بھی تھے جو محض اِس لئے فرائڈ سے علیحدہ ہو گئے۔ کہ اُن کے خیال میں جس طریق سے اس بحث کا انجام ہوا تھا وہ ''سائنس کی آزادی'' ایک کاری ضرب تھا۔ گویا یوں انہوں نے فرائڈ کی تلخ کلامی اور سخت گیری کے خلاف احتجاج کیا۔ اب اس تحریک میں دو گروہ بن گئے ایک فرائڈ کے پیرو اور دوسرے ایڈلر کے ساتھی۔ اِس نئے گروہ نے اپنا نام (سوسائٹی فار فری سائیکو اینلیسز) آزاد تجزیہ نفس کی انجمن لیکن یہ نام بعد میں ترک کر دیا گیا اور اس کی بجائے ''انفرادی نفسیات'' (Individual Psychology) کا نام تجویز کیا گیا۔

اس اختلاف میں ''سائنس کی آزادی'' کا نعرہ بلند کیا گیا تھا۔ فرائڈ اور اُس کے پیرووں کے نزدیک بھی یہ آزادی مسلمہ تھی لیکن اُن کا کہنا تھا کہ سائنس دان تحقیقات یا بحث کر رہے ہوں تو یہ اُسی صورت میں بارآور ہو سکتی ہے۔ جب وہ بنیادی اصولوں پر متفق ہوں۔ زیرِ تحقیق مسئلہ جتنا

اہم ہوگا اُسی قدر تصورات کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا اور اُس میں مکمل ہم آہنگی کی زیادہ ضرورت ہو گی۔ سائنس کے نظریات کو جب مسلمات کا درجہ دے دیا جائے تب بھی اُن کی مزید تحقیقات اور چھان بین ہونی چاہیے لیکن آزادی اِس کا نام نہیں کہ ایک جماعت کسی سائنس میں اپنے نظریات کی تشکیل کرتے کرتے ایکا ایکی پھر نئے سرے سے کام شروع کردے اور پہلے تجربات کے نتائج کو سرے سے محل نظر قرار دے دے۔ چاہیے تو یہ کہ وہ آگے بڑھیں یہ نہیں کہ اور پیچھے ہٹ جائیں۔ چنانچہ جب کبھی ایسے حالات رونما ہوں اور وہ خاص نکتہ جس پر اُن کا اشتراک ہوا تھا قابل قبول نہ رہے تو اِس کے بہترین علاج یہی ہے کہ وہ لوگ جدا ہو جائیں۔ اگر وہ خود بخود الگ نہ ہوئے تو جو لوگ اپنی تحقیقات کو آگے لے جانا چاہتے ہیں اور جن کا کام خواہ مخواہ کی نئی رکاوٹوں سے التوا میں پڑ رہا ہے۔ مجبوراً انہیں الگ کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ یہ نہ تو خیالات کی آزادی میں کوئی مداخلت بیجا ہے اور نہ اِسے صداقت کی تحقیقات میں کسی قسم کی رکاوٹ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ''علم کے درخت'' سے ثمر حاصل کرنے کے خواہاں اگر اِس بات پر متفق نہ ہو سکیں کہ درخت ہے کہاں تو اُن کے اکٹھا ہونے کا فائدہ۔ لطف یہ ہے کہ جب آزادی کے ان دعویداروں نے اپنا نیا دبستان قائم کر لیا تو اُن کا اصول بھی یہی تھا کہ وہی لوگ شامل ہوں جو اُن کے ہم نوا تھے۔ اختلاف رائے لوگوں کو وہاں بھی جگہ نہ دی گئی۔ حالانکہ اِسی اصول کی خاطر وہ خود علیحدہ ہوئے تھے۔

فرائڈ کی شخصیت کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں ایک بات نظر آتی ہے کہ عہدے سنبھالنا اپنی لیڈری قائم کرنا اور نمایاں پوزیشن پر سامنے آنا اُس کی میلان طبع کے خلاف تھا۔ وہ لوگوں کو دل سے پسند کرتا تھا جو محض تجزیہ نفس کی خاطر اس کے گرد جمع ہوتے اس کے خیالات کو اپناتے اور ان میں حصہ لیتے جو لوگ اندھی تقلید کے قائل تھے اور محض اس کی شخصیت سے متاثر ہوتے وہ انہیں پسند نہ کرتا تھا۔ اس نے ایڈلر کو سوسائٹی کی صدارت سونپ دی۔ یہ ایک غلطی تھی اور ایڈلر کے بعد اُس کا اعادہ کیا گیا اور ژنگ کو اس بین الاقوامی مجلس کا دوسرا صدر بنا دیا گیا۔

فرائڈ کا کمال یہ تھا کہ وہ ذرا سی بھول زبان کی لغزش الفاظ کے تلفظ سے ساری ''اَن ہونی'' باتیں جان جایا کرتا تھا۔ وہ شخص خود نہ جان سکتا تھا جس کے ذہن میں وہ ساری باتیں مدفون ہوتیں۔ لیکن ایڈلر اور ژنگ کے انتخاب میں اُس نے دو بار اِتنی بڑی غلطی کھائی۔ وہ شخص جس کے سامنے ذہن کے مخفی دروازے خود بخود کھل جاتے تھے اپنے متعلق اکثر کہا کرتا تھا کہ وہ

''ذہن پڑھنے والا'' نہیں ہے۔ اُس کی شخصیت کا یہ پہلو واقعی دلچسپ ہے۔ فرائڈ معمولی سی علامت سے کسی کی ذات اور پوشیدہ حقیقت کو اچھی طرح جان لیتا تھا اور اُس سے اُس شخص کی شخصیت کو بلندیوں پر لے جاتا اور وہاں سے اُس کا مطالعہ کرتا۔ یہ وہ مقام ہوتا جہاں ایک عام ذہن نہیں پہنچ سکتا۔ اُسے ذہن میں جذبات کی سرگرمی قوت تحمل اور بلند و بالا مقاصد نظر آتے۔ حالانکہ اُس ذہن میں صرف اُن کا شائبہ ہی ہوا کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے دو بار غلطی کھائی۔ وہ اذہان کو قوتوں کی جانتا تھا وہ اُن کو اُسی رنگ میں دیکھتا جو اُن کا فطری مقام ہونا چاہیے۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا تھا۔

اِن اختلافات اور علیحدگیوں کے بعد فرائڈ نے اپنا حلقہ بہت محدود کر دیا جب اُس نے دیکھا کہ تجزیہ نفس کی تحریک میں شامل ہونے والوں میں حسد رقابت شک و شبہ اور عہدوں کی خواہش موجود ہے تو تنگ آ کر اُس نے حلقہ اور محدود کر دیا۔ اب صرف دو شاگرد رہ گئے۔ جو اُس کے کام میں مدد دیتے۔ ان میں سے ایک ہنس ساچس (Hans Sachs) تھا اور دوسرا آٹو رینک (Otts Rank) ہنس آخر تک فرائڈ سے وفادار رہا لیکن رینک نے بھی بعد میں علیحدگی اختیار کر لی۔ اُس نے اپنا ایک نیا نظریہ قائم کیا تھا۔ جب تک وہ فرائڈ کے ساتھ رہا۔ اُس نے کافی بڑا کام کیا۔ تجزیہ نفس کے رسائل کی ترتیب میں یہ دونوں شامل رہے۔ پھر اِن دونوں نے مل کر تجزیہ نفس کے عملی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک کتاب بھی شائع کی جس میں نئی نئی باتیں بیان کی گئی تھیں۔ رینک پر فرائڈ کو بہت زیادہ اعتماد تھا لیکن اُس نے یکا یک ایک ایسا نظریہ پیش کر دیا۔ جس نے اُس کی زندگی بھر کے کام پر پانی پھر دیا۔ فرائڈ کو اپنے اس معتمد کو بھی جدا کرنا پڑا۔ رینک اِس محدود حلقے کا سیکرٹری تھا اور سارے کاروبار کا کرتا دھرتا۔

فرائڈ زیادہ چلنے پھرنے سے تھکتا نہیں تھا۔ تجزیہ نفس کی سوسائٹی کی مجالس کے بعد عموماً وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ پیدل چل کر خاموش گلیوں کے چکر کاٹتا گھر پہنچتا۔ اِس دوران میں وہ باتیں زیر بحث آتیں جن پر مجلس میں پوری طرح بحث نہ ہو سکی تھی۔ کئی باتوں پر دوبارہ غور کیا جاتا۔ وہ اکثر اسی سیر کے دوران میں اپنے نئے نظریات بتاتا خیالات کا ذکر کرتا۔ ان میں سے بہت سی باتیں تو اُس نے اپنی کتابوں میں محفوظ کر دی ہیں لیکن کئی باتیں ایسی تھیں جنہیں اُس نے بعد میں رد کر دیا کیوں کہ مزید چھان بھٹک میں وہ معیار پر پوری نہ اُتر سکیں۔ جب وہ کوئی نئی بات دریافت

کرتا تو اُس کے ساتھ ہی اُس کے ذہن میں نئے نئے سوالات پیدا ہوتے۔ وہ عمر بھر مضطر بانہ آگے بڑھتا رہا۔ اُس کی زندگی میں کبھی کوئی ایسا موقع نہیں آیا۔ جب وہ ایک مقام پر آ کر رک گیا ہو اور اُس کے خیالات میں سکون آ گیا ہو۔ اطمینان بالذات کا عنصر تو اُس کی فطرت ہی میں نہیں تھا۔

خواب کی تعبیر پر اُس نے بہت زور دیا ہے۔ کیوں کہ انسان کے لاشعور کو سمجھنے کے لئے یہی سب سے اہم چیز ہے۔ چنانچہ وہ تجزیہ کار کی بالغ نظری کا اندازہ اُس کے خواب کی تعبیر کرنے سے لگایا کرتا تھا۔ وہ تجزیہ نفس کی تحقیقات کے دروان میں خواب کی تعبیر کو پس منظر میں رکھنے کی تلقین کرتا۔

شام کی یہ سیریں اُس کے ساتھیوں کے لئے نعمت تھیں۔ انہیں بہت سی باتیں معلوم ہوتی رہتیں جو اُس کی تحریروں میں بھی نہیں تھیں۔ اس کا یہ ''محدود اندرونی حلقہ'' اس کے ارشادات تحقیقات اور تجربات سے براہ راست متاثر ہوا۔ یہی لوگ تجزیہ نفس کی عمارت کے ستون تھے۔

۴

فرائڈ کی زندگی کا تانا بانا تجزیہ نفس کے تاروں سے بنا گیا تھا۔ جب ہم اُس کی زندگی کو مجموعی طور پر دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ طب کی مختلف شاخوں میں اُس نے کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ نئی نئی معلومات بہم پہنچائیں ہیں لیکن یہ سب کچھ محض تجزیہ نفس کے ارتقاء کی کڑیاں تھیں۔ تجزیہ نفس ہی فرائڈ کی زندگی کا اصل محور تھا اور وہ اُس کے گرد گھوما کیا۔ قطب نما کی سوئی تھرتھراتی ضرور ہے لیکن اُس کا رخ ہمیشہ قطب کی طرف رہتا ہے۔ فرائڈ ہمیشہ ایک مقولہ دہرایا کرتا کہ ''انسان اُسی وقت بلند ہوتا ہے جب وہ نہیں جانتا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔'' یہ حقیقت خود اُس پر اچھی طرح صادق آتی ہے۔

اُس کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ جب وہ کسی نئے نظریئے کی دریافت پر کمر بستہ ہوتا تو اپنے مطالعہ کو اور بھی وسیع کر دیا کرتا۔ اپنی کتاب ''خواب کی تعبیر'' کے سلسلے میں اُس نے نفسیات اور فلسفہ کے نئے اور پرانے مصنفین کا نہایت گہرا مطالعہ کیا تھا۔ جس کا ذکر اُس کی اس کتاب میں موجود ہے۔ جب اُس نے مزاح اور لاشعور کے تعلق (Wit and its Relation to Unconscious) پر قلم اُٹھایا تو جمالیات اور فلسفیانہ مضامین پر کتابوں کے ڈھیر اُس کے سامنے رکھے رہتے تھے۔ اُس نے دنیا کے مشہور مزاح نگاروں کی تحریریں پڑھ ڈالیں اُن سے مواد اکٹھا کیا اور پھر اپنے نظریئے کو مکمل صورت دے کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ''توتم اور تبو'' (Totem and Taboo) پر لکھنے کے لئے اُس نے دنیا بھر کے ماہرین انسانیات کی کاوشوں کو کھنگالا۔ ''اصول لذت کے پرے'' (Beyond the Pleasure Princple) ایک ایسا نظریہ تھا جسے ثابت کرنے کے لئے اُسے حیاتیات کی مدد لینا پڑی اور اُس نے اِس سائنس میں جس قدر نئی تحقیقات ہوئی تھیں اُن سے فائدہ اُٹھایا اور ''گروہ کی نفسیات'' میں وہ عمرانیات کے دائرہ میں پہنچا۔

یہ سارے موضوعات جن کا ذکر ابھی ہم نے کیا ہے اور اس کے علاوہ دوسری دلچسپیاں جو اُس نے محض تفریحی طور پر شروع کی تھیں اُن کا انجام بھی تجزیہ نفس کے کسی گہرے مسئلے پر ہوا۔ اُس ایک کی مثال سنیئے۔ فرائڈ کبھی تھیٹر دیکھنے نہیں جاتا تھا۔ لیکن جب مشہور یونانی ڈرامہ نگار سوفاکلیز کا ڈرامہ ''بادشاہ ایڈی پس'' وی آئنا میں دکھایا گیا تو وہ بھی دیکھنے گیا۔ دوسرے دن اُس کے اندر ایک نیا ولولہ اور جوش نظر آتا تھا۔ اُس کا باعث اداکاری تھی اور نہ ہدایت کاری کہ وہ اُن سے متاثر ہوا ہو بلکہ اِس گرم جوشی کا سبب ایک منظر تھا جس کا انکشاف اُس پر ڈرامہ دیکھتے وقت ہوا حالانکہ اس سے قبل بھی اُس نے یہ ڈرامہ پڑھا تھا۔ یہ منظر ایک خاص نفسیاتی کیفیت سے تعلق رکھتا تھا۔ دبی ہوئی خواہشات ہمیشہ ذہن کی شعوری سطح پر واپس آتی ہیں لیکن ایسا روپ بدل کر کہ کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا۔ کھیل کے ہیرو کو دارالاستخارہ سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے باپ کو قتل کرے گا تو وہ پریشان ہوگیا۔

لیکن جب اُسے یہ اطلاع ملی کہ اِس کا نامور باپ فطری موت مر گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ اُس کا حقیقی باپ نہیں مرا بلکہ وہ بادشاہ مر گیا جس نے اُسے لے کر پالا تھا اور جسے ایڈی پس اپنا باپ خیالل کرتا تھا تو اُس کے ذہن سے پیشگوئی کا بوجھ اُتر جاتا ہے اور اِس کا نتیجہ ایک ایسا ردعمل ہوتا ہے جس میں فتح اور شادمانی ہے اور اس پر ایڈی پس اپنے باپ کی موت پر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ یہ بہت بڑی نفسیاتی حقیقت تھی جس کا اظہار مصنف نے لاشعوری طور پر کر دیا تھا۔

اِس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ فرائڈ کے ذہن پر ایک متبدانہ خیال حاوی تھا جو اپنے نظریات کی تائید میں ثبوت تلاش کرتا رہتا۔ وہ خود بھی اِس خیال سے آگاہ تھا اور اسے ہر بڑے سے بڑے نظریہ کے معرض وجود میں لانے کے لئے ضروری خیال کرتا تھا۔ چنانچہ اِس کے متعلق وہ کہتا ہے۔

''جب میں جنرل ہسپتال میں کام کرتا تھا تو میرے ساتھیوں میں میرا ایک دوست دن رات اس دھن میں لگا رہتا کہ آنکھوں کے علاج کے سلسلے میں وہ کوئی نئی دریافت کرے۔ جب بھی ہم لوگ کوئی نئی بات یا طبی مسئلہ زیر بحث لاتے۔ اُس کے خیالات فوراً آنکھوں کے بیماریوں کی طرف جاتے اور وہ اُسی کے بارے میں سوالات شروع کر دیتا۔ اپنے اس خبط کی وجہ سے وہ ساتھیوں پر ایک بوجھ بننے لگا۔ ایک دن میں ہسپتال کے صحن میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کھڑا

تھا اور ہمارا خبطی دوست بھی وہیں موجود کہ ہمارا ایک اور ساتھی اُدھر سے گزرا اور اُس نے اشارے سے بتایا کہ وہ ناقابل برداشت درد میں مبتلا ہے۔ میں فوراً اُسے اپنے کمرے میں لے گیا۔ میں نے ایک دوائی کے چند قطرات درد والی جگہ پر لگائے اور درد آناً فاناً جاتا رہا۔ میں نے اپنے دوستوں کو بتایا کہ یہ دوائی جنوبی امریکہ کے ایک درخت کوکا (Coca) کا جوہر تھا اور اس میں ایسی تاثیر تھی کہ اس کے لگانے سے درد فوراً رفع ہو جاتا ہے۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو یہ بھی بتایا کہ میں اِس پر ایک تحقیقاتی مقالہ لکھ رہا ہوں۔ ہمارا خبطی دوست یہ باتیں سنتا رہا اور کچھ نہ بولا۔ اس کا نام کولر (Koller) تھا۔ چند مہینے بعد میں نے سنا کہ اُس نے کوکین کے استعمال سے آنکھ کی جراحی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ وہ اپریشن جو کبھی ناممکنات میں سے تھا۔ اب آسانی سے کیا جانے لگا۔ کسی نئی ایجاد یا دریافت کے معلوم کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ انسان کی ساری توجہ ایک ہی بات پر مرکوز رہے۔"

فرائڈ زندگی بھر اِسی اصول پر کاربند رہا۔ اِس سے اُس کے سامنے زمین اور آسمان کی وسعتیں کھل گئیں۔ اُس نے ایک نئی کائنات پائی۔ فرائڈ نے جو اصول بیان کیا وہ اس پر کاربند رہا۔ اُس کی زندگی کا سرسری مطالعہ شاید اس میں جذبات کا فقدان ظاہر کرے۔ کیوں کہ وہ بڑے بڑے الفاظ میں جذباتی اعلانات نہیں کرتا بلکہ وہ تو ایک مدھم سی لَو ہے جو مسلسل جلتی رہی ہے۔

ہر اصول کی پابندی چند سخت قیود لگا دیتی ہے۔ یہی حال فرائڈ کے اصولوں کا تھا جنہیں خود فرائڈ نے برضا و رغبت اپنے اُوپر مسلط کر رکھا تھا جو لوگ اس کے اِردگرد تھے وہ اِن اصولوں پر پوری طرح کاربند رہتے۔ اُس کے دوستوں نے اپنی زندگی کو اُسی سانچے میں ڈھال لیا۔ جو فرائڈ نے اپنے لئے تیار کر رکھا تھا۔

فرائڈ کی ذاتی کامیابی کا ایک اور ثبوت اُس کی گھریلو زندگی ہے۔ اُس کے خاندان کے افراد .. اس کی بیوی، سالی اور بچے سب کے سب اُس کے محدود حلقے میں شامل ہو گئے۔ شروع شروع میں فرائڈ کا کاروبار خوب چمکا لیکن اُس نے اپنا سارا کاروبار تجزیہ نفس کی قربان گاہ پر چڑھا دیا۔ اس کے خاندان کا سارا انحصار اُس کی اِسی آمدنی پر تھا۔ جوں جوں اُس کا کنبہ بڑھتا گیا (دس برس میں چھ بچے پیدا ہوئے تین لڑکے اور تین لڑکیاں) اُس کی آمدنی کم ہوتی گئی۔ جس سے اُن کا مستقبل بہت کم پُر امید رہ گیا۔ وہ لوگ جو فرائڈ کے خاندان کو جانتے تھے۔ فرائڈ کی بیوی کی قسمت

پر افسوس کیا کرتے کہ اُس کا خاوند ایک کامیاب ڈاکٹر تھا اُس کا اتنا اچھا کاروبار تھا لیکن ایکا ایکی جانے اُسے کیا ہو گیا۔ ترقی کر کے طب میں نام پیدا کرنے کی بجائے وہ اُلٹے راستے پر چل نکلا ہے۔ فرائڈ پر اُس کی بیوی کا اعتماد کبھی متزلزل نہیں ہوا۔ ابھی فرائڈ کی تصانیف شائع نہیں ہوئی تھی کہ اُس کی بیوی اُسے ایک بہت بڑا انسان جانتی تھی۔ یہ ایک بڑی شہادت ہے۔ ماں کے اس خلوص میں بچے بھی شامل تھے۔ جب کبھی وہ اپنے باپ کا نام لیتے یا اُس کا ذکر کرتے تو ان کے لب و لہجے میں ایک احترام پایا جاتا۔ فرائڈ اور اُس کی بیوی کے دوست اکثر بچوں کے اِس لب ولہجہ کا مذاق اُڑایا کرتے۔ ایک بار ایک بچہ تھوڑے عرصے کے لئے کہیں باہر رہا۔ جب وہ واپس گھر آیا اور اپنے بھائی سے ملا تو اُس نے سب سے پہلے باپ کا ذکر کیا ''ابا اب نیلی پیالی کی بجائے سبز پیالی میں چائے پیتے ہیں۔'' فرائڈ کی زندگی کا محور اُس کا کام تھا اور سارے خاندان کی زندگی کا محور فرائڈ کی ذات۔

ہر بڑے انسان کی بڑائی میں اس کی بیوی کا حصہ ضرور ہوتا ہے۔ یہی مسلمہ یہاں بھی نظر آتا ہے۔ فرائڈ کی بیوی مارتھا ایک اطاعت گزار اور وفا شعار بیوی تھی۔ گھر کی صفائی اور ترتیب کا بڑا خیال رکھتی۔ کیا مجال جو اس میں ذرا بھر فرق آنے پائے۔ اس کے ساتھ ایک اور صفت ایسی تھی جو ایسی بہت کم عورتوں میں پائی جاتی ہے۔ گھر کے نوکر چاکر اُس سے بہت خوش تھے۔ اُس کے ہاں جو بھی نوکر آتا برسوں تک رہتا۔ اُن کی ایک خادمہ امریکہ سے اُس کی بڑی لڑکی کی شادی میں شمولیت کرنے آئی۔ بڑے دنوں میں وہ اپنے سارے نوکروں اور اُن کے لواحقین کو باقاعدہ تحائف بھیجا کرتی۔

بیگم فرائڈ اور اُس کی بہن مینا کشیدہ کاری کے فن میں مشہور تھیں۔ وہ دھاگے کے ذریعے اعجاز پیدا کرتیں۔ اُن کا کام اُن کے حلقے میں کافی شہرت پا گیا تھا جنگ کے دوران میں جب سگار کی قلت ہو گئی۔ ان دونوں خواتین نے اپنا بہت سا کشیدہ کاری کا کام اُس تمباکو فروش خاتون کے نذر کر دیا جس سے فرائڈ سگار خریدتا تھا۔ تاکہ وہ اُسے راشن سے زائد سگار دیا کرے۔

فرائڈ اپنے کنبے کا اگرچہ سردار تھا لیکن وہ اُس کا ایک حصہ بھی تھا۔ وہ اُن سے الگ تھلگ نہیں رہا کرتا تھا۔ اگرچہ اُس کی زندگی کا مقصد وحید اپنا کام اور تحقیقات بن چکا تھا لیکن اس کے [illegible] کنبے کا ایک حصہ بنا رہا۔ گھر کا ماحول بہت پرسکون اور دوستانہ تھا۔ بچے اُسے ابا

(Deer Papa) کہہ کر پکارتے۔ خواتین سگی (سگمنڈ کا مخفف) کہتیں اور دوستوں اور شاگردوں میں پروفیسر کے نام سے یاد کیا جاتا۔ حالانکہ فرائڈ کبھی پروفیسر نہیں بنا۔ یہ قصہ بھی قابل ذکر ہے۔ اس کا بیان اُس نے خوابوں کی تعبیر کے سلسلے میں کیا ہے۔

فرائڈ نے شروع شروع میں اعصابی بیماریوں کے سلسلے میں نئی تحقیقات کی تھیں اُن کے پیش نظر یونیورسٹی اور کی سفارش اور وزیر تعلیم کی منظوری سے اُسے یہ مقام حاصل ہو گیا کہ وہ یونیورسٹی میں لکچر دے سکتا تھا۔ یہ عزت یونیورسٹی فیکلٹی کے ممبروں اور پروفیسروں کو ہی ہو سکتی تھی۔ فرائڈ کے لئے ایک عزت افزائی غیر متوقع تھی۔ کیوں کہ ایک تو اُس کی شفارش کوئی نہیں تھی دوسرے وہ یہودی تھا۔ لیکن اس کے باوجود اُسے یہ عزت مل گئی۔ یہ عزت کیسی ملی۔ اس کا قصہ کافی دلچسپ ہے۔

آسٹریا کا وزیر تعلیم جس کا نام ہارٹل تھا۔ ایک دن وی آئنا کے ایک امیر گھرانے کے ہاں مدعو تھا۔ گھر کی مالکہ نے جو فرائڈ کے زیر علاج تھی اُس کی عزت افزائی کی خاطر اُسے اپنے ہاں کی تصویروں کی گیلری دکھلانی شروع کی۔ وزیر تعلیم کو سوئز لینڈ کے مصور آرنلڈ بوائیکن کی ایک تصویر پسند آ گئی۔ اس زمانے میں یہ مصور بہت مشہور تھا۔ وزیر تعلیم کے زیر اہتمام حکومت کی طرف سے بھی ایک آرٹ گیلری تیار کی جا رہی تھی۔ بوائیکن کی تصویر کے بغیر یہ گیلری مکمل نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ وزیر تعلیم نے اس تصویر کو مانگ لیا۔ مالکہ نے مذاق میں جواب دیا کہ اگر فرائڈ کو ''پروفیسر'' کا اعزاز بخشا جائے تو وہ تصویر دینے کو تیار ہے۔ چنانچہ یہ سودا پکا ہو گیا۔

اِس نئے اعزاز سے فرائڈ کے علمی مرتبے میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ کیونکہ یہ صرف ایک اعزاز تھا۔ اُسے نہ تو فیکلٹی کے حقوق ملے اور نہ وہ اُس کا ممبر بن سکا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب فرائڈ کا نام چار دانگ عالم میں پھیل کر شہرت حاصل کر چکا تو حکومت نے نہایت ڈھیٹ پنے سے اُس کو ''پروفیسر'' کا خطاب دیا۔ جس کی حیثیت اعزازی تھی اُس وقت اُس کی عمر ستر برس کی تھی اور وہ اپنی تحقیقات میں اِس قدر مصروف تھا کہ اُس نے اس جانب توجہ ہی نہ کی۔ یہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ وہ یکتائے روزگار محقق جس نے ایک نئے سائنس کی بنیاد رکھی اور جو ساری دنیا کا اُستاد تھا اُسے اپنے وطن میں ''پروفیسر'' کے پورے حقوق بھی حاصل نہ ہو سکے۔

فرائڈ نے اپنے تئیں تدریسی مصروفیات سے الگ رکھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اس طرح اس

کا وقت فضول بحثوں اور غیر ضروری مصروفیات میں ضائع ہو گا۔ اُس نے جس مقصد کے لئے زندگی وقف کر رکھی تھی وہ اور تھا اور یونیورسٹی کی مجالس میں جو کاروبار ہوتا تھا بالکل اور نوعیت کا تھا۔ وہ باتیں جو اُس کی زندگی کے مجوزہ ڈھانچ میں نہیں آتی تھیں اُس نے انہیں زندگی سے بالکل خارج کر دیا تھا۔ ملاقاتیں رسمی میل ملاپ اور دعوتیں تو گویا اُس کے لئے ان جانی چیزیں تھیں۔ لیکن جہاں تک اُس کے دوستوں کا تعلق تھا۔ جب بھی انہیں مدد یا مشورہ کی ضرورت پیش آتی وہ کبھی دریغ نہ کرتا۔ اپنا کام چھوڑ کر بھی ان کی باتیں سنتا۔ ان میں سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ انہیں دیکھنے جاتا۔ ساری زندگی میں شاید ہی کبھی وہ کسی سوشل اجتماع میں پندرہ منٹ سے زیادہ دیر ٹھیرا ہو۔ تھیٹر میں اُس نے جو چند شامیں گزاری ہیں وہ مستثنیات سے ہیں۔ وہ صرف شیکسپیئر کا ڈرامہ ''ہیملٹ'' اور سفاکلیز کا ڈرامہ بادشاہ ایڈی پس دیکھنے گیا۔ اتوار کے روز وہ اکثر عجائب گھر چلا جاتا۔ آثار قدیمہ کے نادرات خصوصاً وہ نوادر جو مصر سے آیا کرتے تھے وہ ضرور دیکھتا کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا کہ اُس کا کوئی پرانا دوست آ گیا تو دونوں مل کر تاش کا ایک کھیل جو وی آنا میں بہت مقبول تھا کھیلنے لگے۔ وہ اس کھیل میں بہت مشاق تھا اور اُس نے اِس کھیل میں چند ایک باتیں ایزاد بھی کی تھیں۔

فرائڈ کی مصروفیات کا اندازہ اُس کے کام سے لگایا جا سکتا ہے۔ اُس کے ایک ساتھی اور شاگرد نے لکھا ہے۔ ''وہ صبح نو بجے سے ایک بجے دوپہر تک مریضوں کو دیکھتا۔ پھر دوپہر کا کھانا کنبے کے ساتھ مل کر کھاتا۔ اس کے بعد عموماً ایک گھنٹے کے لئے بازار چلا جاتا۔ حجامت بنواتا۔ کتب فروشوں، سگار کی دکان سے خرید و فروخت کرتا کباڑیوں کے ہاں سے آثار قدیمہ کی چیزیں تلاش کیا کرتا۔ اِس کے بعد ایک گھنٹہ اُن لوگوں کے لئے مخصوص تھا جو خصوصیت سے مشورہ لینے آتے۔ اِس کے بعد پھر مریضوں کا تانتا بندھ جاتا اور یہ سلسلہ سات ساڑھے سات بجے شام تک جاری رہتا اپنے پروگرام پر وہ بڑی سختی سے کاربند رہا کرتا لیکن اس میں کبھی کبھی تنوع بھی پیدا کر لیا جاتا۔ دوپہر کو گھر میں آ کر اُسے ایک گونا سکون میسر آتا۔ وہ کہتا دن کا پہلا حصہ تو ختم ہو گیا۔ بارہا اُس نے اندر داخل ہوتے ہی ایک عجیب قسم کی آواز نکالی جیسے کوئی غرا رہا ہو۔ عموماً یہ سب سے چھوٹی بچی کی خاطر ہوا کرتا تھا۔ شام کے کھانے کے بعد وہ اپنے اسٹوڈیو میں چلا جاتا۔ بدھ کی شام کو تجزیہ نفس کی مجلس کا جلسہ ہوتا۔ ہفتہ کی شام اس کا لکچر ہوتا تھا جس کی تیاری وہ دوپہر سے کرنی

شروع کردیتا۔ واپس آ کر عموماً تاش کی بازی لگتی۔ کبھی کبھار شام کے بعد تجزیہ نفس کے رسائل میں شائع ہونے والے مضامین کے مسودات دیکھے جاتے۔''

فرائڈ کے اسٹوڈیو میں مجسمے رکھے تھے دیوتاؤں کے مجسمے بعض دیوتا تو جانوروں کی شکل کے تھے۔ کمرے میں سگار کا دھواں بھرا رہتا۔ یہاں بیٹھ کر جب وہ اپنے خاص دوستوں اور شاگردوں سے گفتگو کرتا یا انہیں اپنے نئے مضامین سناتا۔ تو سننے والوں پر اس کا اور بھی اثر ہوتا۔ یہ محفلیں بڑی دلچسپ ہوا کرتی تھیں۔ کیوں کہ فرائڈ کی شخصیت اور کمرے کا ماحول مل کر کچھ اور ہی تاثر پیدا کرتے تھے۔ ان صحبتوں میں بڑی پر لطف باتیں ہوا کرتیں۔

شام کے بعد وہ اکیلے میں کام کرنے کا عادی تھا۔ کافی رات گئے تک بیٹھا پڑھتا اور لکھتا رہتا اور جونہی وہ بستر پر دراز ہوتا سو جاتا ہر صبح ٹھیک وقت پر اس کی آنکھ کھل جاتی۔ نپولین میں بھی یہی وصف تھا کہ وہ ذہنی قوتوں کو جب چاہتا اکٹھا کر لیتا اور جب چاہتا اُن سے کام لینا شروع کر دیتا۔ یہ وصف بہت کم انسانوں میں پایا جاتا ہے۔

فرائڈ وقت کے معاملے میں بہت کفایت شعار تھا۔ کیا مجال جو بے فائدہ وقت ضائع ہو۔ یہی وجہ تھی کہ اُسے انتظار سے بہت نفرت تھی۔ فرائڈ کہا کرتا کہ۔ ''ایک گنہگار کو اگر لاکھوں برس دوزخ کی آگ میں جلایا جائے اور پھر اُسے وہاں سے نکال کر دوسرے کمرے میں اس لئے بٹھا دیا جائے کہ وہاں بیٹھ کر وہ آئندہ فیصلے کا انتظار کرے تو یہ انتظار آگ سے جلنے سے زیادہ تکلیف دہ عذاب ثابت ہوگا۔''

تناقض بالذات انسانی فطرت کا نشان ہے۔ فرائڈ بھی کبھی کبھی وقت کے استعمال میں اسراف سے کام لیا کرتا اور یہ اُس وقت ہوتا جب اُسے کہیں ریل سے جانا ہوتا۔ وہ وقت سے کافی پہلے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ جاتا اور گاڑی کے آنے کا انتظار کیا کرتا۔

علی الصبح ناشتہ سے لے کر رات کے سونے تک وہ سگار پینے کا عادی تھا کیا مجال جو ایک لمحے کے لئے سگار نوشی کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ اس کا معمول تھا کہ وہ روزانہ بیس سگار پیتا۔ یہ سگار زیادہ لمبے نہیں ہوتے تھے اور نہ اُن کا تمباکو زیادہ کڑوا ہوتا۔ یہ اُس تمباکو سے بنے ہوتے جو آسٹریا حکومت کے زیر تحویل تھا۔ اُسے سگار نوشی کی عادت اِس قدر زیادہ تھی کہ اگر اُس کے اردگرد بیٹھنے والے سگار نہ پیتے تو وہ جھنجھلا اٹھتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کے محدود حلقے کے اراکین سب کے سب

سگار پینے لگے بیماری کی وجہ سے اس کے اپریشن ہوئے ان کی وجہ سے مجبوراً اُسے سگار پینے میں کمی کرنی پڑی لیکن آخروقت تک وہ سگار پیتا ضرور رہا۔

سال کے دوران میں وہ بار بار تھوڑے تھوڑے دنوں کا لئے چھٹیاں منانے کے قائل نہیں تھا۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ کام کے دوران میں وقفہ ڈالا جائے۔ بلکہ ہر سال وہ تین ماہ کے لئے سارا کاروبار بند کردیتا اور جون سے لے کر ستمبر تک چھٹی مناتا۔ اُس کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنے خاندان کے ہمراہ الپائن کی تفریح گاہوں میں جایا کرتا۔ اسی چھٹی کے آخری ایام سفر کے لئے مخصوص تھے وہ اٹلی میں جا کر خوب خوب سیر کیا کرتا۔ اس سفر میں اُس کا بھائی اور کبھی کبھار اس کا دوست اور پیرو فرنسی (Ferencyi) ساتھ ہوا کرتا تھا۔

روم کی سیر کا اُسے بڑا شوق تھا۔ لیکن کئی برس وہ وہاں نہ جا سکا۔ کیونکہ اُسے خیال تھا کہ ستمبر میں وہاں ملیریا کا خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ اس کا یہ خیال کئی اور خیالات کی طرح محض توہم پرستی پر مبنی تھا تو اُس نے روم جانا شروع کر دیا۔ اس کا ذکر اُس نے اپنی کتاب ''تعبیر خواب'' میں بھی کیا ہے۔ سیزر کا روم اور نشاۃ الثانیہ کا روم عمر بھر اُس کا محبوب ملک رہا۔ لیکن زندگی کے آخری ایام میں ایتھنز نے روم کی جگہ لے لی۔

زندگی بھر اس نے جتنے بھی سفر کئے ہیں ان میں سے امریکہ کا سفر سب سے ناکام رہا حالانکہ جن حالات میں یہ سفر کیا گیا تھا وہ بہت سازگار تھے۔ کلارک یونیورسٹی نے فرائڈ کو دعوت دی کہ وہ وہاں آ کر ایک سلسلہ لیکچروں کا شروع کرے اور یونیورسٹی کی بیسویں سالگرہ کے موقع پر اعزازی ڈگری قبول کرے۔ یہ اعزاز اس زندگی میں پہلا موقع تھا جب اُس کی دریافتوں کو شرف قبولیت بخشا گیا۔ یونیورسٹی کے صدر پروفیسر جی سٹینلے ہال نے فرائڈ کی عزت افزائی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ پھر بوسٹن میں پروفیسر پُٹ نام نے بھی فرائڈ کے خوب آؤ بھگت کی۔ پروفیسر پُٹ نام اگرچہ خود ''پیورٹین'' فرقے سے تعلق رکھتا تھا جو اخلاق کا بہت خیال رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس نے ''منافی اخلاق'' تحلیل نفسی کی خوب مدافعت کی۔ سمندر کے سفر کے دوران میں اس کے ساتھ اس کے بہترین دوست فرنسی جونز اور ژنگ موجود تھے۔ چنانچہ اپنے اس سفر کے بارے میں وہ اپنے خودنوشت میں لکھتا ہے۔ ''یورپ میں اپنے تئیں ایک اچھوت خیال کرتا تھا لیکن یہاں (امریکہ میں) میں نے دیکھا کہ بڑے سے بڑا آدمی مجھے اپنے برابر سمجھتا ہے۔ جب میں نے

پانچ لکچروں کا سلسلہ شروع کیا تو مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا کوئی بیداری کا نرالا خواب پورا ہو رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ تحلیل نفسی اب کوئی موہوم چیز نہ تھی بلکہ ایک مفید حقیقت بن کر سامنے آ گئی تھی۔" سفر کی ابتدا جس امید افزا طور سے ہوئی تھی۔ انجام اتنا ہی مایوس کن ہوا اور جب وہ اس سفر سے لوٹا تو اس کے ذہن میں جتنے تاثرات تھے ان سے وہ ایک بوجھ محسوس کر رہا تھا اور ان تاثرات نے اس تصویر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جو اُس نے امریکہ کے متعلق تیار کی تھی۔ اس کا تاثر امریکہ کے بارے میں یہ تھا کہ "امریکہ ایک پُرشکوہ تجربہ ہے جسے ساری دنیا نے دیکھا لیکن مجھے ڈر ہے کہ تجربہ کامیاب نہیں ہوگا۔"

گرمیوں کی چھٹیوں میں وہ مریضوں کا علاج معالجہ اور اُن کے معائنہ کرنا بالکل بند کر دیا کرتا۔ لیکن بیماری کی وجہ سے حالات بالکل بدل گئے اور سفر کرنا اس کے لئے تکلیف دہ ہو گیا اس کا کسی ایسی جگہ جانا جہاں کوئی ڈاکٹر موجود نہ ہو بہت خطرناک تھا۔ اب وہ گرمیوں میں غیر معین مدت کے لئے کسی قریب کے پہاڑی مقام پر چلا جاتا جہاں اس کے لئے ایک ایسا گھر کرایہ پر لیا جاتا جس کے ساتھ باغ بھی ہو۔ کوشش یہ کی جاتی کہ اس کے متجسس ملاقاتی نہ آئیں۔ وہ ان لوگوں سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ اُسے شہرت سے بہت نفرت تھی۔ تماشا بننا اُسے پسند نہیں تھا۔ لیکن منہ کے اپریشن ہونے چہرے میں جو نقص پیدا ہو گیا تھا اس سے وہ زیادہ احساس ہو گیا اور ملاقاتوں کا سلسلہ بالکل بند کر دیا۔ زندگی کے آخری ایام میں تو اس نے وی آئنا کے گردونواح میں ہی گرمی کا موسم گزارنا شروع کر دیا۔ وہاں وہ ایسا مکان تلاش کر لیتا جس میں باغ ضرور ہو۔

اس کا حلقہ العباب روز بروز محدود ہوتا گیا۔ لیکن ہر وہ چیز جس میں حسن کا شائبہ تک بھی نظر آ سکتا تھا اُس کی توجہ کا مرکز بن جاتی۔ وہ اپنے باغ کے ایک ایک تنکے کا مشاہدہ کیا کرتا اور پھر اُسی گرم جوشی سے ان میں تبدیلیوں کا ذکر کرتا جس طرح وہ دنیا کی مختلف قوموں کے آرٹ اور تہذیب کا ذکر کیا کرتا۔ جن کا مطالعہ اس نے کیا تھا اُس نے انسان کی نشوونما کی تاریخ میں ایروس (Eras) جبلت حیات اور موت کی جبلت کی کشمکش کا بہت گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اُسی کی روشنی میں پھول کی زندگی کے چکر پر بھی غور و فکر کیا کرتا۔ کس طرح پھول اُگتا ہے بڑھتا ہے مرجھا کر گر پڑتا ہے اور پھر دوبارہ جنم لیتا ہے۔

زندگی کے آخری دنوں میں بھی اس نے اپنی تجزیاتی تحقیقات کو جاری رکھا۔ گو اس کا وقت چند گھنٹے کر دیا گیا تھا۔ اس وقت وہ صرف فوری کیس اور خاص مریضوں کو دیکھتا۔

گرمیوں کے تین مہینے چھٹی منانا فرائڈ کے نزدیک ایک مذہبی فریضے کی سی اہمیت رکھتا تھا۔ جب اس کی صحت بحال تھی تو اُسے لکھنے کے لئے کافی وقت میسر آ جاتا۔ اس نے اِن دنوں سے پورا پورا فائدہ بھی اٹھایا تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب اس کے پاس زیادہ فرصت کا وقت نہیں ہوتا تھا تو تحریری کام ہی نہ کرتا تھا۔ بلکہ اپنی ساری مصروفیات کے باوجود جب وہ ان میں منہمک ہوتا تو بھی اپنا کام کیے جاتا۔ چنانچہ بہت سے ایسے مسائل جن کے لئے توجہ کی کافی ضرورت ہوتی تھی۔ اُس نے اپنی ساری مصروفیات کے ہوتے ہوئے ان پر لکھا اور خوب خوب لکھا۔ پھر اس دوران میں نہ اس نے دوسرے کاموں کو ترک کیا اور نہ دوسرے کاموں کی زیادتی کی وجہ سے اس کے مضامین تشنہ رہے۔ جب محنت سے محبت ہو جائے تو وقت بھی نکل آتا ہے۔

۵

شاعر، فن کار، سائنس دان اور ماہرین نفسیات دنیا کو نئے نئے خیالات سے متعارف کراتے ہیں اور انسان کے محدود علم میں برابر اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ نفسیات کے ایک طالب علم کے لئے یہ سوال بہت دلچسپ ہے کہ تخلیقی فکر کیسے عمل پیرا ہوتی ہے؟ نئے خیالات کس طرح جنم لیتے ہیں پختہ ہوتے ہیں اور بالآخر سامنے آتے ہیں؟ اپج کسے کہتے ہیں۔ یہ مطالعہ بہت دلچسپ ہے اور اس کے لئے کسی ''دیدہ ور'' کی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کے قرب سے وہ ساری حقیقتیں پائی جا سکیں جن سے دوچار ہو کر ''دیدہ ور'' کے خیالات کی تکمیل ہوتی ہے۔

جہاں تک فرائڈ کی زندگی کا تعلق ہے اس نے اپنا ایک لائحہ عمل تیار کر لیا تھا اور اُس کی زندگی اُسی کے مطابق بڑی باقاعدگی سے بسر ہوتی رہی۔ وہ اپنا تحقیقاتی کام بڑے انہماک سے کرتا رہتا۔ اس کے آٹھ یا نو گھنٹے روزانہ تجرباتی کاموں پر صرف ہوتے۔ یہ کافی عرق ریزی کا کام تھا دماغی کام کرنے کے لئے جس توجہ اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پھر تجزیہ نفس بذات خود ذہنی کاروبار ہے جس سے اس کی نزاکت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ فرائڈ کو ایک اور وقت کا بھی سامنا تھا۔ اُسے اپنا تجزیہ آپ کرنا پڑتا۔ اپنے لاشعور کو کریدنا ہوتا اس سے اس کی عرق ریزی میں اور اضافہ ہو جاتا۔

جب ہم کسی کے ذہن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے اس شخص کے چند پہلو لمحے دو لمحے کے لئے آتے ہیں۔ جس سے ہم اس کی ذات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اگر ہم اس مطالعہ کو گہرا کرنا چاہیں تو ہمیں محض ذات سے اندازہ لگانے کی بجائے گہرائی کی طرف جانا ہوگا تجزیاتی ادراک پر بھی یہی اصول حاوی ہوتا ہے۔ لاشعور ذہن کا ایک حصہ ہے جس میں وہ جذبات اور

بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اگر اسے اپنی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو پھر وہ قابو سے باہر نکل جاتا ہے اور اس قدر دور جا پہنچتا ہے۔ جہاں اس کا چلا جانا تجزیہ کے لئے بھی موزوں نہیں ہے۔ جب ایک طرف شعوری مقصد ہو اور دوسری طرف کوئی لاشعوری کشش تو اس سے ایک مزاحمت (Resistance) پیدا ہوتی ہے جس کے نتائج ناگوار ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے تجزیہ کار کے لئے لازمی ہو جاتا ہے کہ وہ خود اپنا مسلسل تجزیہ کرائے تاکہ اس میں دیرپا ضبط نفس پیدا ہو جو وہ ذاتی تعلقات کو استوار کر سکے۔ کیونکہ تجزیہ کار اور اُس کا ''معمول'' شعوری طور پر اگرچہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر رہے ہوتے ہیں لیکن لاشعوری طور پر اُن میں اختلاف ہوتا ہے۔ اس کے بغیر تحقیق و ادراک سے مقصود حاصل نہیں کیا جا سکتا اور نہ اُن میں ایسی مفاہمت پیدا ہو سکتی ہے جو جذبات سے بالاتر اور جامع ہو۔ ان دماغی قوتوں کے عمل کی پرداخت کے لئے تجزیہ کار اور اس کے معمول کے درمیان ایک فاصلے کی ضرورت ہوتی ہے جسے کسی حالت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تحقیق اور ادراک کے نازک توازن کو برقرار رکھنے سے تجزیہ کار کے ذہن پر کافی بوجھ پڑتا ہے۔ بھلا ایک تجزیہ کار جسے اپنے آپ کو ایک دن میں سات یا آٹھ شخصیتوں میں ڈھالنا پڑتا ہو اور پھر اس دوران میں اُسے اپنے پر پورا قابو بھی رکھنا پڑے کیا اس کے لئے ضروری نہیں کہ اُسے علیحدگی میسر آئے جس سے اس وقت اپنی تھکاوٹ دور کر سکے۔

لاشعور کو سمجھنے کے لئے فرائڈ کا وجدانی ادراک اُس بلند مقام تک پہنچا تھا جہاں تک نفسیاتی بصیرت چھان بین کر سکتی ہے۔ اس نے لاشعور کی بھول بھلیوں کو جنہیں اب تک کسی نے نہیں سمجھا تھا کریدا اور سمجھا۔ وہ اُس خارزار راستے کا راہ نما تھا جہاں ہر قدم پر ایک نئی تاریکی کا سامنا ہوتا ہے اور نیا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اس نے اپنی تحقیقات کی ابتدا کی تو اس وقت اس کا کوئی نظریہ نہ تھا اور نہ ایسا فنی تجربہ جس سے وہ کوئی نظریہ قائم کر سکتا اس نے جونہی اپنے تجربات شروع کئے۔ چاروں طرف سے اس کی راہ میں رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کئے گئے۔ مخالفت ہونے لگی۔ اس کی حوصلہ افزائی کرنے کی بجائے اس کے ہم عصروں نے اس کے خلاف بڑے زور شور سے آواز اٹھائی۔ اُس کی تضحیک کی گئی۔ تجزیاتی تحقیقات کے دوران لاتعداد تجربات ہوا کئے۔ لیکن اس کے پاس کوئی لیباڑی نہیں تھی۔ جس کی مدد سے وہ ان تجربات کو باقاعدگی سے کھنگال سکتا۔ اس راہ داری کے عالم میں اُس نے ان بے شمار واقعات اور تجربات سے آہستہ آہستہ نتائج اخذ کرنے شروع کئے جو

بالآخر اس قابل ہو سکے اُن سے سائنٹیفک طریق پر کام لیا جا سکے۔ ان تجربات اور تاثرات سے وہ پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا اس لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ اپنی توجہ اُن سے ہٹا لے۔ یہاں تک کہ کام کرنے کے اوقات ختم ہو جاتے۔ کام سے فراغت پا کر ذرا سستا لینا اُس کے لئے ایک ایسی عشرت تھی جو اُسے میسر نہ آتی۔ آٹھ نو گھنٹے وہ تجزیاتی کام کرتا۔ مریضوں کی تحلیل نفسی کرتا اور اس کے بعد وہ تمام مواد جو دن بھر اکٹھا ہوتا رہا تھا قلمبند کر کے نہایت تن دہی سے اس کا جائزہ لیتا۔ اس کے بعد وہ چھان بین کرتا اور کوشش کرتا کہ جب تک تازہ مواد اس کے ذہن میں ہے۔ اس کی اچھی طرح چھان بین کر لے۔ یہی ایک طریقہ تھا جس سے وہ اس سارے مواد کو محفوظ کر سکتا تھا۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اچھے اچھے مشاق بھی یہاں آ کر رہ جاتے ہیں۔ پچاس برس متواتر فرائڈ اپنے مریضوں کے امراض کی روداد لکھتا رہا ان میں جو نکات اہم ہوتے وہ ان کو بالتفصیل درج کرتا اور کوشش کرتا کہ حرف بحرف تحریر میں آ جائیں وہ ان تفاصیل کو فوراً تحریر میں نہیں لاتا تھا۔ بلکہ پہلے مجمل طور پر لکھتا۔ اس کے بعد ہفتہ بھر ایسی اجمالی تحریریں اکٹھی کر کے انہیں ایک باقاعدہ بیانیہ کی صورت دے لیا کرتا۔ چنانچہ ان میں سے چند ''رودادیں'' شائع بھی ہوئی ہیں۔ ان کا مطالعہ کافی معلومات افزا ہے۔ ان کو دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک شخص اگر محنت سے متواتر کام کرتا رہے تو نو دس گھنٹوں میں ایک بھی روداد مرض مکمل نہیں لکھ سکتا۔ فرائڈ کتنا محنتی تھا۔

فرائڈ کے خطوط بھی بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ اُن میں بعض خطوط نجی قسم کے تھے اور بعض خطوط حادثات زمانہ کی وجہ سے تلف بھی ہو گئے ہیں لیکن اس کے باوجود خطوط اب بھی موجود ہیں جب کبھی وہ شائع ہوئے اُن کی تعداد ہزاروں ہوگی۔ یہ خطوط اپنے رفقا، اجنبیوں، پیروؤں، نقادوں، مخالفوں اور ہمدردوں کو لکھے گئے ہیں۔ ان میں وہ لوگ ہیں جو اُس کے زیر علاج رہے وہ عالم ہیں جن کی دلچسپی نے انہیں اُس کی طرف متوجہ کیا وہ ادیب ہیں جن کے نفسیاتی وجدان کو فرائڈ کی تحریروں سے دھکا لگا۔ اُسے کوئی بھی خط لکھ دیتا اور اگر اس میں کوئی بات قابل توجہ ہوتی یا کوئی انوکھا مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ ضرور اس کا جواب دیتا۔ یہ مکاتیب زیادہ تر اُن پیروؤں کو لکھے گئے ہیں جو مختلف ملکوں میں بستے تھے۔ فرائڈ ان کے لئے راہ نمائی اور مشوروں کا ایک مسلسل منبع تھا۔ تحلیل نفسی کے سلسلے میں وہ متواتر اپنے ان شاگردوں کو ہدایات دیتا رہتا۔ یہی نہیں بلکہ ان کے ذاتی معاملات میں بھی وہ اُن کی راہ نمائی کرتا۔ ان لوگوں کے کردار کے مسائل بھی ذرا زیادہ الجھے

ہوئے تھے۔ ان کو سلجھانے میں وہ سب کی مدد کرتا۔ اس کے اُن خطوط میں نئے نئے انکشافات ہوتے تحلیل نفسی کی نشوونما کی راہ میں جس قدر رکاوٹیں آتی تھیں اُن کا حل ہوتا اور تمام باتیں ہوتیں جن سے یہ تجزیہ کار اپنے ذہن کو صاف کر سکتے تھے۔ اس کے خطوط ایک مشعل راہ تھی۔ جو دنیا کے چاروں کونوں میں اس کے پیروؤں کے لئے راستہ دکھانے کا کام دیتی تھی۔

اس کے لکھنے کے میز پر کاغذ کا ایک بڑا ٹکڑا رکھا رہتا جس پر تاریخ درج ہوتی۔ اس کاغذ کے بائیں جانب وہ تمام خطوط درج ہوتے جو اُسے باہر سے آئے تھے اور دائیں جانب وہ خطوط جو اُس نے لکھے۔ وہ اپنے تمام خطوط کا جواب خود اپنے قلم سے دیا کرتا۔ عمر کے آخری حصے میں کبھی کبھی اس کی بیٹی انا فرائڈ سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیتی رہی۔ اپنی موت سے ایک ہفتہ قبل بھی جبکہ طاقت جواب دے چکی تھی اور مشکل سے قلم تھام سکتا تھا اُس نے چند خطوط لکھے۔

اگر یہ مکاتیب مرتب ہو کر شائع ہو گئے تو دنیا فرائڈ کے علم و حکمت سے اور زیادہ مستفید ہو گی اور اُن میں سے اور روشنی ملے گی جو اُن کے لئے مشعل راہ ہو سکے گی۔ ان خطوط میں فرائڈ کے خیالات کی گہرائی، جرات، دلیری اور طرز نگارش حیرت انگیز طور پر نمایاں ہو گی۔ بہت سی ایسی باتیں جو اس کی تصانیف میں بھی نہیں آ سکیں یہاں ملیں گی۔ خط کا لب ولہجہ ذاتی اور نجی ہوتا ہے اور اس میں بے تکلفی بھی پائی جاتی ہے۔ وہ ایک گھنٹے میں دس بارہ خطوط لکھتا تھا۔ یہ رفتار حیرت انگیز ہے کیونکہ اتنے تھوڑے وقت میں اس قسم کی فنی خطوط لکھنا معجزے سے کم نہیں۔

فرائڈ نے سائنٹیفک دنیا میں اپنی تحقیقات اور دریافتوں سے اس قدر اضافہ کیا ہے کہ اس کی مثال انسان تاریخ میں نہیں ملتی۔ وہ پہلا انسان ہے جس نے خود انسان کو سمجھنے کے لئے اس قدر کام کیا۔ پھر جو شخص بھی اس سرچشمہ سے سیراب ہوا وہ بھی انسان کو سمجھنے لگا۔ اور بنی نوع انسان کی الجھنوں کو کم کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ساٹھ برس کی طویل مدت اس نے انسانیت کی خدمت میں گذاری ہے۔ اس دوران میں قلم اور زبان سے وہ برابر اپنا پیغام دنیا کو دیتا رہا۔ آج ہمارے سامنے اُس کی تحریروں کے انبار لگے ہیں۔ یہ علم و حکمت کے وہ خزانے ہیں جن کے ذریعے انسانیت کے اس محسن نے انسان کو بلند کرنا چاہا۔ انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا دعویٰ ہے۔ حالانکہ یہ دعویٰ بالکل ایک واہمے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ فرائڈ ہی تھا جس نے انسان کو اس واہمہ سے نکالا اور پھر اُسے وہ روشنی بخشی جس کے ذریعے انسان انسان بن سکتا ہے۔

فرائڈ اکثر لکھنے سے پہلے اپنے موضوع پر بہت زیادہ غور وخوض کیا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی تحریر میں کبھی کسی لفظ کو قلمزد نہیں کرتا تھا۔ ہاں جب کبھی کوئی بات یا نظریہ اُسے بدلنا ہوتا وہ ساری تحریر کو ''دوبارہ لکھتا۔ اُسے اپنی تحریر میں کانٹ چھانٹ پسند نہ تھی۔ اس کی محنت کا اندازہ لگائیے کہ اس نئی کی کتابیں برسوں شائع نہ کرائیں بلکہ انہیں بار بار لکھتا رہا اور جہاں کہیں اُسے بدلنا پڑا اس نے ساری تحریر کو دوبارہ لکھا۔''

وہ اپنے آپ پر کڑی تنقید کرنے کا عادی تھا۔ اگر کسی بات سے اس کی اپنی تشفی نہ ہوتی تھی تو وہ اس وقت تک اُسے التوا میں رکھتا۔ جب تک اسے اس کے متعلق خود اطمینان نہ ہو جاتا وہ لوگ جنہیں وہ اس قابل سمجھتا تھا کہ اس کی تحریروں پر تنقید کر سکیں ان کی تنقید کا وہ ہمیشہ خیر مقدم کرتا۔ جب اپنے رفقا یا انٹرنیشنل سائیکو انیلیسز سوسائٹی میں وہ کوئی مقالہ پیش کرتا تو اس پر خوب بحث ہوا کرتی۔ وہ خود بھی اس بحث میں حصہ لیتا اور ہر سوال کو اس نوعیت کے مطابق زیر بحث لاتا۔ فرائڈ کی طرز فکر میں ایک بات بہت زیادہ قابل غور ہے وہ ہر نظریہ قائم کرنے سے پہلے اس پر خود بہت سے سوالات اور اعتراضات وارد کر لیتا اور پھر اُن کے حل کرنے کے بعد کسی نتیجہ کو مرتب کرتا۔ اس لئے اکثر ان بحثوں میں جو بھی سوالات پیش کئے جاتے وہ عموماً وہی ہو جو خود اس کے پیش نظر تھے۔ شاذ ہی ایسا کوئی موقعہ ہوگا جب اُسے اپنے کسی نظریئے کو ان مجالس کی بحث کے باعث بدلنا پڑا ہو۔

بحث وتمحیص کے سلسلے میں اگر کوئی نقاد خلوص سے اس پر سوالات کرتا تو اعتراضات کا سلسلہ کتنا ہی فرسودہ کیوں نہ ہوتا وہ بڑے تحمل سے اُن کو سنتا اور جواب دیتا۔ وہ لوگ جو دلائل کی بجائے اپنی قابلیت اور لفاظی سے رعب جمانے کی کوشش کرتے وہ انہیں درخور اعتنا نہ سمجھتا تحلیل نفسی کی تحریک کے ابتدائی دور میں جب فرائڈ بحثوں میں حصہ لیا کرتا تھا ان دنوں کا ذکر ہے کہ وہ طلباء کی ایک مجلس میں موجود تھا۔ جہاں ''جنسی اجتناب'' کا موضوع زیر بحث آیا۔ فرائڈ کو بھی بولنے کی دعوت دی گئی۔ اس نے موافق یا مخالف کچھ نہ کہا۔ بلکہ تجزیہ نفس کا زاویہ نگاہ پیش کیا۔ وہاں ایک فلسفے کے پروفیسر بھی موجود تھے جو فرائڈ کی ہر بات کی مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے چنانچہ وہ اخلاق کے راہوار پر سوار ہو کر فرائڈ پر حملے کرنے لگے۔ فرائڈ ٹوپی پہنی کوٹ اُٹھایا اور ایک لفظ کہے بغیر وہاں سے چلا آیا۔

نئے اور انوکھے خیالات کس طرح جنم لیتے ہیں؟ اس کا جواب فرائڈ کی زندگی میں ملتا ہے ابتدا میں اُسے امراضِ دماغی کے علم کی تحقیقات کے دوران میں ایک نئی بات کا تھوڑا سا سراغ ملا۔ اس نے اپنی توجہ ذہن پر مرکوز کردی۔ آہستہ آہستہ معلومات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور پھر ایسے نئے اصولوں نے جنم لیا جو انسانی نفسیات اور تہذیب پر حاوی ہو گئے۔ تحقیقات کے دوران میں کئی بار ایسا بھی ہوا کہ ایک اور مسئلے پر غور کر رہا ہے کہ ایک نئی بات سامنے آ گئی۔ ایک دن وہ کسی مزاحیہ رسالے میں ایک کارٹون دیکھ رہا تھا جس میں ایک لڑکی کی زندگی کے دو رخ دکھائے گئے تھے۔ پہلی حالت میں وہ ہاتھ میں چھڑی لئے بطخیں ہانک رہی تھی اور دوسری میں وہ گورنرس تھی جو چند نوجوان لڑکیوں کو اپنی زنانہ چھتری سے اشارہ کر کے کچھ بتا رہی تھی۔ لڑکیوں اور بطخوں کے گروہ میں یکسانیت پیدا کی گئی تھی۔ اس کارٹون سے اس نے ارتقاع کے نظریئے کی طرف توجہ کی اور بالآخر مزاح اور لاشعور کے تعلق پر ایک مفصل کتاب لکھی۔

فرائڈ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ جس موضوع سے اُسے دلچسپی ہوتی وہ اس کے متعلق ہر کتاب اور سائنٹیفک مقالہ جو اسے میسر آتا پڑھ لیا کرتا۔ اُسے تاریخ سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ اس کے بعد قدیم روم اور یونان کی زندگی اور آرٹ اس کی توجہ کا مرکز ہے۔

مصر، بابل اور شام کی تہذیب سے بھی اس کو کافی لگاؤ تھا۔ جب کبھی وہ پرانے مدفون شہروں کی کھدائی کی روداد پڑھتا تو اس کے دل میں وہاں کے حالات دریافت کرنے کا ایک جوش پیدا ہو جاتا۔ خود اس کے پاس نادرات قدیمہ کا کافی ذخیرہ تھا۔ وہ نو دریافت نوادر سے اپنے نادرات کا مقابلہ کرتا۔ اس نے ان نادرات کے ذریعے مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کی ذہنی نشوونما کا اندازہ لگایا اور تحلیل نفسی کی روشنی ان ساری دلچسپیوں پر اثر انداز ہوتی تھی۔ وہ تہذیبیں جو مٹ چکی تھیں اور جن کے کھنڈرات سے نئی تہذیبیں معرضِ وجود میں آتی رہیں۔ اس میں اُس نے اس تہذیبی دباؤ کا گہرا مطالعہ اور اس کے نتائج سے تحلیل نفسی کی نشوونما دی۔

جب وہ اپنے اسٹوڈیو میں کسی سے باتیں کر رہا ہوتا تو ان نادرات میں سے کوئی چیز اٹھا لیتا اور نگاہیں اس پر گاڑ دیتا ہاتھوں سے اُسے چھوتا رہتا۔ جب کوئی دوسرا باتیں کرنے لگتا تو وہ کبھی ایسا نہ کرتا بلکہ نہایت توجہ سے اُس کی باتیں سنتا۔ کبھی کبھی اس دوران میں وہ اپنی انگشتری کو حرکت دینے لگتا۔ اس کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ یا تبدیل نشست سے کبھی بات کرنے والا جواب میں

کچھ کہتا تو معلوم ہوتا کہ اُس نے ساری باتیں بڑے غور سے سنی تھی۔

اپنے رفیقوں سے باتیں کرتے وقت تحلیل نفسی کا زاویہ نگاہ اس کے پیش نظر آتا۔ زندگی کا ہر حادثہ جو زیر بحث آتا اس کی دور بین اور دور رس نگاہ اس سے بچپن کی خواہشات جنسی دباؤ کے اثرات ارتفاع یا وہ ساری صورتیں جن کا روپ بدل کر وہ المیہ یا مزاحیہ نقاب اوڑھ لیتا تھا ڈھونڈھ لیتی تھی۔ فرائڈ نے دنیا کو تحلیل نفسی کی عینک سے دیکھا اور ساری باتیں جن سے دوسروں کی آنکھیں چندھیا جایا کرتی تھیں اس پر اثر انداز نہ ہو سکیں۔

فرائڈ کی ساری دلچسپیوں کا مرکز انسانی ذہن تھا اور ان دلچسپیوں کا ایک حصہ کتابوں کا مطالعہ۔ یہ مطالعہ محض فنی کتابوں تک محدود نہیں تھا بلکہ اس نے دنیا بھر کے اعلیٰ وارفع ادب کو کھنگال ڈالا۔ اپنے زمانے کے نامور ادباء کی تصانیف بھی اس کے پیش نظر رہتیں۔ اپنی مادری زبان جرمن کے علاوہ اُسے انگریزی اور فرانسیسی پر پورا عبور تھا۔ اطالوی اور ہسپانوی زبانیں وہ بڑی آسانی سے پڑھ سکتا تھا۔ لاطینی اور یونانی زبانیں اس نے سکول کے زمانے میں پڑھی تھیں مگر اُن سے اُس نے زیادہ کام نہیں لیا۔

مصنفین میں سے اُسے اناطول فرانس سب سے زیادہ محبوب تھا اور اس کی تحریروں کا وہ اپنے احباب سے اکثر ذکر کیا کرتا اناطول فرانس کی ایک کہانی ''فرشتوں سے بغاوت'' اُسے بہت پسند تھی۔ اس میں ایک جگہ اناطول فرانس تہذیب کی نشوونما کو باغی فرشتوں کی کشمکش کے پیرائے میں بیان کرتا ہے۔ اس کہانی کا انجام تو فرائڈ کو بہت زیادہ پسند تھا شیطان باغی فرشتوں کی قیادت رد کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ''ازلی مطلق العنان'' کو اپنی قوت سے برطرف کر کے اس کی جگہ حاصل کرنے کا لازمی نتیجہ ہوگا اس میں بھی ظلم اور تنگ نظر آ جائے گی۔

انیسویں صدی کے جرمن کلچر پر گاسٹے چھایا ہوا تھا۔ اُس کا اثر ذہین لوگوں کی عام گفتگو میں بھی نظر آتا تھا۔ فرائڈ اُس کی تصنیف کا دلدادہ تھا۔ اس کی لائبریری میں گاسٹے کی تمام تصانیف کی اعلیٰ ترین ایڈیشن موجود تھے۔ فرائڈ کہا کرتا تھا کہ ''اپنی ذات کو چھپانے کے لئے اُس نے اتنی کتابیں لکھی ہیں۔''

روسی مصنف دستوفسکی کی تصانیف میں نفسی تجزیہ کے آثار ملتے ہیں۔ اگر آرٹ اور سائنس کے راستے مختلف نہیں ہیں تو دستوفسکی کو فرائڈ کا پیش رو کہنا مبالغہ ہوگا۔ فرائڈ اس کے کرداروں

کا مطالعہ بڑی دلچسپی سے کیا کرتا تھا۔ ان کی کشمکش اور نفسیات کا وہ قائل تھا۔ دستوفسکی کے کردار مرگی کا شکار ہیں۔ لیکن فرائڈ اس کردار نگاری سے متفق نہیں تھا۔ روسی ادب میں ایک جادو ہے جو پڑھنے والے کو متاثر کرتا ہے۔ جب انقلاب کے بعد اشتراکی روس میں پہلی بار فرائڈ کی کتابوں کا ترجمہ سرکاری طور پر شائع کیا گیا تو فرائڈ کے ایک ساتھی نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ تجزیہ نفس نئے روس کی تشکیل پر کافی اثر انداز ہوگا۔ فرائڈ نے اس کا بہت دلچسپ جواب دیا ہے۔ اس نے کہا۔ "روسی لوگ پانی کی طرح ہیں جو ہر قسم کے برتن کو بھر دیتا ہے لیکن کسی شکل کو مستقل طور پر اختیار نہیں کرتا۔"

شیکسپیئر کا وہ بہت مداح تھا۔ ہملٹ کے ڈرامے میں ایڈی پس الجھن موجود ہے جو فرائڈ کی دلچسپی اور توجہ کا موجب بنی اور اس کا ذکر اس نے اپنی تصانیف میں کیا ہے۔ تحلیل نفسی کی مجالس میں اس پر بحثیں ہوتی رہیں۔ فرائڈ کے رفیق ارنسٹ جونز نے اس پر ایک طویل مقالہ لکھا۔ فرائڈ نے شیکسپیئر کے دوسرے ڈراموں کی طرف بھی توجہ کی اس کے ساتھیوں کو ان ڈراموں میں کافی تجزیاتی مواد ملا شیکسپیئر کے متعلق ایک بات فرائڈ خصوصیت سے کہا کرتا تھا کہ اگرچہ وہ استادانہ چابکدستی سے محرکات کو ظاہر کرتا یا چھپاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ میکانکی طور پر بااصول نہیں ہے۔ جہاں کہیں ڈرامے میں کوئی جذباتی مقام آتا ہے تو وہ منطق اور نتیجے سے بے پروا ہو کر موقع محل کے مطابق بات کہہ جاتا ہے۔ مثلاً ہملٹ ایک جگہ اپنے خود کلامیہ میں موت کے بعد کی زندگی پر شبے کا اظہار کرتا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط تھا کیونکہ وہ باپ کا بھوت دیکھتا ہے جو قبر سے نکل آیا تھا۔

پریوں کی کہانیوں میں ایسی ہستیوں کا ذکر عموماً آتا ہے جن میں بارہ آدمیوں جتنی قوت ہوتی ہے۔ فرائڈ بھی ایسی ہی ایک ہستی تھا۔ اتنا جسمانی کام کرنے کے باوجود وہ کبھی تھکتا نہیں تھا۔ اکہرے بدن کا انسان جس کا سارا وقت تحقیقات مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں صرف ہو جاتا جب سیر و تفریح کے لئے پہاڑوں کی طرف نکل جاتا تو کیا مجال کہ تھکنے کا نام بھی لے۔ اس کے نوجوان ساتھی ہمت ہار دیتے۔ مگر وہ جواں سال بوڑھا برابر چلتا رہتا۔ جہاں کہیں وہ جاتا جن چیزوں کو اُسے دیکھنا ہوتا وہ ضرور دیکھتا اور جب تک انہیں اچھی طرح دیکھ نہ لیتا اُسے چین نہ آتا۔

ان تفریحی سرگشتیوں کے درمیان اُسے ضرور کوئی نہ کوئی نیا نظارہ یا کوئی غیر معمولی پودا وغیرہ ہی مل جاتا جس سے اس کی دلچسپی بڑھ جاتی۔ جس قدر اس کا ذہن غیر معمولی خصوصیات کا حامل تھا

اسی قدر اس کی آنکھیں تھیں۔ وہ چیزیں جنہیں دوسری آنکھیں نظر انداز کر جایا کرتیں وہ انہیں دیکھ لیتا۔ ان پہاڑی سیر سپاٹوں میں اُسے ''کھنبیں'' ڈھونڈنے کا بہت شوق تھا۔ اکثر وہ اپنے ساتھیوں سے شرط بدتا کہ جو سب سے اچھا نمونہ تلاش کرے گا اُسے انعام دیا جائے مگر اس کے سوا کبھی کسی نے یہ انعام حاصل نہیں کیا تھا۔

فرائڈ بلا کا کام کرنے والا تھا لیکن اپنی مصروفیات کے دوران میں وہ کبھی کبھی سیر و تفریح کے لئے وقت نکال لیا کرتا۔ جب اس کے کام کو دیکھا جائے تو ایک پہاڑ ہے اور اس میں یہ تفریحی لمحات ایک ٹیلے سے بھی کم نظر آتے ہیں۔ لیکن ان ٹیلوں سے پہاڑ کی عظمت اور بڑھ جاتی ہے۔ انسان کو غیر معمولی بنانے میں غیر معمولی کام بہت مدد دیتا ہے۔

۶

دنیا کا ہر انسان مردِ میدان ہوتا ہے۔ اس کے بغیر اُس کی شخصیت نامکمل رہتی ہے۔ فرائڈ نے ہزاروں برس کے ''مقدس'' معتقدات اور محرمات کی بنیادیں ہلا دیں۔ جس کا لازمی نتیجہ ایک کشمکش تھا۔ یہ کشمکش اس کی زندگی کا جزو بن گئی۔ اس کی کتابوں میں وہ سارے دلائل جو اس نے اپنے مخالفین کے جواب میں پیش کئے اور اس کا علم الکلام موجود ہے۔ لیکن اس مخالفت کا جذباتی ردعمل کیا ہوا کرتا تھا یہ اس کی تصانیف میں نہیں ملتا۔ اس کے لئے ہمیں صرف ان لوگوں سے مدد مل سکتی ہے جو اس کے قریب رہے۔ یہ ضرور ہے کہ ان لوگوں کا زاویہ نگاہ بہت حد تک ہمدردانہ ہوگا۔

اُن کا کہنا ہے کہ اگرچہ فرائڈ کے چاروں طرف ہاؤ ہو کا ہنگامہ بپا رہتا لیکن اس میں سے بہت ہی کم اس کے ذہن کے اندر پہنچ کر ذرا سی کا ہلچل مچا سکتا یا کسی زیادہ دلیل بازی کی نوبت آتی۔ اس کے گرد گویا جادو کا ایک ایسا حلقہ کھنچ گیا تھا جس کے اندر معاند روحیں داخل نہیں ہو سکتی تھیں۔ زندگی میں وہ بہت کم مرتبہ دنگل میں نکلا لیکن جب بھی وہ نکلا اس نے اپنے حریف کو پچھاڑا اور پھر خاموشی سے واپس پرسکون جگہ پر آ بیٹھا۔ چاروں طرف ہجوم کا ہنگامہ برپا رہتا مگر وہ ان سے بے نیاز تھا۔

جہاں تک اس کی مخالفت کا تعلق ہے۔ جب ہم بنظرِ عمیق اُسے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے یہ محض تعلّی اور خالی خولی خودنمائی کے سوا اور کچھ نہیں ہوا کرتا تھا۔ پہلی جنگ عظیم سے قبل جرمن ذہن کا یہ خاصہ تھا کہ اس میں تعلّی اور خودنمائی بہت زیادہ تھی۔ یہی حالت دوسری جنگ عظیم سے پہلے جرمنی میں عود کرتی تھی۔ یہی نہیں بلکہ جرمنوں کی غیر رواداری بھی اوجِ کمال پر تھی۔ وہ لوگ مخالف کی باتوں کا نہ صرف دلائل سے ابطال کرتے بلکہ یہاں تک حد سے تجاوز کر جاتے کہ مخالف کو زندہ رہنے کے حق سے بھی محروم کر دینا چاہئے۔ جانے یہ فقدان رواداری جرمنوں کے مکمل ہونے کے

باعث ہے یا مکمل ہونے کی وجہ سے اُن میں یہ غیر رواداری آ گئی ہے۔ لیکن ایک حقیقت ضروری کہ جرمنی کے لوگوں نے اپنے نامور لوگوں سے جو سلوک روا رکھا ہے وہ افسوناک رہا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جینیس کو اس کے عہد میں قبول نہیں کیا جاتا اور پیغمبر پر اس کے وطن میں کوئی ایمان نہیں لاتا۔ گائٹے اور شلر ایسے لوگوں پر کیچڑ پھینکا گیا۔ انہیں بری سے بری گالیاں دی گئیں۔ شوپن ہار کے کارنامے اتنے عظیم تھے جن کی مثال دنیا کی کوئی مہذب قوم پیش نہیں کر سکتی۔ اُسے اپنے ملک سے یہ صلہ ملا کہ تیس برس کسی نے اُسے درخور اعتنا ہی نہ سمجھا کہ اس کے متعلق ایک لفظ بھی کہا جائے۔ فرائڈ کا بھی یہی حال ہوا۔ اُس کے خلاف بھی پرلے درجے کی بدذوقی اور کج فہمی کے مظاہرے گئے گئے اور لطف یہ کہ ان میں بہت سے یہودی بھی شامل تھے بلکہ فرائڈ کے بدترین اور شدید ترین نقاد یہودی ہی تھے۔

فرائڈ خود لکھتا ہے کہ جب اس نے یہ بتایا کہ نیوراتی خلل کا سرچشمہ ''نفسیاتی جنسی'' (Psycho Sexual) ہوتا ہے تو پر اس قدر ہنگامہ برپا ہوا کہ وہ خود حیران رہ گیا۔ تحلیل نفسی کا یہ فوری جذباتی رد ایک فطری اور ضروری وارده (Phenomenan) تھا تحلیل کے دوران میں ہر نیوراتی مریض مزاحمت کرتا ہے۔ اس حقیقت کے انکشاف کے بعد اس نے نہ صرف خود ان اعتراضات کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا بلکہ اپنے شاگردوں کو بھی ایسا کرنے کی تلقین کی۔ شاید چند ایک موقعوں پر اس نے مخالفین کے جواب میں مناظرانہ رنگ اختیار کر لیا ہو ورنہ...... تحلیل نفسی کی نشوونما اور کامیابی کا انحصار ان نتائج پر ہے جو اس نے اپنی تحقیقات سے اخذ کئے۔

اپنے مخالفین کے بارے میں وہ اکثر خاموش رہتا۔ جب کبھی اس نے ان عادی مخالفین کا ذکر کیا تو اس میں مزاح یا استہزا کا رنگ ہوتا اور کبھی کبھی وہ اس پر ہنس بھی لیا کرتا۔ یہ وہ واقعات اس نے خود بیان کئے ہیں۔

اس کا ایک نقاد بہت بڑا ڈاکٹر تھا جو نیوریسس اور جنسیاتی تعلق کا بری طرح مخالف تھا۔ ایک دن اس کے کلینک میں ایک لڑکی لائی گئی۔ جو ہسٹیریا کی مریض تھی۔ جب دورہ پڑتا تو لڑکی ایسی حرکات کرتی جو بچے کی پیدائش کے وقت کی جاتی ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ جھنجھلایا اور یہ کہہ کہ باہر چلا گیا ''کہ بچے کی پیدائش کو جنس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔''

ایک اور پروفیسر اپنے طلباء سے کہا کرتا تھا کہ فرائڈ کے نظریہ جنس میں ذرا بھر بھی صداقت

نہیں ہے اور اپنے اس بیان کو سچا ثابت کرنے کے لئے ایک دن اس نے توہماتی فوریسس (Obsessional neurosis) کے ایک مریض کو پیش کیا۔ مریض نے اپنے حالات بیان کرنے کے دوران میں اپنے ایک وہم کا ذکر کیا کہ جب کبھی کوئی عورت اس کے سامنے آتی اس کا یہی جی چاہتا کہ اس عورت کا پیٹی کوٹ اوپر اٹھا دے۔ اس پر طلباء کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ پروفیسر بھی تاڑ گیا اور بولا۔ ''یہ علامت محض اوپر کی ہی ہے۔ اس سے مغالطہ ہوسکتا ہے۔ اور اس نے مریض سے دریافت کیا کیا یہی وہم تمہیں ماں کے متعلق بھی انہیں خیالات پر اکساتا ہے؟''

''جی ہاں! بہت زیادہ! یہی تو سب سے بڑی بات ہے۔'' اور اس پروفیسر نے طلباء کو یوں مخاطب کیا۔

''عزیزو! دیکھا تم نے بھلا اس علامت میں کوئی جنسی بات ہے؟''

بہت سے نقاد تحلیل نفسی کو خارجی طور پر دیکھتے اور عموماً اُن کی معلومات سرسری ہوتیں ایسے معترضین کے جواب میں اس کے پاس صرف ایک زہر خند تھا۔ جو لوگ سنجیدگی سے تنقید کرتے وہ انہیں قابل اعتنا سمجھتا۔ وہ ساتھی جو اس سے الگ ہو گئے تھے اور جنہوں نے تحلیل نفسی کے بعض نظریات کو رد کیا۔ بعض کو نئی صورت دے کر اپنی طرف سے پیش کیا۔ اِن کی تردید میں فرائڈ نے پوری قوت صرف کر دی۔ ان میں سے ایڈلر اور ژنگ سب سے زیادہ قابل ذکر ہیں۔ وہ ان کے خلاف نئے نئے دلائل تلاش کرنے سے نہیں تھکتا تھا۔ وہ ہر وقت ان کے خلاف مستعد رہتا اور اس نظریاتی جنگ میں اپنے شاگردوں کو بھی شامل کر لیا کرتا۔ خارجی مخالفین کے متعلق اس کا جو رویہ تھا داخلی مخالفت میں اس کے بالکل برعکس تھا۔ اس لئے نہیں کہ یہ داخلی مخالفت بیرونی مخالفت اور مزاحمت کی نسبت زیادہ خطرناک تھی یا وہ اس بات سے مرعوب ہو گیا تھا کہ یہ نئے حریف اس کے پیرووٴں میں سب سے اعلیٰ مقام رکھتے تھے بلکہ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ ان لوگوں نے اپنے نئے خیالات کی ترویج تحلیل نفسی کے آڑ میں شروع کی جس سے اندیشہ تھا کہ فرائڈ اور ان لوگوں کے نظریات گڈمڈ ہو جائیں گے اور یہ ممکن نہ رہے گا کہ تحلیل نفسی کا حقیقی نظریہ معلوم کیا جا سکے۔

فرائڈ نے کبھی تحلیل نفسی کی اہمیت کا کم اندازہ نہیں لگایا۔ یہ اس کے ذہن کی تخلیق تھی یہ اُس کا بچہ تھا جس نے اس کے ذہن کے بطن سے جنم لیا۔ وہ جانتا تھا کہ آج تک انسان نے خود کو جاننے کے سلسلے میں جس قدر دریافتیں کی ہیں تحلیل نفسی سب سے زیادہ دوررس اور فیصلہ کن ہے۔ وہ

اسے اپنی موثق امانت اور مقدس فرض سمجھتا تھا کہ اُسے ہر قسم کی ادنیٰ ملاوٹوں سے منزہ اور صاف رکھے۔ وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں ان تھک تھا اور ارادے کا پکا۔ فولاد کی طرح سخت اور تیز اور کبھی کبھی اس کی نفرت کینہ پروری کی سرحد سے جا ملتی تھی۔

اس کے رفقاء میں ایڈلر، سٹیکل، ژنگ اور رینک نے اس سے علیحدگی اختیار کی۔ رینک کا جدا ہو جانا سب سے زیادہ افسوناک تھا۔ رینک بیس برس تک فرائڈ کا معتمد رہا۔ وہ اُس مخصوص حلقے کا رکن تھا جس پر فرائڈ کو آخری دم تک اعتماد رہا۔ اُس نے فرائڈ کو اس وقت چھوڑا جب اُس کے مہلک مرض کی ابتدا ہو چکی تھی۔

یہ علیحدگی بعض بنیادی نظریات کے اختلاف کی وجہ سے تھی اور اس نے فرائڈ کی ذات اور تحلیل نفسی کی نشو و نما میں جو کچھ کیا اس پر برا اثر ڈالا۔ کافی ہنگامہ برپا ہوا سائنس دانوں کے علاوہ عام لوگ بھی ان اختلافات کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ تجزیہ نفس کی تحریک کے دشمنوں نے ان موقعوں سے خوب خوب فائدہ اُٹھایا۔ اُن کا خیال تھا کہ انتشار کے بعد یہ تحریک خود بخود ختم ہو جائے گی۔ بادی النظر میں تو یہ دکھائی دیتا تھا کہ یہ لوگ جو کل تک فرائڈ کے قریبی اور جگری دوست تھے اُس کے مطلق العنانی یا بدفطرتی کی وجہ سے جدا ہو گئے ہیں یہ حقیقت کے بالکل برعکس تھا۔ حالانکہ فرائڈ کے وفادار پیرو کافی تعداد میں تھے۔ انہیں نظرانداز کر دیا گیا اور چند "سرکش بیٹوں" کے کہنے پر یہ مشہور کر دیا گیا کہ وہ سخت گیر، بدمزاج اور ظالم استاد تھا جو ذرا سی لغزش پر سرزنش کرنے لگتا تھا۔ یہ الزامات غلط تھے۔ فرائڈ تو اقتدار سے اپنے تئیں دور رکھنا چاہتا تھا۔ اُسے ہمیشہ کسی ایسے شخص کی تلاش رہی جس کے سپرد وہ تجزیہ نفس کی تحریک کی قیادت کر دے۔ سب سے پہلے اُس نے یہ کام ایڈلر کے سپرد کیا۔ اُس کے بعد ژنگ کے اور پھر رینک کے ان کے پورے اختیارات تھے۔ یہ غلطی فرائڈ سے بار بار سرزد ہوتی رہی۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ بادشاہ کو سب سے بڑا خطرہ اپنے ولی عہد سے ہوتا ہے فرائڈ کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ تجزیہ نفس کے مستقبل کو قابل اعتماد ہاتھوں میں دے۔ اس لئے اس کی توجہ اس تاریخی حقیقت کی طرف نہ گئی۔ حالانکہ اُسے تلخ تجربات بھی ہوئے۔ بہت سے انوکھے الجھاؤ آپس میں گڈمڈ ہو گئے اور صحیح نفسیاتی ادراک حاصل کرنے کے لئے کافی معاوضہ ادا کرنا پڑا۔

اس اختلاف اور علیحدگی کی ایک نفسیاتی وجہ بھی ہے۔ لاشعوری کاموں میں مسلسل مصروفیات بالکل ویسی ہی ہے جیسے کسی ہیجانی کی جس کے ذہن کو کبھی آرام کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ ایسی حالت میں ایک تجزیہ کار کے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ وہ لاشعور کی تحقیقات کو ادھورا نہ چھوڑے بلکہ یہ دیکھے کہ اس کا تجزیہ نفس مکمل طور پر ہو گیا ہے۔ شروع میں ایسا نہیں ہوتا تھا۔ تجزیہ کار اپنا تجزیہ خود کرتے تھے۔ یہ عمل بہت دھیما تھا اور ہر کسی کے لئے مفید بھی نہیں ہوتا تھا۔ صرف فرائڈ ہی مکمل طور سے تجزیہ نفس کر سکتا تھا۔ وہ اپنے رفیقوں کی اپنا تجزیہ آپ کرنے میں مدد بھی کرتا مشورہ دیتا لیکن خود اُن کا تجزیہ کرنے سے انکار کر دیا کرتا۔ کیونکہ تجزیہ نفس کی دوران میں تجزیہ کرانے والا اپنی محبت یا نفرت تجزیہ کار پر منتقل کر دیتا ہے تجزیہ کرنے کی صورت میں اس تحریک کی ترقی کی راہ میں اور زیادہ رکاوٹیں پیدا ہو جاتیں۔ فرائڈ کی حیثیت ایک باپ کی سی تھی اور ان سرکش بچوں کی یہ حرکات باپ کے خلاف بغاوت نفرت ناراضگی اور کینہ کے مظاہرے تھے۔ ان کے بعد نوجوانوں کی نئی پود اور فرائڈ کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ اس لئے ان میں یہ بغاوت نہیں رونما ہوئی۔ ان کا نفسی تجزیہ کرنا قبول بھی کر لیا کرتا تھا۔

فرائڈ جب کسی میں اخلاص اور ذہنی دیانت داری کا فقدان دیکھتا تو اس کا رویہ ناقابل مصالحت ہو جاتا۔ وہ لوگ جو یقین اور بے یقینی کی درمیانی حالت میں ہوتے وہ کبھی انہیں منہ نہ لگاتا۔ اس سے بڑھ کر ان لوگوں سے وہ دور رہتا جو دشمنوں کی دشمنی یا دوستوں کی ناراضگی سے خائف ہو کر صداقت سے منہ موڑ لیا کرتے جہاں اُسے اخلاقی جرات کی کمی نظر آتی اُس کے ردعمل میں نہ صرف سرزنش ہوتی بلکہ وہ انہیں حقارت سے دیکھتا۔ اس حقارت کے خلاف کوئی اپیل بے کار تھی کیونکہ اس کی خاموشی کا ڈنگ الفاظ کی ملامت سے زیادہ تلخ تھا۔ جب کسی سے نوبت یہاں تک پہنچ جاتی تو پھر تعلقات کا باقی رہنا ناممکن ہو جاتا۔ اگر اس کا رشتہ ایک بار کسی سے ٹوٹا پھر کبھی استوار نہ ہو سکا۔ اُس کے کسی رفیق یا ساتھی پر اگر کوئی نازک وقت آ جاتا تو وہ اس کی امداد میں کوئی دریغ نہ کرتا لیکن مصالحت کے لئے وہ کبھی کوئی قدم نہیں اٹھاتا تھا۔

۷

فرائڈ کی شہرت سے کون انکار کر سکتا ہے۔لیکن خود فرائڈ اس شہرت سے دور رہنا چاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جوں جوں اس کا نام روشن ہوتا گیا۔ وہ اور زیادہ اپنے کام میں کھو گیا۔ اُسے ایسی جگہوں میں جانے سے کبھی مسرت نہ ہوتی۔ جہاں اس کے نام کا دور شروع ہو جاتا۔ ایک بار کسی فاتح سے کسی نے پوچھا کہ ''کیا آپ فخر محسوس نہیں کرتے کہ آپ سے ملنے کے لئے اس قدر لوگ آتے ہیں۔'' اس کے جواب میں وہ کہنے لگا۔ ''اگر مجھے پھانسی پر لگایا جاتا تو اس سے تین گنا زیادہ لوگ مجھے دیکھنے آتے۔'' یہی مثال فرائڈ اپنے متعلق بیان کیا کرتا۔

فرائڈ کی عظمت سے کون انکار کر سکتا ہے اور اس عظمت کا باعث اس کی ذات کے ساتھ اس کا کام بھی تھا۔ اس کی شخصیت میں ایک پراسرار طاقت ضرور تھی۔ اور یہ طاقت ہر جینیس کا خاصہ ہوتی ہے۔ سائنٹیفک تحقیقات شروع کرنے سے قبل بھی اس کی ذات میں اس طاقت کے آثار ملتے ہیں۔ اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس کی ذات میں کوئی غیر معمولی شے تھی جس سے جینیس نے جنم لیا۔ اور وہ عمر بھر اس میں اجاگر رہی۔ ایک جرمن شاعر کے قول کے مطابق ''اس کا کام اس کی ذات کا صرف ایک حصہ تھا۔ اس کی ذات کام سے بہت زیادہ ارفع و بلند تھی۔''

فرائڈ نے ابھی تجزیہ نفس کی ابتدا کی تھی کہ ایک دن ایک مریض اُس کے پاس مشورے کے لئے آیا۔ باتوں باتوں میں اس نے فرائڈ سے پوچھا کہ ''جب بچوں کو روٹی اور کیک دیا جاتا تو بعض بچے پہلے کیک کھاتے ہیں اور بعض پہلے روٹی۔ بھلا بتایئے کہ میں پہلے کیا کھاتا ہوں'' فرائڈ نے جواب دیا۔ ''روٹی'' یہ وہ وجدانی بصیرت تھی جو اس کے اندر پہلے سے ہی موجود تھی۔ اب تو تجزیہ نفس کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ ہماتی نوریسس کے مریضوں پر ایک حالت ایسی بھی ہوتی ہے جب وہ ہر قسم کی مسرت کو التوا میں ڈالتے ہیں۔ اس واقعے کے برسوں بعد فرائڈ اس خاص حالت

پر تحقیقات کر سکا۔ جو بات اس نے پہلے ہی کہہ دی تھی۔

بہت سے ماہرین نفسیات ایسے گذرے ہیں جنہیں وجدانی طور پر قدرت کی طرف سے بعض صفات ودیعت کی گئی تھیں۔ ان پر بعض صداقتوں کا انکشاف بھی ہوا۔ لیکن وہ اس کے بعد رک گئے۔ انہوں نے یہ یہی کافی جانا کہ وہ ان نعمتوں سے سرفراز ہوئے ہیں لیکن ان انکشافات کو پرکھنا کریدنا تحقیقات کرنا اور اپنی ان ساری کاوشوں کو حقیقت کے ترازو میں تول کر انہیں اس قابل بنانا کہ وجدان سائنٹیفک نظریات میں ڈھل جائے بڑا مشکل کام ہے۔ اس کے لئے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جو رکاوٹوں (Inhilitation) سے آزاد ہو اور اتنی مضبوط ہو کہ وہ وجدان کی رو پر اُس وقت قابو پا سکے جب اس کی جانچ پڑتال کی جا رہی ہو۔ ایسے میں ذہنی طاقتوں میں توازن قائم رہ سکتا ہے۔ یہ وہ اساس ہے جس پر حقیقی معنوں میں کسی صناعی کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

فرائڈ کی ذات میں یہ متوازن ذہنی طاقتیں موجود تھیں۔ لاشعور کے مسئلے پر اس سے قبل بھی لوگوں کی تحریروں میں اشارے ملتے ہیں لیکن کسی نے اس پر تحقیقات نہیں کی۔ جب فرائڈ پر اس مسئلے کا انکشاف ہوا تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کے اندر ایک رجحان طبع موجود تھا۔ جس نے نظریات بنانے شروع کر دیئے اور آہستہ آہستہ ایک عظیم الشان عمارت کھڑی ہو گئی۔

فرائڈ کے خیالات کی رو جس راستے اور پگڈنڈی سے بھی گذری ہے اس میں دہرا پن (Dualism) پایا جاتا ہے تجزیہ نفس کی تحریک کی ابتدائی حالت میں فرائڈ اور بروئیر کے نظریات میں اختلاف ہے۔ بروئیر کے نزدیک ہسٹریا کا باعث عضویاتی تھا لیکن فرائڈ کے نزدیک نفسیاتی یہی وہ دہرا پن تھا جس سے تجزیہ نفس نے جنم لیا اور سب سے پہلے جنسی دباؤ (Repression) سامنے آیا۔ یہ علامت تجزیہ نفس میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ دو مخالف قوتوں کے درمیان کشمکش کا نتیجہ ہے۔

دہرا پن کا نظریہ بڑھتا بڑھتا زندگی پر حاوی ہو گیا ہے۔ اس کی ابتدا بعض رجحانات کی آپس میں کشمکش سے ہوئی تھی اور بالآخر تحقیقات یہاں تک پہنچی کہ فرائڈ نے دیکھا کہ عضویاتی زندگی کے ہر اظہار میں جبلت حیات (Life Instwiteros) اور موت کی جبلت کے درمیان ایک مسلسل کشمکش رہتی ہے۔ ایک طرف زندگی اپنی نظر فریبیوں سے کے ساتھ آگے بڑھتی ہے اور دوسری

طرف موت اپنی خاموش نظروں سے پوشیدہ بے پناہ قوتوں کے ساتھ زندگی کے مدمقابل کھڑی ہے۔ان دونوں جبلتوں کا میدان کارزار انسانی ذہن ہے۔دونوں حریف مدمقابل کو پچھاڑنے کے لئے نت نئے طریقے استعمال کرتے ہیں۔فرائڈ کی عمر بھر کی تحقیقات میں یہی مسئلہ مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔اُس نے اس مسئلے کو سائنٹیفیک طریق سے پرکھا ہے۔وہ ساری روایات جو فوق والبشر قوتوں سے متعلق تھیں اور وجدانی خصوصیات جن کا وہ حامل تھا۔جب تک سائنس کی کسوٹی پر پرکھی نہ گئیں اس نے انہیں درخور اعتنا نہ سمجھا۔اُس نے ادراک کی شمع سے راستہ دیکھا اس کی لو اگرچہ کانپتی رہی لیکن اس نے کبھی اس کی پروا نہ کی کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اتنی وسیع کائنات ابھی تک تاریکی میں ہے۔اس لئے وہ اسی کو لئے آگے بڑھتا گیا۔''جبلتوں کا ہمہ گیر نغمہ'' اُس کی توجہ کا مرکز بنا۔لیکن دنیا کو اس نغمہ کے بجائے صرف اس کی چند سریں سننے کی اجازت تھی۔اس نے اس کے خلاف پرزور احتجاج کیا۔''تہذیب ایک عالمگیر مسرت کی منزل کی طرف جارہی ہے۔'' یہ ایک بہت بڑا فریب نظر ہے فرائڈ اس سے متاثر نہیں ہوا۔بلکہ اس نے نہایت بے دردی سے اس کا پردہ چاک کیا اور بتایا کہ وہ بات جو ترقی کے راستے پر گامزن ہوتی ہے۔جلد یا بدیر برائی کے چکر (Vicious Circle) پر ختم ہو جاتی ہے۔انسان کے اندر شہوانی خواہشات ہیں جن پر ہماری تہذیب نے کڑی بندشیں لگا رکھی ہیں جنگجویانہ رجحانات کو توڑا مروڑا جاتا ہے۔یہی تہذیب کے بقا اور اس کی وسعت کا تقاضا ہے۔لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ انسانی ذہن میں اس کے خلاف بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے اور بالآخر خود تہذیب اپنے ہاتھوں آپ خودکشی کر لیتی ہے۔تہذیب ہمارے اندر محتسب بن کر ضمیر کے روپ میں جاگزین ہے۔

فرائڈ نے ذہنی زندگی میں باپ بیٹے کی کشمکش کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔اس کی شخصیت کا مطالعہ کرتے وقت اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔فرائڈ نے خود اپنے خواب اور باپ سے تعلقات کا ذکر اپنی تصانیف میں کیا ہے جہاں باپ کے متعلق محبت اور بغاوت جارحانہ اور مدافعانہ جذبات کا کافی ذکر ہے۔باپ کی وفات پر فرائڈ نے حقیقی محبت اور دلی رنج کا اظہار کیا ہے۔لیکن اس نے باپ بیٹے کی کشمکش کے بارے میں بھی کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی۔وہ لکھتا ہے کہ ''میں ابھی سات آٹھ برس کا تھا جب میرے باپ نے ایک بار میرے متعلق کہا کہ یہ لڑکا کسی کام کا نہیں ہو گا۔یہ میری تمناؤں کو بری طرح کچلتا تھا۔چنانچہ اس منظر کے اشارے بار بار میرے خوابوں میں

آیا کئے ہیں اور ان کے ساتھ خود میری دریافتیں اور کامیابیاں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ گویا میں خواب میں باپ کو جواب دیتا ہوں کہ بڑے میاں دیکھا آپ نے میں کسی کام کا آخر ہو ہی گیا۔''

فرائڈ کا باپ کاروبار کرتا تھا۔ لیکن اس میں یہودیوں ایسی کاروباری قابلیت نہ تھی۔ وہ عمر بھر مفلوک الحال رہا۔ اس کے خاندان کو ایک ایسے علاقے میں اقامت گزیں ہونا پڑا جہاں ادنیٰ متوسط درجہ کے یہودی رہتے تھے۔ فرائڈ لڑکپن میں بہت ذہین تھا اس لئے اس کے باپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ اپنے ہونہار بچے کو اعلیٰ تعلیم دلائے لیکن وہ اپنے خیالات سے مجبور تھا۔ فرائڈ چاہتا تھا کہ وہ ڈاکٹری کی تعلیم کے بعد ڈاکٹر بروک کی لبارٹری میں ساری عمر تحقیقاتی کام کے لئے وقف کر دے لیکن حالات سے مجبور ہو کر اُسے یہ عزم ترک کرنا پڑا۔ اس کا باپ اس قابل نہ تھا کہ وہ مزید اخراجات کا کفیل ہو سکے بلکہ ضرورت تو یہ تھی کہ فرائڈ خود کمائے فرائڈ کی تحریرات میں اس کا ذکر بھی آتا ہے کہ کاش اس کا باپ صاحب اقتدار اور کامیاب انسان ہوتا۔ اس سلسلے میں فرائڈ کی ایک بچپن کی یاد بہت دلچسپ ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ''میری عمر کوئی دس بارہ برس کی ہوگی کہ میرے والد چہل قدمی کرنے جاتے تو مجھے ہمراہ لے لیتے۔ راستے میں باتوں باتوں میں وہ مجھے دنیا کے بارے میں اپنی رائے بتایا کرتے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ جب میں پیدا ہوا تھا اس تو وقت اُن کی خانگی حالات زیادہ بہتر تھے۔ ایک بار انہوں نے مجھے اپنا ایک واقعہ سنایا۔'' جب ابھی میں نوجوان تھا تو میں ایک دن سیر کے لئے گیا۔ میرا لباس کافی اچھا تھا اور میرے سر پر نئی سموری ٹوپی تھی۔ اتنے میں ایک ''ناستک'' میرے سامنے آیا اور میری ٹوپی زمین پر گرا مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''ارے یہودی! میرا راستہ چھوڑ۔'' اور یہ سن کر میں نے پوچھا۔ ''ابا آپ نے کیا کیا؟'''' میں ایک طرف ہو گیا ٹوپی اٹھائی اور چل دیا'' اس نے نہایت طمانیت سے جواب دیا۔ مجھے یہ بات بری لگی۔ حالانکہ وہ شخص جو میرا ہاتھ تھامے جا رہا تھا۔ دیکھنے میں کافی مضبوط اور بڑا معلوم ہوتا تھا۔

ایک اور جگہ وہ اسی موضوع پر یوں لکھتا ہے۔

''اتنا دور دراز کا سفر کرنا اور زندگی میں اتنا بلند مقام حاصل کر لینا۔ ایک زمانہ تھا جب مجھے یہ سب کچھ ناممکن نظر آتا تھا۔ اس کا باعث ہمارے حالات کی ناسازگاری اور تنگدستی تھی۔ ..... یہ باتیں بچے کی تنقید سے تعلق رکھتی ہیں جو وہ باپ پر کرتا تھا۔ بچپن میں ہر بات کی قدر قیمت میں مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن میرے حالات میں اس کی جگہ کمی نے لے لی اور یوں اس قدر و

قیمت کا اندازہ کم ہو گیا۔‘‘

اپنے باپ کی جانب فرائڈ کے رویے میں محبت اور نفرت کے جذبات کا اظہار ہے اُسے باپ سے محبت بھی تھی اور نفرت بھی۔ کیونکہ اس کا باپ اتنا طاقتور نہیں تھا۔ جتنا وہ خیال کرتا تھا اور جو کچھ اس نے فرائڈ کے متعلق کہا تھا کہ وہ کوئی کام نہیں کرے گا فرائڈ نے ثابت کر دیا کہ وہ دنیا میں بہت کام کر سکتا تھا۔ اس دوگونہ کشمکش کا حل فرائڈ کی شخصیت میں نیا پتھر کی حیثیت رکھتی ہے۔

ایک طرف منتقمانہ اور شدید نقادانہ رویہ ہے اور دوسری طرف باپ کی عزت و احترام کا جذبہ چنانچہ ان کے درمیان جو کشمکش ہوتی تھی۔ فرائڈ نے اس کا حل تلاش کر لیا تھا اور یہ حل ہی اس کی شخصیت کے نئے پتھر کی حیثیت رکھتا تھا۔ فرائڈ کی محبت باپ پر مرکوز تھی۔ باپ کی موت کے بعد یہ جذبہ خصوصیت سے شدید ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے باپ کی جگہ اپنے بھتیجے کو دے دی جو اس سے بڑا تھا۔ جب ذہنی دباؤ دور کیا گیا تو جس قدر ذاتی بیر لاشعور میں موجود تھے ان کی ارتقاعی صورت دے دی گئی اور یہ صورت اس بالواسطہ طریق سے دیا ہوا جارحانہ رجحان دوسری صورت اختیار کر گیا۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ کبھی کسی پر اعتماد نہیں کرے گا۔ اُسے باپ پر اعتماد تھا مگر مذکورہ بالا واقعہ کے بعد اس کا اعتماد جاتا رہا۔ اس تہیہ میں تیزی تلخی اور ضد آ گئی۔ اس کی طبیعت کی ان صفات کو محض حادثہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس کے لاشعور نے اس کی زندگی کی اسی طرح تشکیل کر دی تھی۔ بچپن میں وہ جن حالات میں تھا وہی حالات بڑی عمر میں بھی موجود تھے۔ اب باپ کی جگہ اس کے ہم عصر تھے۔ جب اس نے تجزیہ نفس شروع کیا تو وہ بار بار کہتے رہے کہ ’’یہ نوجوان کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔‘‘ اور بالآخر وہ کامیاب ہوا اور اس نے ثابت کر دیا کہ یہ سب لوگ جو کچھ کہتے تھے وہ غلط تھا۔

اگر کوئی شخص کسی بات کو منوانے یا ثابت کرنے کے لئے کسی بڑے آدمی کا نام لے دیتا تو فرائڈ کبھی اُسے قبول نہ کرتا۔ اس کے نزدیک ایسا کرنا ذہنی تساہل، بزدلی اور بغیر کسی زحمت کے کسی بات کا فیصلہ چاہنے کے مترادف تھا جسے وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

فرائڈ کہا کرتا تھا کہ ہر شخص کو عدم یقین کا کچھ حصہ برداشت کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے یہ ہے بھی درست کیونکہ ہر سائنس کے نتائج میں کسی نہ کسی حد تک شبہ کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ ایک سائنس دان جو آزادانہ طور پر تفکر کرتا ہے اُسے اپنی مجبوریوں کا احساس ہونا چاہئے اور جب وہ اچھی

طرح ایک بات کو بار بار کریدے اور پوری پوری چھان بین کرے تو پھر اُسے اپنے فیصلے پر مستحکم رہنا چاہیئے۔ اُس کی ضرورت نہیں کہ اُسے اس کا کوئی جواز بھی میسر آ جائے۔

اس زاویہ نگاہ سے ہمیں فرائڈ کے تفاخر کو سمجھنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔ یہ صفت اُس کی زندگی میں ایک طاقتور قوت تھی۔ یہ تفاخر یا خود بینی خارجی چیز نہیں تھی بلکہ داخلی تھی اور اس میں تکبر شامل نہیں تھا۔ ذہنی آزادی اور ذہن کی نئی اور خطرناک ''دنیاؤں'' کا دریافت کرنا اسی خود بینی کا نتیجہ تھا۔ اس میں بے پناہ قوت عمل تھی اور جب اس میں خود بینی شامل ہوئی تو اس کے بعد تحقیقات اور دریافتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہو گیا نئے نئے نظریات اور حقائق سامنے آنے لگے۔

فرائڈ میں کام کرنے کی باپناہ قوت تھی اور وہ کبھی نہیں تھکتا تھا۔ پہلے پہل تو وہ خارجی حقائق کے مطالعہ سے اپنے مربھکا پن کی تسکین کر لیا کرتا۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد اس کی سائنٹیفک دلچسپیاں اُسے فعلیاتی اور حیاتیاتی تحقیقات کی طرف لے گئیں اس زمانے میں یہ موضوعات سب کی توجہ کا مرکز بن رہے تھے۔ چنانچہ اس کی ابتدائی چھان بین اعصابی نظام کی ہیئت اور اعمال سے متعلق تھی۔ اگر حالات کا تقاضا نہ ہوتا تو وہ ساری عمر یہیں لیبارٹری میں گزار دیتا۔ اس کی ابتدائی تحقیقات جو اس نے فعلیات کے سلسلہ میں کی تھیں انہیں دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر وہ لبارٹری میں رہتا تو وہ دنیا کا سب سے مشہور فعلیاتی ماہر ہوتا۔ لیکن کیا اس کی تحقیقات وہیں ختم ہو جاتی۔ معلوم یوں ہوتا ہے کہ وہ پھر بھی انہیں نتائج پر پہنچتا۔ جن پر وہ اب پہنچا ہے۔ ہاں راستہ دوسرا ہوتا مگر منزل ایک ہی رہتی۔ اس کا ثبوت اس کی بعض کتابوں سے ملتا ہے جن میں حیاتیاتی تانا اور نفسیاتی بانا ہے۔

زندگی نے اُسے دودھاری نشتر بنا دیا تھا جو نہایت نفیس فولاد کا بنا ہوا تھا اور بہت سخت تھا۔ کمزور اور خوشامدیوں کے لئے اُس کے پاس ذرہ بھر بھی ہمدردی نہ تھی۔ وہ بات کو کھلے طور پر کہنا پسند کرتا تھا۔ ایک شخص کے تعلقات فرائڈ سے برسوں دوستانہ رہے۔ پھر اس نے خودکشی کر لی۔ جب یہ اطلاع فرائڈ کو ملی تو اس پر ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا۔ کیونکہ اُس کے نزدیک خودکشی کرنا زندگی سے فرار تھا۔ کام سے پہلوتہی تھی۔ اس کا اصول تھا کہ جہاں وہ ضرورت سمجھتا اپنی شفقت بے دریغ ہو کر دیتا لیکن ترحم (Sentiments) خیرات کرنا اس کے نزدیک ناروا تھا۔

آزادی، جرات اور خود بینی اس کے کردار کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ یہ تینوں وہ زبردست

قوتیں تھیں۔ جن کی روشنی میں اس نے ''کیوں'' کا جواب دیا ہے۔ یہ ''کیوں'' ایک ایسا سوال ہے جس کا حل ابھی تک نہ مذہب پیش کر سکا ہے نہ فلسفہ اور نہ سائنس۔ یہ سوال روز اول سے ذہن انسانی پر بری طرح مسلط ہے ہم اس دنیا میں کیوں آئے ہیں اور ہمیں کیوں یہاں سے جانا ہوگا؟ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اگر اس کا مقصد مسرت ہے تو پھر وہ ہمیں میسر نہیں آتی ہے۔ جب ہم جان چکے ہیں کہ خوشی ہمارے بس کی بات نہیں اور خوشی کا وجود بھی متنازعہ فیہ ہے تو پھر کیوں اس دنیا سے نابود نہیں ہو جاتے؟

فرائڈ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ انسان کی جتنی بھی تکنیکیں ہیں اُن سے مسرت کو پکڑا نہیں جا سکتا۔ اس نے ان تکنیکوں کو بغور دیکھا اور انہیں ناقص پایا۔ کہا جاتا ہے کہ زندگی کے معنی انسانیت سے محبت کے ہیں لیکن فرائڈ کو اس بیان سے اختلاف ہے وہ کہتا ہے کہ ''میری محبت اس قدر عزیز ہے کہ میں اسے غیر ذمہ دارانہ طور پر پرے نہیں پھینک سکتا۔'' امید کہتی ہے کہ سائنس اور زمانے کی ترقی مل کر مسرت کے خارزار راستے کو صاف کر دے گی اور پھر انسان مسرت کی دیوی کو حاصل کر سکے گا۔ لیکن اس کا یہ خیال نہیں۔ وہ تو کہتا ہے کہ تہذیب کی کوئی بھی صورت کیوں نہ ہو تخریبی اکساہٹ اس کے ضمیر میں موجود رہتی ہے اور زندگی کے دیوتا (Eros) کی ساری کوششیں موت کی جبلت کو مٹا نہیں سکتیں۔

اُس کی عمر کے آخری ایام بیماری میں گزرے دکھ درد اور ضعف اُسے گھیرے رہے موت کا سایہ اُس کے سر پر منڈلا رہا تھا۔ اب اُسے نہ اپنے لئے کسی انعام کی توقع تھی اور نہ اُن کے لئے جن سے وہ محبت کرتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ برابر کام کئے جا رہا تھا۔

۸

ہم راز اور معتمد ساتھی کی تلاش ہر انسان کو ہوتی ہے۔ فرائڈ نے انسانی فطرت اور ذہن کا تجزیہ کیا ہے۔ اس کے گرد کافی لوگ جمع ہونے لگے تھے اُن میں سے بہت سے لوگوں نے اس کا ساتھ چھوڑا۔ اس کا صدمہ اُسے ایک عام دوستی کے ٹوٹ جانے سے بہرحال زیادہ ہوا ہوگا۔ کیونکہ وہ تعلق قطع کرنے والوں کے اذہان کے پس پردہ اُن ساری باتوں سے آشنا تھا۔ جن کی وجہ سے سب کچھ ہوا۔ بالآخر اس نے اپنے ساتھیوں میں سے چھ کو منتخب کر لیا اور یوں ایک حلقہ قائم ہو گیا جس کی حیثیت ایک خفیہ جماعت کی سی تھی اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ تجزیہ نفس کے سلسلے میں ہر کہ ومہ جو چاہتا تھا نیا نظریہ پیش کر دیا کرتا تھا۔ اب سے یہ حلقہ ہی صرف اس سلسلے میں باقاعدہ تحقیقات کر کے نظریات قائم کرنے کا مجاز ہوگا۔ وہی اس تحریک کو وسعت دینے کی تجاویز سوچے گا۔ اور ان پر عمل کریگا اس حلقے میں اور کسی ممبر کے اضافے کی گنجائش نہ رکھی گئی۔ اس حلقے کی تشکیل 1920ء میں ہیگ کے مقام پر کی گئی۔

اس حلقے کے اراکین مختلف مقامات پر رہتے تھے۔ فرائڈ اور رینک وی آنا میں ابراہم، ائٹنگن اور ہنس برلن میں، فرانسی بوڈاپسٹ (ہنگری) میں اور جونز لندن میں۔ ان سب کا تعلق خط و کتابت کے سلسلہ سے قائم تھا۔ خط و کتابت کے ذریعے یہ لوگ آپس میں اس خفیہ جماعت کی کارروائیوں سے آگاہ رہتے۔ تجزیہ نفس کی تحریک کے سلسلے میں جو کچھ بالمشافہ ہوتا تھا وہ اب تحریراً ہونے لگا۔ اور پھر جب کبھی سب کا اکٹھے ہو کر کسی اجلاس میں شامل ہونا ضروری ہوتا ایسا بھی کر لیا جاتا۔ اس حلقہ کے اس کاروبار کا سلسلہ پانچ برس برابر چلتا رہا۔ چنانچہ اس تحریک کے یہ پانچ برس 25-1920ء بہت پرسکون گزرے۔ پھر ایک حادثہ رونما ہوا۔ رینک نے جس پر فرائڈ کو بہت زیادہ اعتماد تھا۔ ایک نیا نظریہ پیش کر دیا۔ اس

کا سب کو رنج ہوا۔ انہوں نے کڑی تنقید بھی کی۔ فرائڈ کا رویہ ابتدا میں مصالحانہ رہا۔ لیکن اس سے چنداں فائدہ نہ ہوا اور رینک اور تجزیہ نفس کے نظریات میں بعد ہوتا گیا۔ اسی دوران میں فرائڈ کا نامکمل اپریشن ہوا اور اس کے حالت تشویشناک ہوگئی کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ایک سال سے زیادہ زندہ رہ سکتا ہے۔ رینک وی آئنا سے تبدیل وطن کر کے پیرس چلا گیا۔ ابراہم کی بے وقت موت نے حلقہ کی ایک اور کڑی کم کر دی۔ اس کے بعد کوشش کے باوجود خط و کتابت کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

اُس کے منہ کی بیماری (Carcinoma) پھر عود کر آئی۔ اس سے اس تحریک کا مستقبل تاریک نظر آنے لگا۔ اس کے رفقاء پر اس بیماری کا اثر ہوا۔ ایک ایسا شخص جو موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اُس سے باتیں کرنا آسان نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کا ذہن اس قدر بیدار اور تندرست تھا کہ وہ باتیں کرتا۔ اُسے اپنے آخری وقت کی آمد محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن وہ ہراساں نہ تھا۔ اس کی ذہنی قوتیں برقرار تھیں اور اس کی نئے علم کی تلاش برابر جاری تھی۔ گویا اس پر بیماری کا کوئی اثر ہی نہ تھا۔ یہ عرصہ کوئی معمولی نہ تھا بلکہ وہ دس برس کرب و بلا میں مبتلا رہا اور تجزیہ نفس کی تحقیقات کرتا گیا۔

ستر برس کی عمر تک وہ خوب توانا رہا۔ عمر نے اُس کی صحت پر کوئی اثر نہ کیا۔ اس لحاظ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ آخری دم تک اسی طرح تندرست رہے گا اور کافی طویل عمر پائے گا بے جا نہ تھا۔ پھر اس کی ماں جو اس سے بیس برس بڑی تھی اُس کی سترویں سالگرہ کے موقع پر زندہ تھی اور اس کے بعد وہ تین برس اور زندہ رہی۔ موت سے ایک برس پہلے وہ بالکل اچھی بھلی تھی اور اس میں کام کرنے کی طاقت بھی موجود تھی۔ چنانچہ جس صبح فرائڈ کی سترویں سالگرہ منائی جانی تھی اس سے پہلے رات فرائڈ اس خیال سے ماں کو ملنے گیا کہ مبادا وہ خود آنے کی زحمت گوارا نہ کر سکے۔ لیکن دوسرے دن علی الصبح میں نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ اس کی ماں تھی۔

سالگرہ منانے کے سلسلے میں وہ شان و شوکت اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کا قائل نہ تھا بلکہ نہایت خاموشی اور بے تکلفی سے اس تقریب کو گزارنا پسند کرتا۔ اس سترویں سالگرہ کے موقعہ پر اُس کے رفقاء بڑی تیاریاں کر رہے تھے لیکن اسی سال ڈاکٹر کارل ابراہم کی خفیہ حلقہ کا رکن اور فرائڈ کا محبوب شاگرد تھا، بے وقت موت واقع ہوئی۔ فرائڈ نے یہ کہہ کر تیاریاں رکوا دیں کہ "جب گھر میں

میت رکھی ہو کوئی شادیانے نہیں بجاتا۔"

فرائڈ کو کھنگی دیمک بن کر چاٹ رہی تھی۔ وہ گھلا جا رہا تھا اور اُس کی شہرت ناموری اور عزت بڑھتی جا رہی تھی دنیا کے لوگ اس مقام سے واقف ہو کر اُسے خراج تحسین پیش کرنے آتے۔ اس کی دریافتوں نے انسانوں کو بلند کرنا شروع کر دیا تھا۔ ذہنی انقلاب رونما ہو چکا تھا۔ انسانیت کے ہمدرد اپنے محسن کو پہچان رہے تھے۔ لیکن دوسری جانب دکھ اور درد اُس بوڑھے انسان کو اُن بلندیوں سے جہاں وہ پہنچ چکا تھا دور لئے جا رہے تھے۔ وہ بوڑھا دنیا سے دور ایک گوشے میں درد سہتا اور کام کئے جاتا۔ وہ اس بات سے بے نیاز تھا کہ موت رینگتی ہوئی اس کی جانب بڑھتی آ رہی ہے۔

فرائڈ کو شبیہ پھول بہت پسند تھے۔ یہ پھول عام مل جاتے تھے۔ لیکن اس کی بیگم نے سالوں کی محنت اور محبت سے اپنے ہاں کیاریاں بنائیں اور اُن میں پھول اُگائے۔ چنانچہ سارا گھر انہیں پھولوں سے بھرا رہتا۔ جس کمرے میں جایئے یہ پھول گلدانوں کی زینت ہوتے آہستہ آہستہ فرائڈ کی توجہ ان کی طرف سے بھی ہٹتی گئی اور دو تین دنوں کے بعد یہ پھول پھینک دیئے جاتے۔ یہی حال اس کی شہرت کا تھا جو بہت دیر بعد اُسے میسر آئی۔ اگرچہ اب وہ اس قدر فراواں تھی لیکن فرائڈ اس سے بے نیاز تھا۔

دنیا کو فرائڈ کا احساس ہو ہی گیا اور اتنا زیادہ ہوا کہ اس نام ورد زبان رہنے لگا۔ ہر نئی تحریر میں اس کا ذکر آتا علمی مجالس میں تذکرے ہوتے اور اس دور کے دوسرے مفکرین نے اس کی جانب دوستی اور تعلقات کا ہاتھ بڑھایا۔ ان میں آئن سٹائن، ٹامس مان (جرمن ادیب) اور رومین رولان (فرانسیسی ادیب) کے علاوہ اور بھی نامور ہستیاں تھیں۔ سب سے زیادہ قابل ذکر یونان کی شہزادی میری بوناپارٹ تھی۔ لیکن یہ وہ زمانہ ہے جب وہ دنیا سے کنارہ کش ہو چکا تھا۔

منہ کی تکلیف کا علاج اپریشن ہی تھا۔ چنانچہ پہلا اپریشن اس کے ایک ہم جماعت پروفیسر نے کیا لیکن اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس کے بعد ماہرین ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ جبڑے کی ہڈی کا کچھ حصہ نکال دیا جائے اور مصنوعی جبڑے (Prosthesis) کے ذریعے کھانا اور بولنا ممکن ہو سکے گا۔ وی آنا کے مشہور ڈاکٹر پچلر نے علاج شروع کیا اور وہ فرائڈ کی عمر کو چند برس بڑھانے

میں کامیاب ہو گیا۔

اس کے باوجود دبانے سے مسلسل درد ہوتا رہتا۔ جسے فرائڈ نہایت ہمت سے برداشت کرتا۔ ایک بات ضرور تکلیف دہ تھی یہ کہ گفتگو کرتے وقت الفاظ پوری طرح ادا نہ ہوتے تھے اس سے سننے والوں کے سمجھنے میں غلطی ہوتی۔ اس کا احساس فرائڈ کو بری طرح تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گوشہ نشین ہو گیا۔ اپنے خاندان کے افراد کے علاوہ وہ صرف چند مخصوص لوگوں سے ملاقات کیا کرتا۔ کسی سامنے کھانا کھانے میں وہ ہچکچاہٹ محسوس کرتا۔ کیونکہ جبڑے کی وجہ سے وہ اچھی طرح کھانا نہیں کھا سکتا تھا۔

اس کی بیماری کو مدنظر رکھ کر تحلیل نفسی کی مجالس اس کے ہاں ہونے لگیں۔ عموماً مہینے مہینے کے وقفے سے ہوتیں جن میں اراکین کو باری باری دعوت دی جاتی۔ ان مجالس میں خاص خاص اعلیٰ پائے کے مضامین پیش کئے جاتے اور اُن پر فرائڈ کا تبصرہ ان مجالس کی جان ہوتا ایک مجلس میں کسی رکن نے اعلیٰ پایہ کا ایک مقالہ پڑھا جو فرائڈ کو بہت پسند آیا چنانچہ اُس نے تعریف کی اور حاضرین کی توجہ ایک تصویر کی طرف دلائی جو آسٹریا کے مشہور مصور مودز نے تیار کی تھی۔ اس تصویر کا خیال ایک حکایت پر مبنی تھا جو یوں تھی کہ ''شیطان نے ایک خدا رسیدہ بزرگ سے معاہدہ کیا کہ وہ گرجا بنانے کے لئے سارے پتھر مہیا کرے گا چنانچہ تصویر میں دکھایا گیا تھا کہ شیطان بڑی بڑی چٹانیں اٹھا رہا ہے بزرگ لبادہ پہنے دور کھڑا بڑی شان سے دعا مانگ رہا ہے یہی حال میرا ہے۔'' فرائڈ نے کہا۔ ''میں نے پہاڑوں کو کھودا ان میں سے اچھے اچھے کارآمد پتھر نکالے انہیں کندھوں پر لادا اور اب اس سے ایک عمارت کی شکل نمودار ہونے لگی ہے۔ یہ کام بہت سخت تھا۔ بہر حال برا بھلا جو ہو سکا میں نے کیا۔ اب یہ آپ لوگوں کا کام ہے کہ آپ اس عمارت کو خوبصورت بنانے کے لئے جو رنگ روغن پسند کریں۔ اس سے اسے مزین کریں۔''

یہ تعریفی الفاظ اس مصنف کے لئے باعث افتخار تھے لیکن ان الفاظ کے پس پردہ کتنی طنز تھی۔

زندگی کے آخری ایام میں فرائڈ میں ایک اور نمایاں تبدیلی واقع ہوئی۔ اس کے تعلقات انسانوں سے کم ہوتے جا رہے تھے۔ اُن کی جگہ کتوں نے لے لی۔ وہ عمر بھر کبھی کتے کا زیادہ شوقین نہ تھا۔ ہاں وہ ایک کتے کا واقعہ بار بار بیان کیا کرتا تھا۔ اس کے ایک مریض کا چینی نسل کا کتا تجزیہ

نفس کے درمیان کمرے میں آجایا کرتا تھا۔فرائڈ اس کی ذہانت کا بہت قائل ہوگیا۔جونہی کتا اور مریض کمرے میں داخل ہوتے۔کتا ایک خاص جگہ پر جاکر بیٹھ جاتا۔گھنٹہ بھر جب تک تجزیہ نفس کا عمل جاری رہتا کتا وہاں بیٹھا رہتا۔کیا مجال کہ اس عرصہ میں اس کے منہ سے کوئی آواز بھی نکلے۔ جونہی وقت ختم ہونے کو آتا کتا اپنی جگہ سے اٹھتا اور آقا کے قریب آ کر اُسے یوں دیکھنے لگتا جیسے کوئی کہہ رہا ہو۔بس کیجئے اب کافی ہو چکا اُٹھئے چلیں۔

فرائڈ کی بیٹی انا کتوں سے پیار کرتی تھی۔اس کے پاس اپنا ایک السیشن (Alcation) نسل کا بڑا کتا تھا۔یہ کتا اگرچہ بہت خوبصورت تھا لیکن کافی بڑا تھا اور شور بھی مچاتا تھا۔فرائڈ بجائے اس کے اس شور سے تنگ آتا اس کتے سے مانوس ہوگیا اور اس کی شرارتوں سے لطف اندوز ہوتا۔ اسی دوران میں یونان کی شہزادی میری (جو نپولین کے بھائی لوسئین کی پوتی تھی) اس کے شاگردوں کے حلقے میں شامل ہوگئی وہ تحقیقات کے سلسلے میں بہت اچھا کام کر رہی تھی اور اُسے اکثر فرائڈ کے ہاں آنا جانا پڑتا۔اس نے بھی اس چینی نسل کے کتے کی کہانی (جس کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے) سنی۔اُسے خود بھی اسی نسل کے کتوں سے پیار تھا اور اُس نے فرائڈ کو اسی نسل کا ایک کتا بطور تحفہ دیا۔یہ کتا شہزادی کا اپنا تھا اور سارے ''شاہی آداب'' سے واقف تھا۔فرائڈ کو یہ کتا بہت محبوب ہوگیا۔جب اس کی نسل پھیلی اور پلے پیدا ہوئے تو وہ یوں دکھائی دیتے جیسے دھاگے کے اُلجھے ہوئے گچھے ہوں۔فرائڈ انہیں پیار کیا کرتا۔اب تو یہ اس کے ساتھی بن گئے اور ان کے بغیر فرائڈ کبھی اکیلا نہ رہتا۔گفتگو کے دوران میں یا اُسے کتنا ہی درد کیوں نہ ہو رہا ہو وہ کتوں سے توجہ نہ ہٹاتا۔انہیں دیکھتا ان کے راتب کا خیال کھتا اور پہلے وہ جہاں اپنی انگشتری سے کھیلا کرتا تھا اب ان کتوں سے کھیلنے لگا۔

عمر کا کارواں چلا جا رہا تھا۔ہر نئی منزل اس کے دکھ درد میں اضافہ کا موجب بنتی اور آخری منزل قریب تر آ رہی تھی۔اس کے اعزہ و اقارب ہر ممکن کوشش کرتے کہ اُسے آرام پہنچا سکیں۔ انہوں نے خدمت گذاری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔لیکن عمر پر کسے اختیار!ان ساری تکالیف کے باوجود فرائڈ کے اندر جس چیز میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔وہ اس کا کام تھا۔وہ برابر نئے خیالات اور نظریات کی جستجو میں لگا رہتا۔اُسے حق و صداقت کی تلاش تھی اور وہ حقیقت اور شائبہ اصلیت میں امتیاز کر رہا تھا۔

آخری ایام میں اس نے حضرت موسیٰؑ پر ایک تحقیقاتی کتاب لکھی جس کا نام ''موسیٰؑ اور وحدت پرستی'' (Moses & Monotheism) ہے۔ یہ کتاب 1936ء میں لکھی جارہی تھی۔ یہ اس کی عمر اسی واں سال تھا۔ اس زمانے میں اس کی شہرت کا اعتراف دنیا جہاں کے ''نمائندہ لوگوں'' نے کرلیا تھا جن میں بڑے بڑے سائنس دان ادباء مصنفین اور فن کار شامل تھے۔

دو برس بعد اُسے وی آنا کو چھوڑنا پڑا۔ ایک جلاوطن کی حیثیت سے اس نے اس شہر کو خیر باد کہا جہاں اس نے اپنے کام کی ابتداء کی تھی اور جہاں اس نے کام ختم بھی کر دیا۔ یہ حادثہ عظیم تھا لیکن جب یہ واقع ہوا تو فرائڈ کو نہ پریشانی ہوئی نہ حیرت!۔

۹

نازیت طوفان ناگہانی بلا کی طرح اٹھا اور آسٹریا پر چھا گیا۔ ہٹلر کے لشکر نے چڑھائی کی اور ساری دنیا دیکھتی رہی۔ اس بلائے عظیم نے وہ ساری بندشیں توڑ پھینکیں جو ایک مہذب قوم روا رکھتی ہے۔ وہ بینا اور طوفان کی طرح پھنکارتے بڑھتے گئے۔ دہشت پسندی نازیوں کا خاصہ تھا اس کا خوب خوب مظاہرہ کیا گیا۔ جرمنی میں جو مظالم ان لوگوں نے پانچ برسوں میں کئے تھے۔ یہاں چند دنوں میں اُن سے بڑھ کر مظالم ہونے لگے۔

آسٹریا پر حملہ ہونے سے قبل ہی فرائڈ حالات کی نزاکت سے باخبر تھا۔ کیونکہ برلن کے چوک میں اس کی تصانیف نذر آتش کی گئی تھیں اور اس کا نام نازیوں کے معتوبین کی صف اول میں تھا۔ فرائڈ کے علاوہ اور بہت سے مفکرین اور ادباء کی کتابیں جلائی گئیں۔ جب اس کی اطلاع فرائڈ تک پہنچی تو اس نے نہایت سکون اور تحمل سے اس خبر کو سنا اور بولا کہ "اتنا تو ہوا کہ جلنے میں مجھے میرے بہترین ساتھی میسر آئے ہیں۔"

فرائڈ احباب اور رفیق اس خطرناک صورت حال سے بے خبر نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے کوشش کی کہ اُسے کسی ایسے ملک میں جانے پر آمادہ کرلیں جہاں نازیوں کا ہاتھ نہ پہنچ سکے۔ لیکن اس نے یہ پیش کش رد کردی۔ وہ وی آنا کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے حالات کا مقابلہ کرنے کا تہیہ کرلیا اور پھر اپنے مخصوص انداز میں اس پرکار بند رہا۔ اس پر کسی قسم کے خوف کا اثر نہیں تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کی باتوں پر کان دھرتا اور افواہوں سے ہراساں ہوا کرتا وہ اپنے کام میں لگا رہا۔

ہٹلر کے طوفانی دستے بہت بے دردی سے یہودیوں کے گھروں کے اندر گھس آتے اور سفاکانہ حرکتیں کرتے۔ امیروں کو لوٹتے اور غریبوں کو ستاتے۔ قتل و غارت اُن کا کھیل تھا اور لوٹ

کھسوٹ اُن کا جنگی کارنامہ۔ یہ لوگ انسانیت سوز افعال کے مرتکب ہو کر خود انسانیت کو شرمندہ کر رہے تھے۔ یہ داستان بہت طویل ہے۔

اس دوران میں فرائڈ کی صحت پر بہت برا اثر ہوا۔ وہ بالکل بدل گیا اس کا جسم مرجھا گیا آنکھیں اندر کو دھنس گئیں اور محض ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ رہ گیا۔ اُسے نازیوں کا ڈر نہیں تھا بلکہ اپنی عمر بھر کی کمائی کے ضائع ہو جانے کا خوف تھا۔ اس نے انسان کو انسان کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے تحلیل نفسی کو ارتقائی منازل سے گزارا۔ اب اس کی ساری محنت مٹی میں مل رہی تھی۔ اُسے جرمن قوم پر افسوس بھی تھا کہ اُن کی اکثریت کو کیا ہو گیا تھا۔ جرمن ذہین لوگ تھے۔ اُن کی ذہانت کیا ہوئی۔ وہ تو ذہانت استعداد اور قوت فیصلہ میں دنیا بھر میں نامور تھے۔ ایسے نازک حالات میں اس کی بذلہ سنجی باقی تھی۔ ایک دن اس نے باتوں باتوں میں کہا ''شیکسپیئر نے اپنے ڈرامہ (Mid- Summer Nights Dream) میں ایک عورت کو گدھے سے عشق کرتے دکھایا ہے۔ لوگ عموماً اس پر حیران ہوتے ہیں لیکن ذرا خیال تو کیجئے کہ ساڑھے چھ کروڑ انسان ایک. .... ''اس نے ہاتھ کی حرکت سے فقرہ پورا کر دیا۔

جب حالات زیادہ خراب ہونے لگے تو فرائڈ کے خاص دوستوں میں سے ایک ڈاکٹر ارنسٹ جونز لندن سے اور یونان کی شہزادی میری پیرس سے وی آنا پہنچے۔ ان کا ایسے حالات میں وی آنا آنا خود ایک خطرناک جرات تھی۔ وی آنا میں مسز ڈوراتھی برلنگھم نیویارک سے آکر فرائڈ کے ہاں رہ رہی تھیں وہ بھی جونز اور شہزادی میری کے ساتھ مل کر فرائڈ کی حفاظت کرنے لگیں۔ ان تینوں نے اپنے اپنے ملکوں کے سفیروں پر زور ڈالا کہ وہ فرائڈ کی حفاظت کے سلسلے میں ان کی امداد کریں۔ لیکن فرائڈ چونکہ آسٹریا کا باشندہ تھا اس لئے وہ اس کو اپنی پناہ میں نہیں لے سکتے تھے۔ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ ایک سفیر کی توجہ سے فرائڈ زیادہ ظلم وستم کا نشانہ بننے سے محفوظ رہا۔

اس صبر آزما دور میں فرائڈ تو برابر کام کرتا رہا اور اس کی بیوی اُس کی حفاظت اور نگرانی میں مصروف رہی۔ اس عورت میں بھی تحمل اور کام کرنے کی کافی قوت تھی۔ ایک دن طوفانی دستے کے چند سپاہی ان کے اندر گھس آئے بیگم فرائڈ نے بڑی بردباری اور نرم لہجے میں ان کا استقبال کیا اور انہیں کرسیاں پیش کیں۔ یہ سب کچھ اس قدر پرخلوص طریق سے ہوا کہ نازی تلنگے گھبرا گئے۔ کیونکہ ایسے دنوں کسی کا یوں خاطر تواضع سے پیش آنا غیر معمولی واقعہ تھا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ گھر کا سامان

بچ گیا۔ چاندی کے برتن اور دوسری قیمتی اشیاء اسی کمرے مین رکھی تھیں۔ جہاں وہ بیٹھے تھے۔ ان لوگوں نے گھر کی کسی چیز کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے پانچ ہزار آسڑوی شلنگ کا مطالبہ کیا۔ یہ سنکر بیگم فرائڈ اپنے خاوند کے کمرے میں گھس گئیں۔ جہاں وہ بیٹھا لکھ رہا تھا اور اُسے صرف اتنا بتایا کہ باہر طوفانی دستے کے سپاہی روپے کا مطالبہ کرر ہے ہیں۔ فرائڈ نے یہ سنا اور ذرا سر اوپر اٹھا کر بولا "مجھے تو آج تک کسی نے ایک بار جانے کی اتنی رقم نہیں دی" اور پھر کام میں لگ گیا۔ بیگم نے رقم ادا کردی۔

اس کے مخلصین کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور حکومت انگلستان نے اُسے اپنے ہاں چلے آنے کی دعوت دی ضروری اجازت نامہ بھی مل گیا۔ لیکن پھر بھی نازیوں کے ہاتھ جو کچھ آیا انہوں نے ضبط کرلیا۔ فرائڈ کا پبلشنگ ہاؤس۔ کلینک اور دوسرے سارے ادارے چھین لئے گئے۔ بڑی مشکل سے شہزادی میری نے بے بہا قیمت دے کر فرائڈ کا عجائب خانہ اور لائبریری خرید لی اور یہ سارا سامان انگلستان اس کے ہمراہ لایا گیا۔ جس قدر کتابیں چھپی پڑی تھی انہیں برباد کردیا گیا۔ اس سے نازیوں کی سیری کب ہوتی تھی۔ فرائڈ کی لڑکی انا فرائڈ تو گستاپو پولیس کے صدر مقام میں بلوا کر ایذا دی گئی اور اُس سے دریافت کیا گیا کہ اُن کی دولت کہاں ہے جب یہ حربہ کارگر ثابت نہ ہوا تو فرائڈ کے بیٹے ڈاکٹر مارٹن فرائڈ کو ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ اُسے کہا گیا کہ اُن کی جس قدر کتابیں باہر گئی ہیں اوہ واپس منگوائی جائیں ورنہ فرائڈ کے خاندان کو انگلستان جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ بڑی مشکل سے یہ کتابیں اکٹھی کی گئیں۔ انہوں بھی جلایا گیا اور یوں نازیوں نے اپنے دل کی حسرت نکالی۔ اُن کا خیال تھا کہ فرائڈ کے ساری تصانیف جل گئی ہیں اس کی تحقیقات کا سارا مواد تباہ ہوگیا ہے۔ ان کی جائیداد ضبط ہوگئی ہے اور گویا تجزیہ نفس کی تحریک کو ملیامیٹ کردیا گیا ہے۔

فرائڈ جب پیرس پہنچا تو امریکہ کے سفیر متعینہ پیرس نے اس کا استقبال کیا۔ انگلستان نے انسانیت کے اس محسن کی راہ میں آنکھیں بچھائیں حکومت اور سائنٹیفک اداروں نے عزت کے شایان شان اُس کی تعظیم کی۔ اس کی آمد کے چرچے کئے گئے۔ جب وہ ان تکلفات سے فارغ ہوا تو فوراً اپنا کام شروع کردیا اور اب اس کا مکان 19 برگا کی بجائے 20 مارسفیلڈ گارڈنز تھا۔

انگلستان کے آسمان پر جنگ کے بادل چھار ہے تھے۔ سارا ملک آنے والے خطرے سے

پریشان اور سراسیمہ تھا۔ خطرے کے الارم طیارہ شکن توپیں ہر جگہ نصب تھیں۔ ساری دنیا جنگ کی ہولنا کیوں کے انجام سے لرزاں تھی۔ لیکن فرائڈ کے اردگرد کا ماحول پھر بھی پرسکون تھا۔ اس کا یہ گھر بہت آرام دہ اور ہوا دار تھا۔ اس کے کمرے وی آ ئنا والے گھر سے بہت بہتر تھے۔ گھر کا باغ اگر چہ زیادہ کشادہ نہیں تھا۔ لیکن اس کا لان بہت نفیس تھا۔ دیواروں پر بوڑھے درختوں کے سائے ماحول اور بھی پرسکون بنا رہے تھے انا فرائڈ بچوں کی نفسی تحلیل پر کام کرنے میں مصروف تھی۔ بظاہر یہ نئی زندگی بہت آرام دہ معلوم ہوئی تھی لیکن اس کے پیچھے ایک ہیبت ناک حقیقت کھڑی جھانک رہی تھی۔ مسلسل دکھ اور درد فرائڈ کے گرد منڈلا رہا تھا اور اس کے پاس موت کا فرشتہ وقت کا منتظر تھا اُس کے منہ کا درد نا قابل برداشت ہوتا گیا۔ رات بھر وہ جاگتا رہتا۔ دن میں ایک آدھ گھنٹہ کبھی اُسے اُونگھ آ جائے تو آ جائے۔ باغ میں اس کے لئے ایک آرام کرسی بچھی ہوتی جس پر وہ پہروں بیٹھا رہتا۔ اس بیماری نے اُسے اور بھی نحیف بنا دیا تھا بولنا اس کے لئے دُوبھر تھا لیکن جب کبھی درد کا آفاقہ ہوتا اور اس میں ذرا سکت آتی وہ کچھ نہ کچھ کام کرنے لگتا۔ خطوں کا جواب تو وہ ضرور خود دینے کی کوشش کرتا۔

درد بڑھتا گیا اور بالآخر وہ مقررہ وقت آ گیا جس کا منتظر فرشتہ اجل کھڑا تھا اور وہ اس دنیا سے سدھارا..... وہ جا چکا ہے مگر اس کی روح زندہ ہے اور آج اس کی روح انسان کی بہتری کے لئے برابر اپنا کام کئے جا رہی ہے۔

............☆☆............

نظريات

پس منظر

تجسس انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ انسان نئی چیزوں کی دریافت میں لگا رہتا ہے لیکن جب کوئی نیا تصور سامنے آتا ہے وہ خود اس کی مخالفت کرتا ہے بعض اوقات مخالفت بہت خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ خاص طور پر جہاں معاملہ جذبات کا ہو اور اس کا رویہ اس کی فطری تجسس میں روک بن جاتا ہے۔ سگمنڈ فرائڈ نے پہلے پہل جب اپنی تحقیقات شائع کیں تو اس کی مخالفت خطرناک حد تک کی گئی۔ وہی فرسودہ اعتراضات دہرائے گئے کہ "یہ نئے نتائج ذلت آمیز ہیں۔ مادہ پرستی کے مترادف ہیں۔ ملحدانہ خیالات کے حامل ہیں۔ انسان کو اس کے بلند مقام سے نیچے گرا دیں گے۔" اس کی نظروں میں خود اپنی عزت نہیں رہے گی۔ وہ اپنا سب کچھ کھو بیٹھے گا۔" یہ سب کچھ جمالیات، روحانیات، اخلاقیات اور مذہب ہے جسے انسان دل و جان سے عزیز جانتا ہے۔

مشہور انگریز شاعر کیٹس کو ڈر تھا کہ اگر طیف (Spectrum) کے ذریعے قوس وقزح کے رنگوں کو دیکھا گیا تو اس سے جمالیاتی لذت مفقود ہو جائے گی۔ اس کے خیال میں قوس وقزح سے اس صورت میں لذت اٹھائی جا سکتی تھی کہ اس میں ایک اخفا رہے جوں ہی یہ اخفا جاتا رہا لذت بھی ختم ہو جائے گی۔ حالانکہ کسی سائنس دان نے یہ محسوس نہیں کیا کہ سائنس کی روشنی میں دیکھنے سے کائنات کی حیرت انگیزیاں کم ہو جاتی ہیں۔ بخلاف اس کے جس قدر علم بڑھتا ہے سائنس دان محسوس کرتے ہیں کہ وہ بہت کم جانتے ہیں اور ابھی بہت کچھ جاننے کے قابل ہے۔ فلکیات (Astronomy) سے ستاروں کی دلکشی کم نہیں ہو جاتی۔ واہمہ جہالت سے جنم لیتا ہے لیکن اس کے باوجود آدمی واہمے اور جہالت سے چمٹا رہتا ہے۔ تجزیہ نفس اُن واہموں کی اصلیت پر روشنی ڈالتا ہے اور اخفا (Mystery) اور جہالت کی گہرائیوں میں جھانکتا ہے۔

ذہن اب تک سائنس کی دسترس سے باہر سمجھا جاتا تھا لیکن اب سائنس کے اصول اس کو سمجھنے میں استعمال کئے جانے لگے ہیں۔ اس سے جو انکشافات ہوئے ہیں وہ اتنے حیرت انگیز ہیں کہ زندگی کی ساری قدریں بدل دیتے ہیں۔ شخصیت ایک نیا روپ لے لیتی ہے اور ذہن کی گہرائیوں میں سے ایسی ایسی گھناؤنی اور مسخ شدہ صورتیں اُبھر آتی ہیں جو چھپ چھپ کر ہماری زندگی کے ہر شعبے پر اثر انداز ہوتی رہتی ہیں۔

ہر سائنس کی تکمیل میں ایک عمر صرف ہوتی ہے چنانچہ سگمنڈ فرائڈ کی زندگی بھر کی انتھک کوششیں تحقیقات اور تجربات تجزیہ نفس کی تشکیل کا باعث بنے۔ اس میں اس کے باوفا شاگردوں کی محنتیں بھی شامل ہیں۔ تجزیہ نفس کے ارتقائی مطالعے میں ہمیں ایک اور شخصیت کا تعارف ہوتا ہے۔ یہ وی آنا کا مشہور ڈاکٹر جوزف برائیر ہے جس نے ایک مریضہ کے علاج کے دوران میں بعض ایسی علامتیں دیکھیں جن پر تجزیہ نفس کی عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔

''یہ مریضہ [1] اکیس برس کی نہایت عقل مند لڑکی تھی جس کی دائیں ہاتھ اور پاؤں پر سخت فالج کا حملہ ہوا۔ اس کے ساتھ فقدان احساس (Anaesthesia) بھی تھا۔ بعض اوقات بائیں ہاتھ پاؤں پر بھی اسی طرح کا حملہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی آنکھوں کی حرکات میں فتور پیدا ہوگیا تھا اس کی بنیائی کمزور ہوگئی تھی۔ اس کا سر بے قابو ہوگیا تھا۔ اس کو کالی کھانسی تھی۔ کھانا کھاتے وقت اس کی طبیعت مالش کرتی تھی اور ایک دفعہ تو وہ ہفتوں پانی نہ پی سکی۔ باوجود اس کے اس کو سخت پیاس لگتی تھی۔ اس کی قوت گویائی بہت کم ہوگئی۔ اس نقص میں اتنی ترقی ہوئی کہ وہ اپنی مادری زبان نہ تو بول سکتی تھی اور نہ سمجھ سکتی تھی۔ ان تمام اختلافات کی انتہا اس پر ہوئی کہ اُسے ''غائب دلی'' (State of absent) رہنے لگی۔ اس کے دماغ میں انتشار رہتا ہذیان نے اس پر قبضہ جما لیا۔ مختصر یہ کہ اُس کی تمام شخصیت بدل گئی۔۔۔۔۔۔۔۔''

جوزف برائر نے اس مریضہ کے ساتھ ہمدردی اور دلچسپی کا اظہار شروع کیا۔ شروع شروع میں اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اس کی مدد کس طرح کرسکتا ہے۔ لیکن یہ کام اس کے لئے غالباً بہت آسان تھا کیوں کہ اس مریضہ کا ذہن اور اس کی سیرت بہت اعلیٰ قسم کے تھے۔ اس نے بہت جلد

---

1. فرائیڈ کا ایک لیکچر جو اس نے کلارک یونیورسٹی میں دیا تھا۔ اقتباس ''نفسیات فاسدہ'' مترجمہ پروفیسر معتضد ولی الرحمٰن سے لیا گیا ہے۔

اپنے ہمدردانہ مشاہدے سے ان وسائل کو دریافت کرلیا جن سے پہلی مدد ممکن ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ مریضہ ''غائب دلی'' یا اپنے نفسی تغیر کی حالت میں کچھ بڑبڑاتی ہے۔ یہ اُن متلازمات سے پیدا ہونے والے الفاظ ثابت ہوئے جن میں اس کا خیال منہمک ومصروف رہتا تھا۔ برائر نے ان الفاظ کو اخذ کیا اور اُن پر ہپناٹزم کی حالت طاری کر کے اُن کو اُس کے سامنے دہرایا۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی متلازمات فی الواقع موجود ہیں تو اُن کا احیا ہو جائے۔ مریضہ نے اس کے ایغار (Suggestion) کو قبول کرلیا۔ اور اس سے ان نفسی تخلیقات کا احیا ہوا جو اس کے ''غائب دلی'' کے زمانے میں اُس کے خیالات پر متصرف تھیں۔ یہ تخلیقات حد درجہ دلگیر اور پراندوہ تھے اور جن میں اکثر شاعرانہ حسن تخیل کی شان نظر آتی تھی۔ ان کو ہم بیداری کے خواب بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ عموماً اس لڑکی کی حالت سے شروع ہوتے تھے جو اپنے باپ کے بستر علالت کے پاس بیٹھی ہے۔ جب وہ اس قسم کے چند تخیلات بیان کر دیتی تو گویا وہ آزاد ہو جاتی اور اپنی طبعی ذہنی زندگی کی طرف عود کر آتی تھی۔ یہ حالت صحت کے بعد کئی گھنٹے تک باقی رہتی لیکن اگلے ہی دن ''غائب دلی'' کی نئی حالت پیدا ہو جاتی۔ یہ بھی نوزائیدہ تخیلات کے بیان کر دینے سے ختم ہو جاتی تھی اس خیال کا پیدا نہ ہونا ناممکنات سے تھا۔ یہ نفسی تغیر جس کا اظہار ''غائب دلی'' کی حالتوں میں ظاہر ہوتا تھا اُن تہمیجات اور ہیجانات کا نتیجہ تھا جو ان حد درجہ جذبی تخیلات سے پیدا ہوتے تھے۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ مریضہ اپنی اس بیماری میں صرف انگریزی زبان بولتی اور سمجھتی تھی۔ اس نے خود اس طریق علاج کا نام علاج بالمکالمہ (Talking Curs) رکھا تھا اور وہ مزاحاً اس کو ''دودکش صاف کرنا'' کہتی تھی۔

اس تمام واقعے سے برائر کا ذہن اُس حقیقت کی طرف منتقل ہوا کہ اس تجزیہ روح سے بار بار غور کرنے والے ذہنی ''بادلوں'' کے عارضی دفعیے کے علاوہ اور بھی کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے اس کو خیال آیا کہ اگر ہپناٹزم حالت میں مریضہ کو وہ صورت حالات اور وہ تمام تلازمی روابط یاد دلائے جا سکتے ہیں جن سے اس مرض کے تمام آثار پہلی مرتبہ پیدا ہوئے تو یہ آثار غائب ہو جائیں گے۔ حالات یوں تھے۔

ایک گرمی کے موسم میں سخت گرمی پڑ رہی تھی اور مریضہ کو پیاس کی سخت تکلیف تھی کیونکہ بغیر کسی ظاہری علت کے وہ اچانک پانی پینے کے ناقابل ہوگئی وہ پانی کا گلاس اپنے ہاتھ میں لیتی

لیکن جوں ہی اُسے منہ کے پاس لے جاتی وہ اُسے اس طرح پھینک دیتی گویا اُسے پانی سے ڈر لگتا۔ ظاہر ہے کہ ان چند سیکنڈ کی مدت میں وہ ''غائب دلی'' کی سی حالت میں ہوتی تھی۔ اس حالت میں وہ صرف تربوز وغیرہ کھاتی اوران ہی سے اپنی پیاس بجھاتی تھی۔ یہ حالت کوئی چھ ہفتے باقی رہی کہ ایک دن ہپناٹزم کی حالت میں وہ اپنی انگریز گورنس (Governess) کا ذکر کررہی تھی جس سے اُسے سخت نفرت تھی۔ سب سے آخر میں اس نے بیان کیا اور کراہت اور نفرت کی ہر علامت سے اپنے بیان کی تائید کی کہ ایک دن میں اس کے کمرے میں گئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ اس کا چھوٹا سا کتا جس سے مریضہ ڈرتی تھی گلاس میں پانی پی رہا ہے۔ آداب مراسم سے اس نے اس حادثے کا کسی سے ذکر نہ کیا! اب جبکہ وہ اپنے رکے ہوئے اور دبے ہوئے غصے کا پرجوش اظہار کر چکی تو اس نے پانی مانگا اور بلا تکلف و تکلیف بہت سا پانی پی گئی۔ جس وقت وہ اس حالت سے بیدار ہوئی اُس وقت اُس کے لبوں پر گلاس کا کنارہ تھا۔ اس کے بعد یہ سب علامات مستقلاً محو ہو گئیں۔

اس سے قبل کسی ڈاکٹر نے ہسٹریا کی علامات کا اس طرح علاج نہ کیا تھا یا کوئی ڈاکٹر اس کی علت کے تفہیم کے اس قدر قریب نہ پہنچا تھا۔ اب اگر یہ توقع پوری ہوسکتی کہ باقی دیگر بلکہ شاید اکثر دیگر علامات بھی اس طرح پیدا ہونے اور ان کا علاج اسی طرح ہوسکتا ہے تو یہ ایک بہت بڑا زبردست بارآور انکشاف ہوتا۔ برائر نے اس طرف سے اپنا اطمینان کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا اور وہ دیگر سنگین علامات کی مرضیاتی پیدائش (Pathogenesis) کی زیادہ باقاعدہ تحقیق کرنے لگا۔ بالآخر اس کی توقع پوری ہوئی۔ تقریباً تمام علامات بالکل اسی طرح پیدا ہوئی تھیں۔ یہ تاثری تجربات کے باقیات تھے یا چاہو تو ان کی تلچھٹ کہہ لو۔ اسی وجہ سے بعد ہم نے ان کا نام ''نفسی جراحات'' (Psychic Irauma) رکھا۔

میں نے اس وقت تک ہسٹریا کے صرف ایک ''اثر'' کی پیدائش کا حال بیان کیا ہے کہ یہ اس بات نتیجہ تھی کہ کتے نے گلاس میں پانی پی لیا تھا اور اُس نے اس سے پیدا ہونے والے جذبات کے اظہار کے بجائے انہیں دبا دیا تھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ سامعین اس کے علاوہ ہسٹریا کے دیگر آثار کے متعلق بھی اسی بیان کے سننے کے لئے بے قرار ہیں لیکن میں بہت سی مثالیں بیان نہیں کر سکتا بہرحال سامعین کی تسکین اور ان کے اطمینان کے لئے صرف ایک مثال اور بیان کئے دیتا

ہوں۔ میں نے کہیں کہا ہے کہ مریضہ کی بینائی خراب ہوگئی تھی۔ برائر نے ذیل کے طریقے سے اس کو خارجی علتوں کا نتیجہ ثابت کیا۔

''ایک دفعہ مریضہ کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے اور وہ اپنے باپ کے بستر علالت کے پاس بیٹھی تھی کہ اس کے باپ نے اس سے وقت دریافت کیا وہ آنسوؤں کی وجہ سے صاف نہ دیکھ سکتی تھی۔ لہٰذا اُس نے اپنی آنکھوں پر زور دیا۔ وہ گھڑی کو اپنی آنکھوں کے پاس لائی جس کی وجہ سے اُس کا ڈائل بہت بہت بڑا نظر آنے لگا یہ ہوا کہ اُس آنسوؤں کو دبانے کی کوشش کی تا کہ اس کا مریض باپ اُسے روتے ہوئے نہ دیکھ لے...... ایک دفعہ رات کے وقت وہ بہت تشویش کی حالت میں اپنے مریض باپ کو تک رہی تھی جسے اُس وقت بہت شدید بخار تھا۔ وہ درحقیقت وی آئنا کے ایک ڈاکٹر کی منتظر تھی جو اس کے باپ پر عمل جراحی کرنے والا تھا۔ اس کی ماں کچھ دیر کے لئے باہر چلی گئی تھی۔ مریضہ باپ کے پلنگ کے پاس ایک کرسی پر بیٹھی تھی اور اس کا بازو کرسی کے تکیے پر لٹکا ہوا تھا۔ اس پر حالت محویت طاری ہوئی جس میں اس نے ایک سانپ کو نکلتے ہوئے دیکھا یہ سانپ اس کے باپ کی طرف اس انداز سے بڑھا گویا وہ اس کاٹنے جا رہا ہے (اغلب یہ ہے کہ اس سے قبل گھر کے پیچھے باغ میں بہت سے سانپ دکھائی دیئے تھے اور اُسے ڈر لگا تھا۔ ان ہی قدیم تجربات نے اس وقت کے وہم کا مواد مہیا کیا) اس نے سانپ کو مارنے اور بھگانے کی کوشش کی لیکن معلوم ایسا ہوتا تھا کہ اس کو فالج ہو گیا ہے۔ لہٰذا وہ حرکت نہ کر سکتی تھی اس کا دایاں بازو جو کرسی کے تکیے پر لٹک رہا تھا ''سو گیا'' تھا۔ اس طرح یہ فاقد الاحساس اور مفلوج ہو گیا تھا۔ جب اس نے اپنے بازو پر نگاہ کی تو اُس کی انگلیاں چھوٹے سانپ بن گئیں اور اُن کے ناخن ان سانپوں کے سر اس نے غالباً اپنے مفلوج دائیں بازو سے سانپ کو بھگانے کی کوشش کی تھی۔ اس طرح اس کا فقدان احساس اور فالج سانپ کے وہم کے ساتھ متلازم ہو گیا۔ جب یہ رفع ہو گیا تو اس نے یہ قصہ بیان کرنا چاہا لیکن طاقت گویائی جواب دے چکی تھی۔ وہ کسی زبان میں بھی اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہ کر سکتی تھی۔ بالآخر اس کو ایک انگریزی گیت کے چند الفاظ یاد آئے اس کے بعد وہ صرف اسی زبان میں سوچ اور بول سکتی تھی۔ جب ہپناٹزم کی حالت میں اس حادثے کی یاد کا احیا کیا گیا تو بازو کا فالج جو ابتدائے مرض سے موجود تھا رفع ہو گیا اس کا علاج ختم ہو گیا۔''

طبی لحاظ سے یہ ایک عام دلچسپی کا واقعہ تھا۔ لیکن فرائڈ کی بالغ نظری نے اس معمولی واقعہ

کے پس پردہ بہت بڑی حقیقت کو پالیا۔ اتنی بڑی حقیقت کہ اس نے ساری زندگی اس کی چھان بین میں صرف کر دی۔ یہ اُسی محنت اور مشقت کا ثمر ہے جو آج وہ ایک نئی نفسیات کا بانی تسلیم کیا جا رہا ہے۔

برائر فرائڈ سے چودہ برس بڑا تھا دونوں میں دوستی تھی اور دونوں مل کر ہسٹریا کے متعلق تحقیقات کر رہے تھے۔ فرائڈ نے دیکھا کہ ہسٹریا کی متعدد علامات ایسی ہیں جو آج رونما ہوتی ہیں اور کل غائب ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ علامات غیر مربوط طور پر جسم کے مختلف حصوں میں بھی منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ یہ دیکھ کر وہ اُن کو سمجھنے کی ٹوہ میں لگ گیا۔ اب تک کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی تھی اور نہ کسی کو یہ سوجھا تھا کہ ان ہسٹریائی علامات کا کچھ نفسیاتی مطلب بھی ہو سکتا ہے یہی کہا جاتا تھا کہ یہ علامات کسی دماغی عارضے کی وجہ سے رونما ہوتی ہیں یا مریض کے خیالات میں بے ربطی کا نتیجہ یہ علامات ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو تحقیقات کے اس میدان میں اس سے پہلے کسی نے قدم نہیں رکھا تھا کیونکہ یہ میدان بہت سنگلاخ تھا۔

برائر نے تھوڑی دور چل کر فرائڈ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اب وہ بالکل اکیلا تھا مگر اس کے باوجود وہ آگے بڑھتا گیا۔ اس نے دریافت کیا کہ ہسٹریا کی علامات اور ان کی مختلف اشکال کا تعلق مریض کے ماضی سے ہوتا ہے۔ اس نے ماضی کے واقعات کی یادوں کو ہپناٹزم کے ذریعے تازہ کیا۔ حالانکہ خیال کیا جاتا تھا کہ ماضی کی یہ یادیں مردہ ہو جاتی ہیں۔ اس نے بتایا کہ یہ مردہ نہیں ہوتیں بلکہ ہمارے اعمال و افعال پر اثر انداز ہوتی رہتی ہیں۔ فرائڈ سے قبل مشہور فلاسفر شوپن ہار نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا تھا جو اشارہ ہی رہا مگر فرائڈ نے پوری طرح تحقیقات کی اور یہ خیال تجزیہ نفس کا سنگ بنیاد ثابت ہوا۔

شروع میں فرائڈ ہپناٹزم کے ذریعے ہسٹریا کے مریضوں کا علاج کیا کرتا تھا لیکن بعض مریض ایسے بھی تھے جن پر ہپناٹزم کا عمل کارگر نہ ہوتا۔ اُن کے لئے ایسے طریقے کی ضرورت تھی جس سے اُن کے ماضی کی یادوں کو اُبھارا جا سکے۔ فرائڈ ایسے مریضوں کو آرام سے بٹھا دیتا اور انہیں اپنی داستان حیات سنانے کو کہتا اور تاکید کرتا کوئی بات خواہ کسی قسم کی کیوں نہ ہرگز ہرگز نہ چھپائے نہ کسی واقعہ کو معمولی جان کر یا ندامت کے باعث پوشیدہ رکھے۔ یہ طریقہ کارگر ثابت ہوا اور اسے اب تلازم اختیاری (Free Association) کہتے ہیں۔

ہپناٹزم کے دوران میں بعض مریضوں پر زور ڈال کر ماضی کی یادوں کو اُبھارنا پڑتا تھا یہی وقت تلازم اختیاری میں بھی باقی رہی۔ زور ڈالنے کے باوجود مریض کے ذہن میں ایسی چند قوتیں تھیں جو یادوں کو اُبھرنے سے روکتیں اور مزاحمت کرتی تھیں۔ یہ مزاحمت (Resistence) تجزیہ نفس کے نظریات کو وسعت دینے میں بہت کارآمد ثابت ہوئی۔ کیونکہ یہ مزاحمت ہی وہ قوت تھی جو یاد کو اُبھرنے نہیں دیتی تھی۔ ''دبی ہوئی یادیں'' اگرچہ غیر شعوری تھیں لیکن ان کے اثرات بہت زیادہ تھے اور پھر لطف یہ کہ مریض خود ان اثرات سے بے خبر ہوتے۔ مزید تحقیقات کے دوران میں اس کشمکش کی زیادہ وضاحت ہوگئی اور فرائڈ نے معلوم کرلیا کہ دبی ہوئی یادیں جو ایسا اثر پیدا کرتی ہیں ایک خاص قسم کی اور مریض کی اخلاقی، سماجی اور جمالیاتی اقدار کے بالکل متضاد ہوتی ہیں اور اُن کا یاد رکھنا مریض کے لئے ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ یہی وہ سراغ تھا جس کے ذریعے وہ ان دبی ہوئی یادوں کی توضیح کرسکا۔

تلازم اختیاری کے ذریعے اُسے جو مواد ملا۔ اس سے جلد ہی واضح ہوگیا کہ مریض کے خواب نہایت معنی خیز ہوتے ہیں۔ اس سے قبل ماہرین نفسیات یا اطباء نے خواب پر کبھی سنجیدگی سے غور نہیں کیا تھا۔ فرائڈ نے سب سے پہلے خواب کی طرف توجہ کی اور اُس کے ذریعے کئی ایسے اہم مسائل حل کر لئے جو ہزاروں سالوں سے یوں ہی چھوڑ دیئے گئے تھے۔ اس نے خواب کی تعبیر میں وہ کمال حاصل کیا کہ اس کی یہ تحقیقات نفسیات میں ایک اہم اور قابل قدر اضافہ ہے خواب کے ذریعے ذہن کی گہرائیوں میں جھانکا جا سکتا ہے۔ فرائڈ کی کتاب ''خواب کی تعبیر'' (Interpretation of Dreams) دنیا کی بہترین اور جامع کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔

اپنی تحقیقات کے دوران فرائڈ کو جنس کی اہمیت کا علم ہوا۔ اُس نے دیکھا کہ ذہنی کشمکش میں جس سے اعصابی امراض پیدا ہوتے ہیں جنس بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس اہمیت کی روشنی میں جب اس نے اعمال کا جائزہ لینا شروع کیا تو حیرت انگیز انکشافات ہوئے۔ فرائڈ کے جنسی نظریات کی سب سے زیادہ مخالفت ہوئی علمی حلقوں میں ایک ہلچل مچ گئی۔ مگر اس کے باوجود اپنے کام میں لگا رہا۔ اس کے سامنے ایک اور حقیقت آئی اور وہ بچے کی نشوونما تھی۔ وہ عجیب وغریب اور حیران کن نتائج پر پہنچا۔ اس نے ثابت کیا کہ بچے کی ابتدائی زندگی میں جنس کا کافی دخل ہوتا ہے۔ یہی دخل دیو مالا تو ہم پرستی، سماجی اور مذہبی اداروں کے پس پردہ مخفی طاقت بن کر زندگی پر چھا

جاتا ہے۔اسی روشنی میں زندگی کے بہت سے مسائل حل کر دیئے ہیں جواب تک دھندلکوں میں تھے۔فرداور نسل کی نشو ونما کو سمجھنے میں ''بچے کی جنس'' کا نظریہ بہت مدد دیتا ہے۔

فرائڈ دس برس اکیلا کام کرتا رہا۔اس عرصے میں اس کے نظریات کو قبول کرنا تو کجا کسی نے اس سے ہمدردی کا اظہار تک نہیں کیا۔لیکن بالآخر اس کی انتھک کوششیں رنگ لائیں اور چند لوگ اُس کے پیرو بن گئے۔ 1910ء میں تجزیہ نفس کی بین الاقوامی انجمن (International Association of Psychoanalysis) کی بنیاد رکھی گئی۔1913ء میں اس کی ایک شاخ برطانیہ میں قائم کی گئی اور آہستہ آہستہ اُس کی اور شاخیں مختلف ممالک میں قائم ہوئیں۔

اب زندگی کا ہر شعبہ تجزیہ نفس کے نظریات سے متاثر ہے اور تجزیہ نفس طبی نفسیات کے دائرہ سے نکل کر پوری زندگی پر حاوی ہو چکا ہے۔

ذہنی زندگی

لاشعور

ایک زمانہ تھا جب ذہن کو مختلف ''صلاحیتوں'' کے مطابق تقسیم کیا جاتا تھا لیکن فرائڈ نے ثابت کیا ہے کہ ذہنی زندگی میں ایک ناقابل تردید وحدت اور تسلسل ہوتا ہے۔ یعنی ہم ہر ایک خاص لمحے میں جو کچھ گذر چکا ہے اور جو گذر رہا ہے اس کا تعین کر سکتے ہیں۔ یہاں کوئی بات محض حادثے کے طور پر نہیں ہوتی اور طبیعی دنیا کی طرح ذہنی اقلیم میں بھی موقع (Chance) کا دخل ہوتا ہے۔ جو باتیں غیر متوقع اور حادثہ معلوم ہوتی ہیں حقیقت میں وہ ایسی نہیں ہوتیں اپنی ذہنی زندگی کے بہت زیادہ حصے سے ہم بے خبر رہتے ہیں اور جو کچھ جان پاتے ہیں وہ محض نتیجہ ہوتا ہے اسی لئے بعض اوقات وہ بالکل الگ بے محل اور بے سبب معلوم ہوتا ہے۔ فرائڈ کے نزدیک نفس (Psyche) خواہ وہ کسی حالت میں کارفرما ہو ایک وحدت ہے اور اس وحدت کے دو رخ ہیں ایک لاشعور اور دوسرا لاشعور اور یہ دونوں زندگی بھر متواتر عمل اور ردعمل کرتے رہتے ہیں۔ ان میں لاشعور زیادہ اثر آفرین ہے۔

فرائڈ ذہن کو ایک ایسا آلہ تصور کرتا ہے جسے دو طریق سے حرکت میں لایا جا سکتا ہے ایک خارجی اور دوسرا داخلی جب کسی خارجی مہیج کو ٹکر لگتی ہے جو اس میں جوش پیدا ہوتا ہے تو اس کی سرگرمی ایک جانب رونما ہو جاتی ہے۔ بھوک یا اسی قسم کی کوئی اور جبلی طاقت جب داخلی طور پر مہیج بن کر سرگرم عمل ہوتی ہے تو اس کا رخ دوسری جانب ہوتا ہے۔ کئی حالتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جب یہ دونوں محرکات ایک ساتھ عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ اس کی مثال اس بھوکے آدمی کی سی ہے جو کھانے کو دیکھ کر للچا جاتا ہے۔ فرائڈ کا خیال ہے کہ تمام ذہنی اعمال لاشعور سے شروع ہوتے ہیں۔ ان میں

سے بعض فوراً شعور میں آ جاتے ہیں اور باقی کسی وجہ سے وہیں رک جاتے ہیں۔ جبلی محرکات جو ہمارے اندر سے شروع ہوتے ہیں اور جن کا سرچشمہ لاشعور ہوتا ہے ان کا سمجھنا چنداں دشوار نہیں۔ اسی طرح روزمرہ زندگی میں بھی ایسے واقعات ہوتے ہیں جن کا محرک بیرونی ہوتا ہے اور جنہیں ہم بخوبی سمجھ جاتے ہیں۔ آپ کو تجربہ ہوا ہوگا کہ آپ کے اندر کوئی چیز ایک آواز سنتی ہے...... مثلاً گھڑیال کی آواز...... مگر شعوری طور پر آپ کو یاد نہیں ہوتا کہ ایسا ہوا ہے۔

فرائڈ ذہن کو تین گروہوں میں تقسیم کرتا ہے۔ شعور (Conscious) جب ہم اپنے خیالات سے ایک خاص وقت میں باخبر ہوتے ہیں۔ قبل شعور (Pre-Conscious) یہ شعور کا کنارا ہے جہاں سے خیالات موقع محل کے مطابق فوراً شعور میں آ جاتے ہیں۔ لاشعور یہاں ایسے خیالات ہوتے ہیں جو آسانی سے شعور میں نہیں آتے اور نہ لائے جا سکتے ہیں۔ اُن کو باہر نکالنے کے لئے ایک خاص طریقے کار کی ضرورت ہوتی ہے۔

ذہن میں ایک مخصوص واسطہ (ایجنسی) کارفرما رہتا ہے اور اُسی کی اجازت سے کوئی خیال ذہن کے ایک گروہ سے دوسرے میں جا سکتا ہے۔ اس واسطہ کو ''احتساب'' سنسر شپ (Censorship) کا نام دیا گیا ہے۔ جنگ کے دنوں میں حکومت سیاسی حالات کو ضبط میں رکھنے کے لئے احتساب کا محکمہ قائم کر دیتی ہے اور یہ اس محکمے کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ کسی خبر کو روک لے یا اُس کو نشر ہونے دے۔ یہ احتساب لاشعور اور شعور کے مابین ہوتا ہے۔ شعور اور قبل شعور کے درمیان بھی یہ احتساب ہے لیکن بہت ہی کمزور حالت میں وہ واسطہ جو اس احتساب کو بروئے کار لاتا ہے وہ اُس ''دباؤ'' کی مانند ہے جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس کے ذریعے بعض خیالات شعور سے باہر رہتے ہیں اور بعض خیالات ایسے ہوتے ہیں کہ جب انہیں یاد کرنے کی کوشش کی جائے تو اُس میں مزاحمت پیدا ہوتی ہے اور یاد کرنے والا انہیں یاد نہیں کر پاتا۔

ذہن کا مطالعہ ایک اور زاویہ نگاہ سے کیا جا سکتا ہے اور یہ اُس کی حرکی (Dynamic) حالت ہے۔ اس ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لاشعور مجموعہ ہوتا ہے اُن ہیجانات اور خواہشات کا جو فرد کی زندگی کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتی ہے اور یہ اساسی ہیجانات جبلی اُکساہٹیں مسلسل لاشعور میں جمع ہوتی رہتی ہیں اور کوشاں ہوتی ہیں کہ باہر نکلنے کا کوئی راستہ پا کر اپنی تسکین کا سامان بہم پہنچائیں۔ فرائڈ نے اس ذہنی قوت کو اڈ (Ad) کہا ہے۔ یہی وہ سرچشمہ ہے جہاں سے ذہن

جبلتوں سے قوت حاصل کرتا ہے۔ بلاتفریق یہی سارے ذہن کی اساس ہے۔

بچے کی زندگی کے ابتدائی ایام میں اسی اڈ کا ایک حصہ خارجی دنیا سے متعلق ہو کر باقی تمام حصے سے متمیز ہو جاتا ہے۔ اس حصے کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ وہ فرد کے جسم نامی (Organism) اور خارجی دنیا میں جس میں انسانی ماحول بھی آ جاتا ہے میں تعلقات قائم کرے اس کا نام ایغو (Ego) یا انا ہے۔ ایغو کا مطلب ''اپنی ذات'' لیا جا سکتا ہے۔ اسی سے اپنی شخصیت کا احساس پیدا ہوتا ہے ایغو اڈ کے متعلق رویہ ناقدانہ ہوتا ہے۔ وہ اڈ کے ہیجانات کی بعض مانگوں کی تسکین کرتا ہے بعض کو قابل ملامت قرار دے کر رد کر دیتا ہے ایغو کا ایسا کرنا دباؤ (Repression) کہلاتا ہے۔ دباؤ سے کوئی خیال صرف شعور سے پرے ہی نہیں رکھا جاتا بلکہ خود ایغو سے پرے رکھا جاتا ہے۔ جو ہیجانات اس طرح دبائے جاتے ہیں وہ اڈ کی ابتدائی حالت کا ایک مخصوص جزو بن جاتے ہیں۔ البتہ یہ ہیجاناتِ لاشخصی ہوتے ہیں۔ اس طرح جو حالت پیدا ہوتی ہے اُس کا اظہار ہم یوں کر سکتے ہیں کہ ''میں (ایغو) فلاں بات کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے اندر کوئی اور ذات ہے جو میں نہیں ہوں وہ فلاں بات کرنا چاہتی ہے۔'' یاد رہے کہ شعور دوسری خواہش سے بے خبر ہوتا ہے۔

یہاں ایک مشکل قابل غور ہے۔ جس طرح اڈ کا ایک حصہ کٹ کر ''دبی ہوئی اڈ'' بن جاتا ہے اسی طرح نشو ونما کے دوران میں ایغو کا ایک حصہ باقی کل سے علیحدہ ہو جاتا ہے یہ سپر ایغو (Super Ego) یا ضمیر ہے۔ اس کا تعلق ایغو سے زیادہ اڈ سے ہوتا ہے اس کا کام یہ ہے کہ ایغو اور اڈ کے تعلقات کی نگہبانی کرتا رہے اور ایغو کو اُن خطرات سے آگاہ کرے جو دبے ہوئے ہیجانات کے باعث اڈ سے ظاہر ہوں۔ احتساب جس کا ذکر ہم کر آئے ہیں۔ یہی سپر ایغو ہے۔ ایغو دباؤ کا عمل کرتا ہے سُو پر ایغو نہیں۔ ایغو، سُو پر ایغو کے اشارے پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ بچے کی ابتدائی زندگی کے پہلے پانچ سالوں میں اُس پر والدین کا جو اثر ہوتا ہے اُسی سے سپر ایغو معرض وجود میں آتا ہے۔ یہ ہو بہو اُن کی تعلیم کی نقل نہیں ہوتی بلکہ اس کی مضبوطی کا انحصار بچے اور والدین کے جذباتی تعلق پر ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا بحث کو ہم مختصراً یوں دہراتے ہیں کہ ذہن میں چار حالتیں پائی جاتی ہیں۔ بنیادی اڈ جس کا ایک حصہ ایغو کہلاتا ہے۔ باقی حصہ جو ایغو کے معیار پر پورا نہیں اُترتا اور دب جاتا ہے۔ ایغو اور اس کا ایک حصہ جو رفتہ رفتہ سُو پر ایغو کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ فرائڈ کا خیال ہے کہ وہ

رجحانات اور کام جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے خود بخود اُسی طرح ظہور میں آتے ہیں جس طرح جسمانی اعمال اُس کے نزدیک شخصیت کا تصور صرف ایغو تک محدود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی شخص کے سامنے اس کے لاشعور کا مظاہرہ ہوتا ہے تو وہ اپنے اُن دبے ہوئے ہیجانات کو جو اُس کے ذہن کی گہرائیوں سے نکالے گئے ہیں اپنا ماننے سے انکار کر دیتا ہے کیونکہ یہ دبے ہوئے ہیجانات وہ خیالات ہیں جنہیں ''بداخلاق'' (Immoral) سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ خیالات اُس وقت بداخلاق قرار دیئے جا سکتے ہیں جب انہیں اخلاق کے ترازو پر تولا جائے۔ اصل میں یہ خیالات لااخلاق (Non-moral) ہوتے ہیں اور صحیح یا غلط کا کوئی احساس ان سے وابستہ نہیں کیا جا سکتا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ان میں اکثر خیالات جنسی ہوتے ہیں یا مخاصمانہ (Hostile) نوعیت کے۔ (اس میں ظالمانہ اور جارحانہ خیالات بھی شامل ہوتے ہیں) لیکن مخاصمانہ خیالات کا بیشتر حصہ بھی نتیجہ ہوتا ہے جنسی جبلی ہیجانات کے پورا نہ ہونے کا۔ اسی لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دبے ہوئے ہوئے ہیجانات زیادہ تر جنسی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ دوسری طرف سُو پر ایغو انسانی ساخت کا سب سے زیادہ اخلاقی حصہ ہے اور عام طور پر ضمیر کو جس قدر با اخلاق سمجھا جاتا ہے وہ اس سے زیادہ با اخلاق ہے۔ اسی لئے فرائڈ کہتا ہے کہ انسان اُس سے زیادہ بداخلاق ہے جس قدر وہ اپنے تئیں جانتا ہے۔

سُو پر ایغو کی نشو ونما اگر پوری طرح نہیں ہوتی تو اس کے نتائج بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ ایک عمر تک بچے اخلاق کا بہت زیادہ دھیان رکھتے ہیں اپنے ماحول سے اخلاق کے جو معیار وہ قائم کر لیتے ہیں اُن میں ذرا سی لغزش اُن کے لئے ایک گناہ عظیم ہوتی ہے وہ اس کے خطرناک نتائج سے ڈر جاتے ہیں۔ بچپن کی ساری ناخوشیاں یہیں سے پیدا ہوتی ہیں اگر یہ حالت زیادہ مدت تک رہتی یا اس کے ذریعے جبلی ہیجانات پر قید و بند لگا کر انہیں کسی اور راستے پر ڈال دیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ معصومانہ افعال جن میں چلنا پھرنا اور کھانا بھی شامل ہے خود بخود ممنوع قرار پا جائیں گے۔ یہ استناع شعوری طور پر کوئی معذوری کہی جائے گی لیکن حقیقت میں یہ اعصابی بدنظمی کی ایک صورت ہوتی ہے۔

قبل شعور اور شعور میں صرف اتنا فرق ہوتا ہے کہ اُس میں شعور کی صفت مفقود ہوتی ہے لیکن لاشعور کی بہت سی صفات ایسی ہیں جو شعور کی صفات سے اُن کی حد بندی کرتی ہیں ان میں سے

بعض تو شعوری طریق کار سے بہت زیادہ امتیاز رکھتی ہیں۔ مثال کے طور پر لاشعور میں وقت اور نفی کے تصورات نہیں ہوتے۔ لاشعور غیر فانی ہے۔ اس کے اقلیم میں کوئی انجام ہے نہ ماضی۔ یہاں کوئی بات بھولتی نہیں۔ اس کے تصورات اشیاء اور اعمال کی غیر لفظی (Non-Verbal) تصویر ہوتے ہیں۔ الفاظ کا تعلق شعور یا قبل شعور تک ہوتا ہے۔

لاشعور اور شعور پر غور کرتے ہوئے ہم نفسی نظام کے بنیادی تصورات کا مطالعہ کر آئے ہیں۔ ہم جان چکے ہیں کہ ایک تخلیقی قوت ہر ذی حیات زندگی کو اُکساتی رہتی ہے اور یہی قوت (اڈ) ہر ذہنی عمل کے ساتھ مختلف مقدار میں باہر نکلنا چاہتی ہے۔ اگر اُسے باہر نکلنے کا راستہ مل جائے تو اس میں ایغو کو مسرت تسکین اور سکون میسر آتا ہے۔ اس نفسی قوت کے اس رجحان سے ہی ذہنی زندگی کی روش متعین ہوتی ہے۔ فرائڈ اس رجحان کو خواہش (Wish or Desire) کا نام دیتا ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ نفسی زندگی انہیں خواہشات سے بنتی ہے اور یہی خواہشات نت نئے ہیجانات پیدا کرتی ہیں جو بعض اوقات الجھنوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

ان تمام ہیجانات یا نفسی قوت کے نکلنے کے راستوں کا مقصد دو ایسے اصولوں کی تکمیل ہوتا ہے۔ جن پر ہماری ذہنی زندگی کا انحصار ہے۔ ان میں سے ایک اصول لذت (Pleasure Principle) ہے اور دوسرا اصول حقیقت (Reality Principle) اصول لذت فرد کے ابتدائی جبلی دور میں بطور بنیاد کے کام آتا ہے اور جب بیرونی تہذیبی طاقتیں اس پر اثر انداز ہوتی ہیں تو اُس میں تھوڑی سے تبدیلی آجاتی ہے۔ زندگی میں ہمیں جو بھی تجربہ ہوتا ہے یہ اصول اُسے لذت یا دکھ (Pain) کے ترازو میں تولتا ہے اور دیکھتا ہے کہ تجربے سے لذت ہوئی یا دکھ پہنچا۔ اس اصول کا معیار داخلی ہوتا ہے۔ یہ اصول ذہنی قوت کی ابتدائی اصل صورت پیش کرتا ہے۔ انسانی نشو ونما کے شروع کے ادوار اس کی خصوصیت ہیں۔ یہ فرد اور نسل (Race) دونوں میں کارفرما ہوتا ہے۔ بچے کی ذہنی زندگی اور بہت حد تک وحشی انسانوں میں یہ باآسانی نظر آسکتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا کام یہ کہ فرد کی بہت سی جبلی خواہشات کی تسکین کے لئے مسلسل مانگیں پیش کرتا ہے خواہ اُن کے لئے اُسے کیا کچھ کرنا پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں خودغرضی، ذاتی منفعت، ہٹ دھرمی اور سماج بیر پایا جاتا ہے۔

بچے کی زندگی کا معمولی سا مطالعہ بتادیتا ہے کہ اُس کے ہر فعل کے پیچھے اصول لذت کام کرتا

ہے۔ بچہ اپنی خواہشات سے آگاہ ہوتا ہے اور ان کو پورا کرنے کے لئے ضد کرتا ہے۔ اس کی ابتدائی صورتیں خوراک، بستر کی گرمی، ماں کی گود اور ایسی مانگیں ہوتی ہیں۔ یہ اصول چونکہ بچے میں صاف نظر آتا ہے اِس لئے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ یہ اصول صرف بچوں تک محدود ہے بلکہ جب ہم انسانی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو قدیم زمانے سے اس کا سراغ ملتا ہے۔ اس زمانے کے انسان نے اپنے ایسے ہیجانات سے جن میں خونخواری اور ذاتی فائدہ ہوتا تھا دور رہنے کے لئے محرمات (Taboos) بنائے تھے۔ آج کا ''مہذب'' انسان بڑی چابکدستی سے ان خواہشات کو چھپالیتا ہے اور معلوم نہیں ہونے دیتا کہ اصول لذت ہی اس کے کردار کا ذمہ دار ہے۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ ہم تلخ حقیقت کی طرف متوجہ ہونا نہیں چاہتے۔ اُن باتوں کو پسند کرتے ہیں جن سے ہمیں مسرت ملے۔ تہذیب کے ارتقاء سے ہماری زندگی پر جو کلچرل، اخلاقی، مذہبی اور سماجی اثرات ہوتے ہیں اُن سے اس اصول کی ابتدائی صورت میں کچھ تبدیلی واقع ہو جاتی ہے لیکن یہ ارتقاء اِس اصول یا اس کی اثر آفرینی کو مٹا نہیں سکتا۔ یہ ہمیشہ بلاواسطہ (لاشعور میں) یا بالواسطہ (شعور کی مختلف حالتوں میں) اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ یہ کبھی اصول حقیقت سے بھی اشتراک کر لیتا ہے اور کبھی اس کے خلاف عمل پیرا ہوتا ہے۔ ''اصول حقیقت'' پر کاربند ہوئے بغیر فرد کا بقا محال ہے۔ زندہ رہنے کے لئے اُسے بیرونی طاقتوں کو قبول کرنا پڑتا ہے۔ پانی، آگ، ہوا، خوراک وغیرہ ایسی حقیقتیں ہیں جن کا خیال رکھنا زندگی کے لئے لازمی ہے اپنے ارد گرد کے لوگوں کے حقوق ضروریات اور اُن کی طاقت کا خیال بھی اسی اصول کا مقتضا ہے۔ یہ سب باتیں وحشی انسانوں تک میں موجود تھیں۔

لاشعور میں احساس کا عنصر غالب ہوتا ہے اور شعور میں استدلال (Reason) کا۔ اسی سے شعوری زندگی میں معقولیت آجاتی ہے۔ جب ایک نومولود دنیا میں آتا ہے تو اس کی شعوری زندگی ماحول کے مطابق بننے لگتی ہے۔ بچہ اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے وہی اعمال کرتا ہے جو دوسرے پسند کرتے ہیں۔ اس کی نفسی کیفیات اگرچہ غیر فانی اور قوی ہوتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ آہستہ آہستہ ماحول سے ہم آہنگ ہونے کی سعی میں لگا رہتا ہے۔ جب وہ ایسا کر نہیں پاتا تو اس کی ذہنی حالت میں ایک نئی صورت پیدا ہوتی ہے جسے ذہنی کشمکش کہا جاتا ہے۔

تہذیب کی پابندیوں اور قیود کے باوجود ابتدائی نفسی حالت آسودگی کی کوشش کرتی ہے یوں

ان قیود اور ان خواہشات میں جو آسودگی چاہتی ہیں ٹھن جاتی ہے۔ ہیجانات میں متواتر ادل بدل ہوتا رہتا ہے۔ یہ اصول لذت جبلی تقاضوں پر اُکساتا ہے۔ معقولیت پسندی ان تقاضوں کو اس حد تک روکتی ہے جس کی ماحول توقع رکھتا ہے۔ اُدھر لاشعور میں ابتدائی نفسی اثر آفرینی تبدیلی اور ترمیم میں گذرتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آتا ہے جب یہ تہذیب کی بہت سی پابندیوں کو اختیار کر لیتی ہیں۔ اس کو واضح کرنے کے لئے بچوں کے خوابوں کی مثال دی جا سکتی ہے۔ بچے خواب میں ماں یا آیا کو مار ڈالتے ہیں انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں انہیں دکھ پہنچا کر لذت محسوس کرتے ہیں۔ جاگتے میں ماں یا آیا انہیں روکتی اور ٹوکتی رہتی ہیں۔ اُن کی خلاف مرضی ان پر حکم چلاتی ہیں۔ بچے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اُن کے خلاف جو خیالات پیدا ہوتے ہیں انہیں شعور میں بھی نہیں لا سکتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بظاہر طور پر ماحول سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ لیکن خواب میں یہ خیالات نکل کر ماں یا آیا کے خلاف اظہار کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ بچوں تک محدود نہیں بلکہ عام زندگی میں جن لوگوں سے ہمیں اپنے مفاد کا خطرہ ہوتا ہے ہم انہیں خواب میں مردہ یا بیمار دیکھتے ہیں یا وہ کسی لمبے سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں۔

شعوری خواہشات کو متواتر دبایا جاتا ہے اور اس دباؤ سے لاشعور رنگ لیتا اور اپنی تخلیق کرتا ہے وہ خواہشات جنہیں دبایا جاتا ہے۔ لاشعور میں پناہ لیتی ہیں اور موقع پا کر کبھی خواب کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں اور کبھی واہمہ (Fantasy) کی مختلف اشکال میں اس کی ایک مثال آرٹ ہے جس سے دبی ہوئی خواہشات کو ایک راستہ مل جاتا ہے۔ اور اعصابی تناؤ جو دباؤ کا نتیجہ ہوتا ہے کم ہو جاتا ہے۔ آرٹسٹ (فنکار) کی زندگی میں واہمہ کا بہت زیادہ دخل ہوتا ہے فن کار کی زندگی میں جبلی تقاضے ایک شعور برپا کئے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر فن کار عزت، قوت، دولت، شہرت اور عورت کا خواہاں ہوتا ہے۔ لیکن ان کو حاصل کرنا اس کے بس کا روگ نہیں اس لئے اس کی تمنائیں نا آسودہ رہتی ہیں۔ وہ اُن کی تسکین کے لئے حقیقت سے منہ موڑ کر اپنی خواہشات کو واہمہ کی دنیا میں ایک نئی تخلیق کے روپ میں پیش کرتا ہے۔ اِن خواہشات میں اس لبیڈو (Libido) بھی شامل ہوتا ہے۔ یہ راستہ بہت خطرناک ہے اور نیوراتی اُلجھنوں سے جا ملتا ہے۔

ایک عام شخص جس کی عمر پچاس برس کے لگ بھگ تھی۔ بہت حساس واقع ہوا تھا اس کا اُلجھا ہوا مزاج دیکھ کر خود اُسے اور اُس کے احباب کا خیال تھا کہ اس کے کردار میں نسائیت ہے۔ وہ

مردانہ تگ و دو اور لذتوں کی طرف زیادہ مائل نہ ہوتا۔ وہ فن کار تھا اور خواب و خیال کی دنیا کا بسیا۔ وہ خواب میں اکثر بدکلامی کا مرتکب ہوتا حالانکہ اس کی شعوری زندگی کے اہم ترین عناصر اس کی شرافت، نرمی اور خوش کلامی تھے۔ پریشان رہتا کہ خواب میں وہ کیوں ایسے مناظر دیکھتا ہے۔ جہاں اُسے بدکلامی کرنی پڑتی ہے۔ تجزیہ نفس کے دوران میں معلوم ہوا کہ اُسے بچپن میں ماں سے بہت زیادہ محبت تھی لیکن اس کے باوجود کیا مجال وہ گھر میں ذرا سا شور کر پائے کہیں چمچہ گر گیا کھڑاک ہو گیا یا فرش پر زور سے قدم پڑ گیا تو اس کی شامت آ جاتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ماں کے اس رویے کے خلاف جو غم و غصہ اس کے اندر پیدا ہوتا لاشعور میں دبایا جاتا۔ ...بخلاف اس کے دوسرے بچے ادنیٰ قسم کے مذاق بدکلامی اور بدزبانی سے اپنا دل ہلکا کر لیا کرتے تھے۔

ایک ''عام'' اور ''مہذب'' گھرانے کے بچے میں جو فرق نظر آتا ہے اُس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ عام بچے کو اپنے اظہار کے زیادہ موقعے ملتے ہیں۔ اس کے ماحول میں قیود تھوڑی ہوتی ہیں ان پڑھ طبقے کے لوگ جسمانی اور جنسی معاملات میں اپنے جذبات کا اظہار بڑی بے باکی سے کرتے ہیں۔ وہ جنس کو اتنی سنجیدگی سے نہیں لیتے جتنا مہذب سوسائٹی میں لیا جاتا۔ تھیٹر تماشے میں ادنیٰ درجے کے تماشائی اپنے جذبات کا اظہار کس ''فراخ دلی'' سے کرتے ہیں۔

ہر انسان ان تہذیبی قوتوں سے متاثر ہوتا ہے جن میں وہ رہتا ہے۔ یہ قوتیں ہر سوسائٹی میں مختلف ہوتی ہیں۔ یہ حقیقت آرٹ (جو لاشعور کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے) کے مطالعہ سے بھی واضح ہو جاتی ہے۔ ہر زمانے میں آرٹ پر قیود ہوتی ہیں اور ہر زمانے میں ان قیود کی صورت مختلف ہوتی ہے۔ تہذیب کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ یہ قیود کڑی ہوتی جاتی ہیں۔ اجنتا کا آرٹ جنسی جذبات کے اظہار میں بے باک ہے مگر آج کا آرٹ وہی جذبات اشاروں (Symbols) میں پیش کرتا ہے۔

روزمرہ زندگی میں لاشعور کا دخل بہت زیادہ ہوتا ہے۔ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی رفیقہ حیات کے انتخاب میں ان جانے بعض ایسی جسمانی اور ذہنی علامات کی تلاش کرتا ہے جو اس کی پیاری ماں، بہن، آیا یا کسی اور عورت میں پائی جاتی تھیں جس کا تاثر ابھی تک لاشعور میں موجود ہے۔ بعض اوقات ہم کسی شخص کو دیکھتے ہی اس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اس کا باعث کوئی ایسی شکل، رنگ، آواز، طور طریقے یا شخصی خصوصیات ہوتی ہیں جو کبھی ہمیں محبوب تھیں مگر پھر لاشعور میں

مدفون ہوگئیں۔ جوں ہی ان کا ذرا سا سراغ ملتا ہے ہم اس طرف کھنچ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں کو ایک مثالی پیکر (عورت کا ہو یا کسی خاص مقام کا) کی جستجو رہتی ہے۔ جب تک ان کی خواہش پوری نہ ہو ان کی زندگی میں ایک خلا رہتا ہے حالانکہ اس کا انہیں شعور نہیں ہوتا۔

نفس لاشعور کا شعور پر اثر دیکھنے کے لئے کسی پاگل شخص یا ایسے شخص کا جس پر ہپناٹزم کیا گیا ہو معائنہ کرنا چاہئے۔ ان حالتوں میں وہ شخص ایسے افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔ جنہیں شعور کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔ یہ ایسی ذہنی حالت ہوتی ہے۔ جب لاشعور اور شعور کی قوتیں ایک دوسرے سے اُلجھتی رہتی ہے۔ جب یہ دونوں ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو کر ایک مربوط ذہنی رو (Mind-Stream) میں بہنے لگیں تو اُسے دماغی توازن کہا جاتا ہے۔ اس حالت کا میسر آنا بہت بڑی خوش نصیبی ہے جسے یہ میسر آ جائے تو وہ اپنی ذہنی قوتوں کو سرتوں اور شادمانی کے حصول میں صرف کرسکتا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے فن کار اور تخلیقی کام کرنے والے اِسی نعمت سے مستفید ہوتے ہیں۔

فن کار اور تخلیقی کام کرنے والے شخص میں یہ دونوں عنصر مل جاتے ہیں۔ جب وہ شعوری طور پر تخلیق کرر ہا ہوتا ہے تو اس سے زیادہ اس کا لاشعور مصروف عمل ہوتا ہے۔ پابندیاں اُٹھ جاتی ہیں۔ لاشعور اپنی بات کہہ سکتا ہے اور شعور بڑی فراخدلی سے اُسے قبول کرتا ہے اُس کی تاویل کرتا ہے اور اسی طرح جو ذہنی اور جذباتی علم اُسے حاصل ہوتا ہے وہ اُسے کام میں لاتا ہے۔ لاشعور اور شعور میں جتنی ہم آہنگی ہو گی اُسی قدر زیادہ تخلیقی فن کار آگے بڑھ کر دنیا کے علم اور آرٹ میں اضافہ کرے گا۔ دنیا کا اعلیٰ آرٹ اسی ہم آہنگی کا نتیجہ ہے۔ جب کوئی شخص ان دونوں کے امتزاج کے عمل کو بخوبی سمجھ جاتا ہے۔ تو اپنی استعداد اور تخلیقی قوت سے پوری طرح کام لے سکتا ہے۔

دباؤ

(Repression)

فرائڈ نفس (Psyche) کو ایک ایسا سٹیج کہتا ہے جس پر قدیمی (ابتدائی) ہیجانات اور اُن کی ارتقائی صورتیں آپس میں اُلجھتی رہتی ہیں۔ اس میں اصول لذت کو بھی کافی دخل ہے اور یہ اصول خود ابتدائی ہیجان ہے اور زندگی کی ابتدا سے ہر فرد میں موجود ہوتا ہے۔ بچپن میں اس کا اظہار طبیعی، ذہنی اور اثری حلقوں میں بدیہی طور پر ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً خوراک حاصل ہونے سے لذت ملتی ہے۔ ایسے اور کتنے افعال ہیں جن سے بچہ حظ اٹھاتا ہے۔ جہاں تک بقا اور نشوونما کا تعلق ہے یہ ہیجانات ضروری ہیں۔ جب کوئی چیز ان کی راہ میں روک بنتی ہے اور مسرت سے محروم کرنا چاہتی ہے تو یہ ہیجانات اس روگ (دُکھ۔Pain) کی مزاحمت بڑی شدت سے کرتے ہیں۔

یہاں ایک بات قابل توجہ ہے بعض اوقات لذت دکھ کے ذریعے زیادہ ہو جاتی ہے ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کا سراغ بچے کی پیدائش میں ملتا ہے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو عرصے تک سانس روکے رکھتا ہے۔ بول و براز نہیں کرتا۔ تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ان حرکات سے وہ حظ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ بچپن کی یہی علامت بڑی عمر میں بھی کارفرما رہتی ہے اور لوگ اپنے آپ کو دکھ درد پہنچا کر محفوظ ہوتے ہیں۔ یہ عادت بڑھ کر ایذا پرستی اور ایذا طلبی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

بچے کی پیدائش میں ایک اور اصول ....نردان کا اصول بہت دوررس نظر آتا ہے یہ اصول لذت سے بھی زیادہ عمیق معلوم ہوتا ہے۔ تحقیقات بتاتی ہے کہ ہر بچہ منصۂ شہود پر آتے ہی رحم مادر کی طرف لوٹ جانا چاہتا ہے جہاں وہ ''قادر مطلق'' تھا اور جہاں خواہشات کے پورا نہ

ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فرائڈ نے اس حقیقت کو آشکار کیا کہ فرد کی نفسی زندگی میں پیدائش کوئی نیا آغاز نہیں بلکہ یہ محض ایک واقعہ ہے جو قبل پیدائش کی حالت میں خلل انداز ہوتا ہے۔ یہ واقعہ اپنی شارت اور فوری وقوع پذیر ہو جانے کی وجہ سے بہت خوفناک اور دردانگیز ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود رحم مادر کی طرف لوٹنے کا خواہش جس کی وہ عمر بھر تک وودو کرتا رہتا ہے مٹتی نہیں۔ اس کی ہمیشہ یہی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اس حالت کی طرف واپس چلا جائے جہاں وہ قادر مطلق تھا اور یوں وہ ایک بار پھر داخلی اور خارجی قیود سے آزاد ہونا چاہتا ہے۔ واپس جانے کی یہ خواہش انسانیت میں بازگشت کا رجحان بن کر ساکن (Static) اور حرکی (Dynamic) آدرشوں میں الجھن کا موجب ہوتی ہے۔ دیو مالا اور لوگ کہانیوں کی مطالعہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔ بہت سی ایسی کہانیاں موجود ہیں جن میں صرف ابتدائی بچپن کی حالت میں ہی نہیں بلکہ قبل پیدائش حالت (رحم مادر) میں جانے کی خواہش صاف نظر آتی ہے۔ کیونکہ اس حالت میں فرد قادر مطلق ہی نہیں بلکہ بالکل محفوظ تھا اور بلا خطر لذتوں سے لطف اندوز ہو سکتا تھا۔ جب انسان تمنا کرتا ہے کہ وہ کبھی بوڑھا نہ ہو تبدیلی حالات سے اُسے دو چار نہ ہونا پڑے اور اُسے کبھی موت کا سامنا نہ ہو تو یہ وہی بازگشت ہے جس کا ذکر ابھی کیا گیا ہے۔

جہاں تک ہماری روح (Soul) کا داخلی تعلق ہے فرائڈ کے نزدیک ہم ابھی بچے ہیں چاہتے ہیں کہ زندگی بھر بچے ہی رہیں۔ اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے ایک طرف اصول لذت ہے اور دوسری طرف اصول حقیقت ان میں کشمکش ہوتی رہتی ہے۔ جبلی تقاضے لذت کے طالب ہوتے ہیں لیکن صرف لذت زندگی نہیں۔ زندگی گزارنے کے لئے حقیقت سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ اگر فرد نے زندہ رہنا ہے تو اُسے ماحول کے مطابق اپنے آپ کو بنانا ہوگا۔ زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ ساز۔ ''لیکن تو با زمانہ ساز'' بہت مشکل کام ہے۔ اس راہ میں مشکلات کے علاوہ دکھ درد کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تہذیب کے معیاروں پر اُترنے کے لئے ایک لمبا راستہ طے کرنا پڑتا ہے تب کہیں جا کر قدیمی ذہنیت جو اصول لذت کے مطابق بن چکی ہوتی ہے اس میں تبدیلی آتی ہے۔ سارے ہیجانات، جذبات، سوچ بچار کے طریقے بدلنے پڑتے ہیں اور یہ جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ بڑی عمر میں لوگ چاند کو پکڑنے کے لئے نہیں روتے لیکن دنیا کی دوسری اشیاء کو حاصل کرنے کے لئے کس قدر بیتاب ہوتے ہیں۔ بات وہی ہوتی ہے صورت بدل جاتی ہے۔

وحشی انسان کی راہ میں جو حائل ہوتا تھا وہ اُسے مار ڈالتا تھا۔لیکن اب مہذب انسان نہیں کرتا۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ جبلت مٹ گئی ہے بلکہ حالات کے سامنے پیش نہیں جاتی۔ جذبہ برابر اپنا کام کئے جاتا ہے۔ باپ، بھائی، استاد، آقا کے خلاف جو حرکات کی جاتی ہیں وہ اسی کی ایک صورت ہے۔ اسی طرح سوچ بچار قدیمی ہیجانات احساسات اور خیالات سب کے سب موجود ہیں لیکن بہت بدلی ہوئی اور کمزور ونحیف شکل میں۔اس کا باعث ایک نفسی طریق کار (Psychic Process) ہے جسے دباؤ کا نام دیا گیا ہے۔

دباؤ کے ذریعے قدیمی ہیجانات، احساسات اور خیالات متواتر دبتے رہتے ہیں اور اُن کی جگہ وہ نئے ہیجانات، احساسات اور خیالات لے لیتے ہیں جو فرد کی خارجی اور داخلی ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں۔قبل الذکر دب جاتے ہیں سنتے نہیں اور موقع پاکر معمولی اور بھیانک خوابوں، واہمہ (Tantasy) دیوانگی اور ہذیاں ایسی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔

دبے ہوئے خیالات اور خواہشات امٹ ہوتی ہیں اور لاشعور انہیں بھول کے دامن میں چھپا لیتا ہے۔اگر یوں نہ ہو تو پھر یہ ایسا بھیس بدلتے ہیں کہ شعور انہیں قبول کرے۔اس خاص بھروپ کی چار مختلف صورتیں ہیں۔

1- جب دباؤ کامیاب ثابت ہو تو کردار کی نشوونما نہایت اعلیٰ اور سماجی خصوصیات کی حامل ہوتی ہے ایسی حالت میں کہا جائے گا کہ دبی ہوئی خواہشات نے ''ارتقاع'' (Sublimation) کی صورت اختیار کر لی ہے۔ یہ بات شاید ایک ایسے شخص کے لئے جو تجزیہ نفس سے نا آشنا ہے عجیب ہو لیکن اس کی صداقت میں شبہ نہیں ہوسکتا بچے جو مٹی اور کیچڑ سے کھیلتے ہیں اپنے بول و براز میں دلچسپی لیتے ہیں یا نہانا نہیں چاہتے بڑے ہو کر ریت اور مٹی کا کام کرتے ہیں۔ ان میں اکثر مصور اور سنگتراش ہوتے ہیں۔بچپن میں ایذا پسند (Sadist) بچے بڑے ہو کر ارتقاع کے ذریعے بہت اچھے سپاہی بنتے ہیں ان میں قابل جراح سرجن پیدا ہوتے ہیں۔یاد رہے ارتقاع کا عمل شعور کے احاطے سے باہر ہوتا ہے اور اس کا شعوری نتیجہ کسی جنسی دلچسپی کا قائم مقام نہیں ہوسکتا بلکہ وہی خواہشات

جنہیں دبایا جارہا تھا دوسرا روپ بھر کر اپنی سرگرمی جاری رکھتی ہیں۔

2- ارتفاع میں دبی ہوئی خواہشات سے قوت حاصل کی جاتی ہے اور یہ قوت اُسی جانب بہے جاتی ہے جس جانب خواہشات کا رخ تھا۔ اس کے متضاد ایک اور طریق کار جسے تشکیل بذریعہ ''ردعمل'' (Reaction Formation) کہا جاتا ہے اپنی قوت ایغو کی ان مخالفانہ طاقتوں سے حاصل کرتا ہے۔ جن کا رخ مخالف سمت میں ہوتا ہے۔ اس کو یوں واضح کیا جا سکتا ہے کہ خودنمائی کا رجحان ارتفاع پا کر لذت حاصل کرتا ہے ناموری کے ایسے ذرائع ڈھونڈتا ہے۔ جن سے اُسے تسکین میسر آئے۔ لیکن ''تشکیل بذریعہ ردعمل'' کی حالت میں یہی رجحان حیاء شرم اور ایسی دوسری صفات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جو بچے مٹی میں کھیلنے سے مسرت پاتے ہیں اُن کا یہ رجحان ارتقائی صورت کے بعد مصوری اور سنگتراشی میں بدل جاتا ہے اور ''ردعمل'' کی صورت میں یہی صفائی، سلیقہ مندی، باضابطگی بن جاتا ہے۔ ردعمل کے حالت میں عموماً بہتات کا کافی عنصر پایا جاتا ہے۔ خواتین جنہیں گھر کی صفائی کا بہت زیادہ خیال رہتا ہے کہ اکثر دوسروں کی زندگی اجیرن کر دیتی ہیں۔ ردعمل جس قدر شدید ہوگا اُسی قدر شدید ہیجان پس پردہ کارفرما ہوگا۔ بعض اوقات مثبت اور منفی دونوں رجحان اس بہتات میں یکجا نظر آتے ہیں۔ مثلاً ایک حالت میں خست کا اظہار ہو رہا ہے اور دوسری میں فراخی کا۔

3- قوتیں جو خواہشات کو دباتی ہیں اور خواہشات جو دب جاتی ہیں ان کی کشمکش میں سمجھوتے کی صورت کا نام نیوراسز (Neurosis) یا اعصابی خلل ہے۔ نیوراسز کے ذریعے جن خواہشات کا اظہار ہوتا ہے وہ جنسی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ ارتفاع کے بخلاف اُن کی جنسی نوعیت بدل نہیں جاتی۔ نیوراتی (اعصابی) بیماری کی صورت اختیار کرنے سے پہلے اس کشمکش کو کافی حالتوں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس لئے نیوراتی

علامات کا گہرا تجزیہ اُن کے معنی سمجھا سکتا ہے۔

4۔ فرد کی ابتدائی زندگی میں جس طرح لاشعوری اُلجھنوں کا حل تلاش کیا جاتا ہے اُسی پر آیندہ زندگی کے کردار کا انحصار ہوتا ہے۔ کردار کی بہت سی خصوصیات مثلاً عزم، حوصلہ مندی بوداپن، محکم گیری وغیرہ انہیں اُلجھنوں کی مرہون منت ہوتی ہیں۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ کردار کی خصلتوں میں ناپختگی ہوتی ہے اور اُن سے لاشعور کی خصوصیات عیاں ہوتی ہیں۔ ایسی حالتوں کے لئے ''نیوراتی کردار'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے کیونکہ ایسا کردار نارمل کردار اور نیوراتی علامات کے مابین ہوتا ہے۔ جب یہ نیوراتی کردار پختہ ہو جائے تو پھر اس کا بدلنا یا اس میں تغیر و تبدل کرنا بہت محال ہو جاتا ہے۔

زبان اور قلم کی لغزشیں

روزمرہ زندگی میں ایسا اکثر ہوتا ہے کہ آپ نے کسی کا نام لینا چاہا اور وہ نام ذہن سے ایسا اُتر گیا کہ کوشش کے باوجود یاد نہیں آیا۔ خط ڈالنے کے ارادے سے نکلے مگر بھول گئے اور یوں ہی کئی دن بیت گئے۔ کسی بات کا جواب ''ہاں'' میں دینا تھا منہ سے ''نہ'' نکل گیا۔ نہیں کہنا تھا کہہ دیا ''ہاں''۔ دوست سے وعدہ تھا کہ فلاں دن ملیں گے لیکن یاد نہ رہا۔

زبان اور قلم کی ایسی معمولی لغزشیں بے معنی نہیں ہوتیں بلکہ ذہنی زندگی میں ایسی لغزشیں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ تجزیہ نفس کی تحقیقات میں ان سے کافی مدد ملتی ہے۔ ایک واقعہ ہے کہ ایک نادار نوجوان نے ایک امیر بیوہ عورت سے شادی کرنے کا ارادہ کیا اور جب اس نے دوستوں کے سامنے اپنے اس ارادے کا اظہار کرنا چاہا تو اس کے منہ سے خود بخود یہ الفاظ نکل گئے۔ ''میں فلاں عورت کو ''دبانا''...... نہیں نہیں میرا مطلب ہے بیاہنا چاہتا ہوں۔'' زبان کی اس لغزش پر ایک قہقہہ بلند ہوا۔ لاشعور نے نوجوان کی نیت کا بھانڈا پھوڑ دیا۔

اسی سلسلے میں چند مثالیں قابل غور ہیں۔

1- ایک میاں بیوی کے درمیان کچھ عرصے سے شکر رنجی تھی۔ دونوں دل میں ایک دوسرے کی صفات کے قائل تھے۔ اسی دوران میں بیوی نے اپنے خاوند کو ایک کتاب جو اس کے خیال میں بہت دلچسپ تھی پڑھنے کے لئے دی۔ خاوند نے کتاب کو بڑے شکریہ کے ساتھ قبول تو کر لیا لیکن پڑھے بغیر اُسے کہیں رکھ دیا اور اُسے یاد نہ رہا کتاب کہاں رکھی تھی۔ اس واقعہ کے کئی ماہ بعد خاوند کی ماں کسی دوسرے شہر میں بیمار ہو گئی۔ بیماری تشویشناک صورت اختیار کر گئی۔ بیوی فوراً ساس کے پاس

پہنچی اور بڑے انہماک اور خلوص دل سے اپنی بیمار ساس کی خدمت کی۔ ساس بالآخر صحت یاب ہوگئی۔ جب واپس آئی تو خاوند کو بہت خوش پایا۔ خوشی کا باعث ماں کی صحت اور بیوی کی خدمت تھا۔ پرانی شکر رنجی دور ہو گئی تو اُسے کتاب کی یاد آئی اس نے تھوڑا ذہن پر زور ڈالا اور کتاب نکال کر پڑھ ڈالی۔ بیوی سے شکر رنجی اور کتاب کے بھول جانے میں تعلق یہ تھا کہ شکر رنجی کے سبب اس نے کتاب کو کوئی اہمیت نہ دی تھی۔ اس لئے وہ ذہن سے نکل گئی اور جونہی شکر رنجی دور ہوئی۔ کتاب کو ڈھونڈنا آسان ہوگیا۔

-2 کسی شخص کے نام میں پونڈ (Pond) بمعنی تالاب کا لفظ بھی شامل تھا۔ یہ نام ایک دوسرا شخص ہمیشہ بھول جایا کرتا۔ تحلیل نفسی کے ذریعے معلوم ہوا کہ لڑکپن میں اُسے اپنے ایک کتے سے بے حد محبت تھی۔ ایک دن اس نے تالاب میں پتھر پھینکا تاکہ پانی کے چھینٹوں سے کتے کو ڈرائے بدقسمتی سے وہ پتھر کتے کو جالگا۔ کتا زخم کھا کر تالاب میں گرا اور ڈوب کر مرگیا۔ اس سانحے سے لڑکے کو حد درجہ ندامت اور دکھ ہوا اور وہ کئی دنوں تک سخت پریشان رہا۔ آخر یہ واقعہ بھول گیا۔ لیکن برسوں بعد اس کی دبی ہوئی یاد کا اظہار اس طرح ہوا کہ ''پونڈ'' کا لفظ اُسے بھول جاتا۔

-3 ایک دوشیزہ نے اپنی سہیلی کو جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی مبارکباد کا خط لکھا اور پہلا فقرہ یوں شروع کیا۔ ''مجھے امید ہے کہ تم خریت سے ہوگی اور بہت ناخوش۔'' یہ قلم کی ذرا سی لغزش ہے لیکن سہیلی کے چھپے ہوئے جذبات کا اظہار ہوگیا۔ یہ خود اس شخص سے شادی کرنے کی خواہش مند تھی۔

-4 ایک شخص ہمیشہ ایک ٹیڑھے لمبے راستے سے ہوکر اپنے گھر جایا کرتا۔ اُسے خود اس کی وجہ سمجھ میں نہ آتی تھی کہ وہ کیوں سیدھے راستے سے نہیں آسکتا تھا۔ اس کے قدم خود بخود ٹیڑھے راستے کی طرف اُٹھ

جاتے۔ تجزیہ سے معلوم ہوا کہ اس سیدھے راستے پر اس نے ایک مکان کے دروازے کی ''مٹھی'' پر ایک سیاہ کوٹ لٹکتے دیکھا تھا۔ اس لئے اس نے راہ سے گزرنا چھوڑ دیا۔ جب ذرا اور کریدا گیا تو اُسے یاد آیا کہ بچپن میں اپنے بڑے بھائی سے سخت نفرت تھی اور وہ اس قسم کا کوٹ پہنا کرتا تھا۔ بچپن کی اس دبی ہوئی ناپسندیدہ یاد کا کس عجیب وغریب طریق سے اظہار ہوا۔

ان لغزشوں کو دو اقسام میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

1- حرکی

(1) زبان، قلم اور اسی قسم کی ایسی لغزش جس کے ذریعے ایک خاص مقصد کا اظہار کیا جا سکے۔
(2) کسی ایسی حرکت کا سرزد ہونا جسے فرد خود نہیں چاہتا۔

2- حسی

(1) بات کا بھول جانا
(2) غلط تصور، یادداشت یا نگاہ کی لغزش

یہ لغزشیں بادی النظر میں محض ذہن کی نارمل حالت میں ایک معمولی سا واقعہ معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن جب گہرائی میں جا کر اس کا سبب معلوم کیا جائے تو اس لغزش کے پیچھے ایک خاص مقصد ہوتا ہے کہ جو اس لغزش کا موجب بنا۔ فرائڈ نے ان لغزشوں پر تحقیقات کی اور جن باتوں سے فرد خود ناواقف تھا ان کو ان لغزشوں سے ڈھونڈ نکالا۔ ایک شخص جب کسی سے ملاقات کے وقت ملنے نہیں جاتا تو یہ کہہ کر معذرت خواہ ہوتا ہے کہ مجھے بھول گیا تھا ''یا'' بات میرے ذہن سے ہی اُتر گئی تھی۔ آپ نے ایسی معذرت کا جواب بھی سنا ہوگا۔ ''صاحب اب آپ کو بھول ہی جانا چاہئے تھا''، ''بھلا اب ہماری یاد کیوں آنے لگی۔'' گویا اس ''بھول جانے'' کا کوئی مطلب اور مقصد ضرور ہے۔

گھروں میں جب میاں بیوی میں ناچاقی ہو جاتی ہے تو بیوی کی بہت سے مانگیں میاں کو یاد

نہیں رہتیں۔ اس سے بیوی جان لیتی ہے کہ میاں ناراض ہے۔ اس طرح ہم کئی لوگوں کے نام بھول جاتے ہیں اور اصلی نام کی جگہ دوسرا نام پکارنے لگتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ فرائڈ کی تحقیقات کے مطابق دباؤ کا اثر ہوتا ہے کہ ایک شخص کا نام ہم اچھی طرح جانتے ہیں لیکن ایک خاص موقعہ پر جب ہم اس کا نام لینا چاہتے ہیں تو اچانک وہ نام ذہن سے اُتر جاتا ہے۔ نام کا اس طرح ذہن سے اُتر جانا محض حادثہ نہیں بلکہ اُس کے پیچھے ایک خاص مقصد ہے جس کی وجہ سے ذہن اس نام کو یاد کرنا نہیں چاہتا۔ ایسا مقصد لاشعوری ہوتا ہے کیونکہ شعوری طور پر یاد کرنے کے باوجود نام یاد نہیں آتا۔ جو صاف بتاتا ہے کہ اس نام سے ناپسندیدہ یادیں وابستہ ہیں۔ جو لوگ اس بھول کو حافظے کا نقص سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ یہ ذہن کا عمل ہے جو شعوری طور پر ہوتا ہے۔ حسن لطیفی کا ایک شعر سنئے ۔

وابستہ میری یاد سے کچھ تلخیاں بھی تھیں
اچھا کیا جو مجھ کو فراموش کر دیا

جب تجزیہ نفس کے ذریعے ان لغزشوں کا مطلب واضح ہوا تو اس سے دو اور باتوں کا پتہ چلا۔ اول یہ کہ تمام ذہنی امراض (Neurosis) کا انحصار نسیان پر ہوتا ہے اور ہسٹریا کے بعض مریضوں میں بھی بھول جانا پایا جاتا ہے۔ یہاں تک مریض اپنا نام اپنی شناخت اور گذشتہ زندگی کا حال تک بھول جاتا ہے۔

فرائڈ کے نزدیک بچوں کا کسی بات کو بھول جانا بھی بالمقصد ہوتا ہے۔ بھولنے والا اُس بات کو ذہن سے نکال دینا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے بچپن کی اکثر باتیں بھول جاتے ہیں اور یاد کرنے کے باوجود انہیں یاد نہیں کرتے۔ شاید کبھی کوئی یاد آ جائے حالانکہ اس زمانے میں ہمارا ذہن تجربات کے لحاظ سے زرخیز ہوتا ہے۔ فرائڈ کی تحقیقات سے پہلے بچوں کی ذہنی زندگی کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ لیکن اُس نے اس زندگی میں ایسے نتائج مرتب کئے جن پر ہماری آئندہ ذہنی زندگی کا انحصار ہوتا ہے۔

ہم نے مثال دی ہے کہ ہم خط ڈاک میں ڈالنا بھول جاتے ہیں اور پھر ایکا ایکی ہمیں یاد آ جاتا ہے کہ خط نہیں ڈالا گیا۔ تحقیقات نے بتایا کہ اس بھول کا تعلق خط کے مضمون سے ہوتا ہے۔ بھول جانے کے کئی شعوری بہانے تراشے جا سکتے ہیں۔ ''فلاں کام تھا'' جلدی میں یاد نہ رہا لیکن حقیقت اور ہوتی ہے لاشعور نہیں چاہتا کہ وہ خط ڈاک میں ڈالا جائے اس لئے اس نے شعور سے

اس کی یاد کو مٹا دیا۔ لوگ اکثر مانگے کی کتابیں واپس کرنا بھول جاتے ہیں جب یاد دلایا جاتا ہے تو بہانے تراشتے ہیں۔ حالانکہ اس بھول میں قبضے کی لاشعوری خواہش ہوتی ہے اور کتاب واپس کرنے کو جی نہیں چاہتا......

ان لغزشوں کے سلسلے میں دیکھا گیا ہے کہ کبھی کبھی ایک ہیجان دوسرے میں دخل اندازی کرتا ہے۔ شعوری طور پر سہیلی کو خط لکھا جا رہا تھا تاکہ اُسے مبارک باد دی جائے اور لاشعور نے ''خوش'' کی بجائے ''ناخوش'' کا لفظ لکھ کر غمازی کر دی اور چھپے ہوئے جذبات کا اظہار ہو گیا۔ ماہر لسانیات کے نزدیک شائد الفاظ ''نا'' کے پیچھے ایک پوری کہانی لاشعور میں مدفون ہے۔ تجزیہ کار کے کلینک میں ایسی مثالیں عام ملتی ہیں۔ معمول نے جواب میں ذرا سی لغزش کا اظہار کیا اور تجزیہ کار نے اس کے ذریعے لاشعور کو دیکھ لیا۔ شعور کے حیلے بہانوں کے باوجود لاشعور شعور کا پردہ بُری طرح چاک کرتا ہے۔

بعض حالتوں میں فرد سے نہ صرف غلطی سرزد ہوتی ہے بلکہ وہ ایسی جسمانی حرکات کا مرتکب ہوتا ہے جو اس کے شعوری منشا کے بالکل برعکس ہوتی ہیں۔ وہ اگرچہ بلا ارادی طور پر ایک فعل کا ارتکاب کرتا ہے لیکن ایسا کرنے کی اُسے بالکل خواہش نہیں ہوتی۔ اس ضمن میں جہاں اتفاقاً پانی کے گلاس کا گر کر ٹوٹ جانا آتا ہے (جس سے ناراضی کا اظہار ہوتا ہے) وہیں مہلک حادثات بھی ہیں جو بلا ارادہ اتفاقیہ وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ بہت سے ایسے حادثات جن میں ریل گاڑیاں ٹکرا گئیں، کاریں اُلٹیں، پاؤں پھسلے۔ جب ان کا تجزیہ کیا گیا تو یہ حادثات جو بے اختیاری فعل کا نتیجہ معلوم ہوتے تھے دراصل لاشعوری ہیجان ......جس میں قتل خودکشی ایسے رجحان شامل تھے۔ ... کا اظہار ثابت ہوئے......

جنس

یہ مسلمہ امر ہے کہ انسان اور حیوان میں ایک جنسی جبلت بھی ہے۔ اس جبلت کی وہی حیثیت ہے جو بھوک کی جبلت کی ہے۔ خوراک سے بھوک کی جبلت تسکین پاتی ہے اور جنس کی خواہش پورا ہونے سے یہ جبلت آسودہ ہوتی ہے۔

جنسی جبلت کی حقیقت اور خصوصیات کے متعلق عام طور پر چند مخصوص نظریات پائے جاتے ہیں۔ یہ فرض کرلیا جاتا ہے کہ بچپن میں یہ جبلت مفقود ہوتی ہے اور بلوغت کے زمانہ میں اس کا اظہار ہوتا ہے۔ جنسی رغبت کی شدت جو شباب میں رونما ہوتی اور دونوں جنسوں کو بے قابو کردیتی ہے اسی کا نتیجہ ہے۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ اس جبلت کا مقصد صرف جنسی ملاپ یا ایسے افعال ہیں جو اس ملاپ کی طرف راہ نمائی کریں۔

تجزیہ نفس نے جنس کے مسئلے پر ایک زاویے سے روشنی ڈالی ہے اور اس روشنی میں ذہنی اعمال کا جائزہ ہمارے سامنے نئے نئے مسائل لارہا ہے جن کے حل سے ہماری ذہنی زندگی میں ایک نیا انقلاب آتا ہے۔ اب تک عام لوگ جنسی مسائل میں محض لذت اندوزی کے لئے دلچسپی کا اظہار کرتے رہے ہیں ان کے لئے جنس محض جبلی تسکین کا نام تھا۔ مگر اب ایسا نہیں۔ کیونکہ فرائڈ نے جن حقائق کو آشکارا کیا ہے وہ اتنی تلخ اور المناک ہیں کہ ایک عام آدمی اُن کی تاب نہیں لا سکتا۔ جب ہم ایک شخص کو یہ کہتے ہیں وہ اپنے ذہن میں اپنی ماں کے متعلق ''غیر پاک'' محبت کے جذبات رکھتا ہے تو قدرتی بات ہے کہ وہ شخص اسے برا منائے گا۔ ہمارے سماج کے نزدیک ماں سے محبت کرنا ایک پاک جذبہ ہے جو کوئی اس محبت میں جنس کے دخل کو ظاہر کرتا وہ شخص یا تو فاترالعقل ہے یا اس کے ذہن میں برے خیالات ہیں اور اس لئے وہ قابل ملاج ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ انسانی ذہن جبلی طور پر ہر اس حقیقت کے خلاف آواز اٹھاتا ہے جو اس کے

تصورات اور مسلمات کے خلاف ہوں۔ بخلاف اس کے تجزیہ نفس کی تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ ہمارے سماج کا سارا اخلاقیاتی اور سوشل ڈھانچ ایسی بنیادوں پر قائم ہے جو محکم نہیں ہیں گو اس ڈھانچ کی ظاہری شان وشوکت مرعوب کئے دیتی ہے۔ مگر حقیقت میں اس حسین عمارت کے اندر بہت بدصورت مصالح لگا ہوا ہے۔ جونہی یہ مصالح اُتر جاتا ہے تو اندر سے اصل چیز نظر آنے لگتی ہے۔ ایک شخص جو ایک خوبصورت مکان میں آرام سے رہ رہا ہو وہ بھلا کب چاہے گا کہ دیوار کا پلستر اتار کر نیچے کے مصالح کو دیکھتا پھرے۔ ہاں جب کبھی کسی دیوار کا پلستر اُتر جاتا ہے اور کوئی جگہ ننگی ہو جاتی ہے تو پھر اس گھر کا مکین دیوار کی اس شکستگی پر توجہ کرتا ہے۔ یہ مثال ذہنی بیمار پر صادق آتی ہے اور تجزیہ کار اس انجینئر کی مانند ہوتا ہے جو دیوار کا پلستر اتار کر اس مصالح کو دیکھتا اور پرکھتا ہے۔ جس سے دیواریں بنائی گئی ہیں۔ انجینئر کی رائے کو اس لئے رد کر دینا کہ وہ آپ کی رائے سے مختلف ہے۔ سمجھداری نہیں۔ کیونکہ وہ اپنے علم اور تجربے کی وجہ سے آپ سے بہت زیادہ جانتا ہے پھر اُسے کیا پڑی ہے کہ وہ خواہ نخواہ ایسی باتیں کہے جو درست نہ ہوں۔

جب تجزیہ کار کہتا ہے کہ ہمارے فلاں فعل کے پس پردہ جنس کی جبلت کارفرما ہے تو اُسے رد کر دینا درست نہیں کیونکہ وہ بھی اپنے علم اور تجربے کی روشنی میں یہ کہتا ہے۔ فرائڈ نے جب جنس کے بارے میں اپنی تحقیقات شائع کی تو اُس نے اس سے قبل اپنے مریضوں میں اس کے مظاہرے دیکھے تھے۔ اُس نے ان تحقیقات سے نظریات قائم کئے ہیں اور آج وہ نظریات ایک سائنس کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ بعض لوگ شاید ان نظریات کو دیکھ کو پوچھیں کہ ہماری زندگی میں جنس کا اس قدر دخل کیوں ہے؟ تو اس تجزیہ نفس کو کوئی سروکار نہیں اس کا کام تو یہ ہے کہ وہ بتائے کہ جنس موجود ہے اور وہ کس طرح اثر ہوتی ہے۔

سماج کی طرف سے جنس کے مختلف پہلوؤں پر بھاری قیود عائد کی گی ہیں۔ یہاں تک کہ عام بول چال میں بداخلاقی اور جنس مترادف الفاظ کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں گناہ کا خیال جنس سے منسوب کیا گیا ہے اور اس کے خلاف اخلاق کے نام پر بہت سختی روا رکھی جاتی ہے۔ یہ ساری قیود کیا ہیں؟ داخلی جنسی دباؤ کا اک پرتو۔ جب ہم اس دباؤ کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جن خیالات کو دبایا گیا ہے وہ کسی قدر شدید اور قوی ہیں۔ اس داخلی دباؤ کا بیشتر حصہ لاشعوری ہوتا ہے۔ جنس کے خلاف جس قدر شعوری طور پر تعصب پایا جاتا ہے۔ لاشعوری تعصب

اس سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے جنس کا حصہ شعور میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اس سے بدر جہاں زیادہ وہ لاشعور میں عمل پیرا ہوتا ہے۔

جنس کے مسئلے کا سب سے قابل اعتراض حصہ بچپن میں جنس کی موجودگی کا ہے۔ اس کی طرف ہم نے شروع میں اشارہ کیا ہے۔ فرائڈ نے جب یہ نظریہ پیش کیا تو ایک کہرام مچ گیا۔ کیونکہ اب تک یہ مسلمات میں سے تھا کہ جنسی جبلت کا اظہار عنفوان شباب میں ہوتا ہے۔ لڑکیاں اس وقت اس جبلت سے آگاہ ہوتی ہیں جب وہ رشتہ ازدواجی میں منسلک کر دی جائیں۔ اگر کبھی جنس کا مظاہرہ بچپن میں ہو جاتا تو اسے بیماری سمجھا جاتا بخلاف اس کے فرائڈ نے کہا کہ بچے اپنی جنسی دلچسپیوں کو اپنے آپ سے چھپاتے ہیں اور اس سے بڑھ کر بڑوں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ جہاں تک بڑوں کے رویے کا تعلق ہے وہ یا تو بچوں کی حرکات سے بالکل بے نیاز ہوتے ہیں یا وہ انہیں ''شرارتی'' قرار دے کر قابل سزا گردانتے ہیں۔ حقائق سے آنکھیں بند کر لینا حقائق کا بطلان نہیں ہے۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ بچوں میں جنسی افعال کی موجودگی اُن کے جسمانی اعمال پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اُن کی عادات تجسسات محبت اور حسد کی تشکیل کرتی ہے۔ فرائڈ نے دعویٰ کیا ہے کہ جس وقت بچہ اس دنیا میں آتا ہے اُسی لمحے سے جنسی جبلت سرگرم عمل ہو جاتی ہے اور آخری دم تک اپنا کام کئے جاتی ہے اس کے اعمال کا دائرہ بہت وسیع ہے اور وہ مختلف اشکال میں سامنے آتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم اس جبلت کو اس کے اعمال کی وجہ سے پہچان نہیں سکتے۔ جنس کے اعمال کو صرف اعضائے مخصوص تک محدود رکھنا درست نہیں۔ کیونکہ اب تجزیہ نفس کے پاس ایسی شہادتیں موجود ہیں جن میں جسم کے دوسرے حصے لب، چھاتیاں وغیرہ انہیں خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں جو اعضائے مخصوص سے متعلق ہیں۔ بعض حالتوں میں ضمنی اعمال اتنی ہی اہمیت اختیار کر لیتے ہیں جو جنس کے مرکزی عمل کو حاصل ہوتی ہے۔

تجزیہ نفس کی رو سے جنس کی جبلت بہت پیچیدہ ہے۔ یہ کئی مرکبات کا مجموعہ ہوتی ہے جو بالآخر ایک وجود میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ لیکن کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ مرکبات ایک وجود اختیار نہیں کر پاتے۔ ایسی حالت میں اس جبلت کو نشوونما کے لئے کافی عرصہ بکار ہوتا ہے جس کے دوران میں کئی مشکلات آتی ہیں نشوونما کی کمی رہ جاتی ہے یا کسی خاص مقام پر آ کر یہ نشوونما رک

جاتی ہے۔اس سارے عمل میں اس نشو و نما کو دو بار ایک سی حالت میں گزرنا پڑتا ہے۔ یہ حالت گو عجیب سی معلوم ہو گی۔ پہلی حالت بچپن کا زمانہ ہوتا ہے جو پانچ برس سے کم عمر تک رہتا ہے۔ دوسری حالت سن بلوغت سے قبل ہوتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان کے زمانے (Latency Period) میں اس جبلت کی نشو و نما میں کوئی ترقی نہیں ہوتی۔ نشو و نما کی ان دونوں حالتوں کے تعلقات نہایت دلچسپ ہوتے ہیں۔ قدرتی بات ہے کہ یہ دونوں ایک ایسے نہیں ہو سکتے کیونکہ بچے اور جوان کے جسم اور ذہن میں فرق ہوتا ہے۔ نہ ہی فرد کی عمومی نشو و نما نسل کے ارتقاء کا سادہ اعادہ ہوتا ہے۔ اس کے باوجود دونوں حالتوں میں کافی متوازیت ہے اور دوسری حالت میں جو نشو و نما ہوتی ہے اس کا انحصار زیادہ تر پہلی حالت پر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر سن بلوغت کے بعد جنسی نشو و نما بیسیوں صورتیں اختیار کر لیتی ہے وہ افراد کبھی ایک ایسے طریق پر نشو و نما نہیں پاتے۔ بلکہ وہ راستے جن پر یہ نشو و نما ہوتی ہے ان کی تفصیلات حیران کن ہوتی ہیں اور ان کی بنیادیں بچپن کے ابتدائی دور میں ہی رکھی جا چکی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بلوغت کے سن کی کسی غلطی کا سمجھنا یا اُسے درست کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ جب تک ہم پہلی صورت یعنی بچپن کو پیش نظر رکھ کر ان اثرات کو نہ جانچیں جنہوں نے دوسری صورت کا تعین کیا۔ بچپن کے زمانے پر اس قدر دباؤ ہوتے ہیں کہ اس زمانے کی یادیں بھول جاتی ہیں۔ اُن سے ایک حصہ جو شعور سے تعلق نہیں رکھتا تجزیہ نفس کے ذریعے لاشعور میں سے ابھارا جا سکتا ہے۔

جنس کی نشو و نما میں پہلا دور وہ آتا ہے جب بچہ چوسنے لگتا ہے۔ یہ دودھ پینا محض بھوک کی تسکین کے لئے نہیں بلکہ وہ اس سے لذت حاصل کرتا ہے۔ ایسی حرکات کرتا ہے جو اس لذت کا اظہار کرتی ہیں۔ پہلے پہل اس کی یہ حرکات ماں کی چھاتی سے وابستہ ہوتی ہیں۔ آپ نے بارہا دیکھا ہو گا کہ جب بچہ روتا ہے تو اس کی ماں اپنی چھاتی اس کے منہ کے قریب لے جاتی ہے تو بچہ چپ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس طریقے سے بچے کی جنسی خواہش پوری ہو جاتی ہے۔ شروع شروع میں بچے کی جنسی خواہش اس کی خوراک کی خواہش کے ساتھ ملحق ہوتی ہے۔ لیکن بعد میں یہ خواہش خالصتاً جنسی ہو جاتی ہے۔ ہر ماں اور دایہ اس سے بخوبی واقف ہے کہ بچہ بار بار انگوٹھے کو منہ میں رکھ کر چوستا ہے۔ اس چوسنے میں خوراک حاصل کرنے کا مقصد نہیں ہوتا بلکہ یہ محض لذت کے لئے ہوتا ہے اس کی ساری توجہ اسی پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ عموماً اس سے بچے

سو جاتے ہیں۔

بچوں میں جنسی خواہشات کا انکشاف فرائڈ نے ہی نہیں کیا بلکہ سب سے پہلے ہنگری کے مشہور ڈاکٹر لینڈنر نے کیا۔ اس نے اپنی تحقیقات میں اس جنسی سرگرمی پر بہت زور دیا ہے۔ اس کے ہاں بچوں کی پرورش گاہ (نرسری) میں اکثر انگوٹھا چوسنا بھی دوسری جنسی شرارتوں کی طرح ایک شرارت قرار پائی تھی۔ فرائڈ نے انگوٹھا چوسنے کو نہ صرف جنسی سرگرمی قرار دیا بلکہ ثابت کیا کہ اس کے ذریعے ہم بچپن کی جنسی سرگرمیوں کے اجزا کا مطالعہ بلاواسطہ کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر گلنٹ نے ایک نوجوان لڑکی کے اعترافات میں لکھا ہے کہ ''وہ ابھی انگوٹھا چوسنے کی عادی ہے اور اُسے اس سے ویسی ہی لذت محسوس ہوتی ہے جیسی جنسی تسکین سے خصوصاً اپنے محبوب کو بوسے دینے میں اس لڑکی نے بتایا کہ بوسہ دینے میں وہ لذت کہاں جو انگوٹھا چوسنے میں میسر آتی ہے۔ انگوٹھا چوستے وقت لذت کی جو لہر سارے بدن میں دوڑ جاتی ہے اس کا بیان ممکن نہیں۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں اس دنیا سے دور کہیں چلی گئی ہوں۔ میرا دل مسرتوں اور خوشیوں سے لبریز ہو جاتا ہے۔ میں اس وقت کے احساسات کو بیان نہیں کر سکتی یہی جی چاہتا ہے کہ مکمل خاموشی ہو اور خاموشی کو توڑنے والا کوئی نہ ہو۔ کتنا عجیب سماں ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں نہ تو دکھ کی یاد ہوتی ہے اور نہ کسی غم کی۔ یوں محسوس ہوتا ہے گویا میں کسی دوسری دنیا میں چلی جاتی ہوں۔''[1]

اس سے بچے کو اکثر ناخن چباتے یا ایسی ہی کوئی حرکت کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ یہ دور عموماً تین برس کی عمر تک رہتا ہے۔ اس میں بچے کی تمام جنسی خواہشات منہ کے ذریعے سے ہی پوری ہوتی ہیں۔ بالغ ہونے پر یہی خواہش بوسے کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ حقیقت میں بوسہ دینے اور چوسنے میں کوئی اتنا فرق نہیں۔ دونوں صورتوں میں جنسی خواہش منہ سے ہی پوری ہوتی ہے۔ تین سال کے بعد بچے میں شہوت کے آثار بھی نمایاں ہو جاتے ہیں۔ وہ انگوٹھے کی بجائے اپنے عضو مخصوص سے لذت حاصل کرتا ہے۔ اکثر دفعہ بعد میں یہ لذت خود کاری یا ایسی اور عادت میں بدل جاتی ہے یہ بچے کی جنسی زندگی کا دوسرا دور ہوتا ہے۔ اس دور میں لڑکیاں اپنے مخصوص اعضاء کی رگڑ سے لذت حاصل کرتی ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں کھیلتے وقت ایک دوسرے کے مخصوص اعضاء دیکھنے یا اور مختلف حرکات سے سرور حاصل کرتے ہیں۔ اکثر وہ ایک دوسرے کے اعضا کے

---

1. Basis writings of Sigmund Freud, pp.585.

متعلق باتیں بھی کرتے رہتے ہیں۔ پیشاب کرتے یا کسی دوسرے کو ایسا فعل کرتے دیکھنے سے بچے کی جنسی خواہش شہوت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ خواہش بعد میں ہم جنس پرستی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

تیسرے دور میں جنسی جذبہ اپنی انتہائی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس دور میں بعد میں جا کر کسی دوسری مخالف جنس کی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ اس دور میں اعضاء مخصوص زیادہ اہمیت اختیار کر لیتے ہیں اور یہ اہمیت زندگی بھر برقرار رہتی ہے۔ بچہ جان لیتا ہے کہ ان اعضاء کا مقصد محض لذت نہیں بلکہ تولید بھی ہے جس دور میں ذہن کی نشو ونما کے ساتھ ساتھ محبت اور ایثار بھی ترقی کرتے ہیں۔

جنس کی جبلّت کی مندرجہ بالا صورتوں کی روشنی میں ہمیں تین ادوار کا پتہ چلا ہے۔ پہلے دور کا نام (Auto-Erotcism) رکھا ہے۔ اس دور میں کوئی دوسری ذات موجود نہیں ہوتی جس سے وہ تسکین پا سکے۔ اس لئے بچہ اپنے جسم سے جنسی آسودگی حاصل کرتا ہے۔ اس دور میں اُسے اپنی ذات یعنی انا کا احساس نہیں ہوتا۔ اس کے بعد جب دوسرا دور شروع ہوتا ہے تو اس میں نرگسیت[1] پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی ایغو (Ego) ارتقائی منازل طے کرتی ہے اور جبلّت کی تسکین خود بچے کے ایغو سے ہوتی ہے۔ وہ اپنے آپ سے محبت کرنے لگتا ہے۔ یہ رجحان تا زیست موجود رہتا ہے۔ تیسرے دور میں بچہ اپنی جنسی تسکین کے لئے خارجی دنیا میں کسی اور ذات کی تلاش کرتا ہے تا کہ وہ نہ صرف اپنا پیار اُسے دے سکے بلکہ اس کے شعوری اور لاشعوری جنسی تصورات آسودگی پائیں۔ ظاہر ہے کہ بچے کی بیرونی دنیا کا احاطہ پہلے پہل اپنے کنبہ تک محدود ہوتا ہے اور وہ اُن سے جنسی لذت کا اکتساب کرتا ہے۔ اس زمانے میں بچے کی لذت حاصل کرنے کی خواہش میں وسعت آ جاتی ہے اور اس کی محبت کا پہلا مرکز ماں ہوتی ہے اور جیسے جیسے اس محبت میں پھیلاؤ آتا ہے۔ لڑکا اپنے باپ کو رقیب سمجھ کر حسد و رشک، نفرت و حقارت کی نگاہوں سے دیکھنے لگتا ہے۔

---

1. یونانی علم الاصنام کا ایک قصہ ہے کہ نرگس ایک خوبصورت نوجوان تھا جو تالاب میں اپنا سایہ دیکھ کر خود ہی اپنے اوپر عاشق ہو گیا۔ اس نے اپنے عکس کو پکڑنا چاہا اور تالاب میں چھلانگ لگا دی اور ڈوب گیا۔ پھر تالاب کے کنارے ایک پودا نمودار ہوا جس کے پھول نوجوان کی آنکھوں ایسے تھے اور اس پودے کو نرگس کا نام دیا گیا ہے۔ فرائڈ نے اس سے نرگسیت کی اصطلاح وضع کی ہے۔

لیکن وہ ان جذبات کا کھلم کھلا اظہار نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس کے ذہن میں اُلجھن سی پیدا ہونے لگتی ہے۔ جسے فرائڈ نے ایڈی پس اُلجھن کا نام دیا ہے۔ یہ نام بھی یونانی صنمیات سے لیا گیا ہے۔ ایڈی پس کا قصہ یوں ہے کہ:

قدیم یونان میں ایک ریاست بز نام کی تھی۔ اس کا ایک بادشاہ لیوس نامی گذرا ہے۔ اُسے ایک استخارہ کے جواب میں یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوگا۔ یہ معلوم کر کے اُسے سخت اُلجھن ہوئی اور جب اس کی بیوی جوکاسٹا کے بیٹا پیدا ہوا تو اس نے اپنے مقدر سے بچنے کے لئے بچے کے دونوں پاؤں برمائے انہیں ملا کر باندھ دیا اور پھر اس ہونے والے قاتل کو کوہ ستھیرون پر ڈلوا دیا۔ ایک چرواہا اُدھر سے گذرا اُس نے بچہ کو یوں پڑا دیکھ کر اٹھالیا اور اُسے کورنتھ کے قصر شاہی میں پہنچایا۔ جہاں اس کا نام ایڈی پس رکھا گیا کیونکہ اس کے پاؤں سوجے ہوئے تھے اس کی پرورش کورنتھ کے شاہی جوڑے نے مثل اپنی اولاد کے کی۔ لیکن جب وہ جوان ہو گیا تو ایک کورنتھی نے اس کی نجابت اور حسب ونسب کے متعلق کچھ شکوک ظاہر کئے جن سے برانگیختہ اور دل گرفتہ ہو کر وہ ڈلفی پہنچا تا کہ وہاں دارالاستخارہ میں دیوتا سے اس باب میں مشورہ کرے۔ یہاں اُسے یہ اطلاع ملی کہ وہ اپنے باپ کو قتل اور اپنی ماں سے بیاہ کرے گا۔ وہ سمجھتا تھا کہ پولی بس شاہ کورنتھ اس کا باپ اور میرو پی وہاں کی ملکہ اس کی ماں ہے اور نہیں چاہتا تھا کہ باپ کے خون میں ہاتھ رنگے اور ماں کا شوہر بنے۔ لہٰذا اُس نے کورنتھ چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور اپنے عزم پر عمل کرتے ہوئے وہ تھی بز کے راستہ پر چل رہا تھا کہ ایک رتھ اُسے ملا جس کے رتھ بان نے اُس سے بہ انداز تحکم راستہ چھوڑ دینے کے لئے کہا۔ شاہی خون اس گستاخی پر فوراً جوش میں آ گیا اور اس نے رتھ بان اور رتھ کے سوار دونوں کو اسی جگہ ٹھنڈا کر دیا۔ اس کے بعد وہ شہر تھی بز کے قریب آیا۔ یہاں ایک عجیب الخلقت مخلوق رہتی تھی۔ جس کا سر عورت کا تھا اور دھڑ ببر کا اور اس کے دو پر تھے۔ وہ ایک چٹان پر بیٹھی ہوئی تھی وہیں سے ہر شخص سے ایک سوال کرتی تھی اور جو اس سوال کے حل کرنے میں ناکام رہتا اُسے چٹ کر جاتی تھی ایڈی پس بھی اس کے پاس آیا جس کے سامنے وہی معما پیش ہوا۔ ''ایک ہستی ایسی ہے جس کے چار پاؤں ہیں دو پاؤں ہیں تین پاؤں ہیں اور صرف ایک آواز اس کے پاؤں کی تعداد معین نہیں۔ لیکن جس قدر یہ تعداد بڑھتی جاتی ہے اس قدر وہ ہستی کمزور ہوتی جاتی ہے۔''

ہوشیار ایڈی پس نے جواب دیا۔''انسان کیونکہ وہ بچپن میں گھٹنوں چلتا ہے بڑا ہو کر دو پاؤں پر سیدھا کھڑا رہتا ہے اور بوڑھا ہو کر عصا کی مدد لیتا ہے۔''اس پر دیونی خود نے کشی کر لی۔ تھی بز والوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ اُن کا بادشاہ کسی نامعلوم شخص کے ہاتھوں مارا گیا تو انہوں نے یہ طے کیا یہ جو شخص انہیں مذکورہ بالا دیونی سے نجات دلائے گا اُسے وہ اپنا بادشاہ بنائیں گے۔ اس طرح ایڈی پش کو شاہی تاج اور بیوہ ملکہ کا ہاتھ یہ دونوں چیزیں میسر آئیں۔ بیٹے کو اس کی خبر نہ تھی کہ اس کی شریک حیات اور کوئی نہیں بلکہ اُس کی ماں ہے اور ماں اس سے قطعاً نابلد کہ اس کی کشتی حیات کا پرشباب ملاح اور کوئی نہیں صرف اس کا اپنا بیٹا۔ زندگی نہایت امن وسکون سے بسر ہو رہی تھی۔ باہمی لطف ومحبت کی کئی زندہ یادگاریں بھی پیدا ہو چکی تھیں۔ ایک واقعہ پیش آیا۔ تھی بز کی ریاست میں پلیگ پھوٹ پڑا اور کم ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ ایڈی پس نے دارالاستخارہ سے رجوع کیا۔ جواب ملا کہ جب تک شاہ مقتول کا قاتل ملک بدر نہ ہوگا پلیگ بدستور جاری رہے گا۔ اس بارہ میں شاہ نے عیب گیر تھیریسیاس سے مشورہ کیا جس سے اُسے معلوم ہو کہ رتھ کا سوار جیسے اول الذکر نے موت کے گھاٹ اتار الیوس تھا اس کا اپنا باپ اس اطلاع سے اُس پر بجلی گری اور اُس نے اپنی انکھیں نکال ڈالیں۔ جوکاسٹا نے خودکشی کر لی۔

فرائڈ نے اس قصے کو بچے کی زندگی میں کارفرما دیکھا ہے اور اس کی مناسبت سے اِسے ایڈی پس اُلجھن کا نام دیا ہے۔ تجزیہ نفس نے دریافت کیا ہے ہر ایک انسان کی زندگی میں ایڈی پس کا قصہ دہرایا جاتا ہے۔ ہم اپنی سب سے پہلی محبت اپنے والدین یا اُن کے قائمقام کی طرف مبذول کرتے ہیں۔ لڑکا پیدائش کے وقت سے ہی ماں کی شفقت سے فیضیاب ہونے لگتا ہے۔ اس کی جسمانی ضروریات کا ماں خیال رکھتی ہے اُسے لاڈ پیار کرتی ہے اور یوں ان جانے وہ بچے کے جسم کے ایسے حصوں میں تحریک پیدا کرتی ہے جو اس وقت جنسی لذت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ اس کے اندر ایک سنسنی پیدا ہوتی ہے جو اُسے ماں کی طرف اور زیادہ مائل کر دیتی ہے۔ بچہ دیکھتا ہے کہ اس کی ماں کی محبت اور توجہ کا ایک اور مرکز بھی ہے اور وہ اس کا اپنا باپ ہوتا ہے جو اس کی ماں کو چھین لیتا ہے۔ یہاں سے بچے کے اندر باپ کے خلاف رقابت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے بچے کے ذہن میں اُلجھن سی ہوتی ہے خارجی ماحول سماجی حالات اخلاقی بندشوں کی وجہ سے وہ باپ کے خلاف اپنے جذبے کا اظہار نہیں کر سکتا اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ جذبہ اس کے لاشعور میں دب

جاتا ہے۔ بچے کی آیندہ زندگی اور اُس کے کردار کی تشکیل کا سارا انحصار اسی اُلجھن پر ہوتا ہے۔

یہ اُلجھن لاشعور میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ تجزیہ نفس کی ساری معلومات میں یہ دریافت سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس کے خلاف جہاں فرد کی داخلی مزاحمت ہوتی ہے۔ وہیں خارجی طور پر سب سے زیادہ اعتراضات اس پر کئے گئے ہیں۔ ان سارے اعتراضات پر جب غور کیا گیا کہ کیوں اس خاص دریافت کی اس قدر مخالفت اور مزاحمت کی گئی ہے تو اس کا باعث خود یہ ایڈی پس اُلجھن تھی۔ تجزیہ نفس کے سارے نظریات اس ایک دریافت کے گرد گھومتے ہیں یہ وہ بنیادی صداقت ہے جس کا بطلان ساری تحریک کو ملیامٹ کر دے گا۔

یہ اُلجھن ایک کنجی ہے جس سے ہم نوجوان کی ساری مشکلات کو سمجھ سکتے ہیں۔ نوجوانوں کی مشکلات کوئی تھوڑی نہیں ہیں۔ اگر اُن کا حل ہو جائے تو سماج کی حالت بدل سکتی ہے کون نہیں جانتا کہ عنفوان شباب میں ہر نوجوان کو جنس، شادی، ازدواجی تعلقات، سماجی مسائل، طوائفیت، برتھ کنٹرول، حسد، رقابت، صنفی اُلجھنوں، مختلف کجرویوں سے دوچار ہونا نہیں پڑتا۔ آج تک ان اُلجھنوں کا حل تو کیا اُن کو اچھی طرح سمجھا بھی نہیں جا سکا تھا۔ یہ تجزیہ نفس کی تحقیقات کا بنی نوع انسان پر احسان ہے کہ اب ان سارے مسائل کو نئی روشنی کی راہ نمائی میں سمجھا اور حل کیا جا سکتا ہے۔

ایڈی پس اُلجھن دراصل ازلی تکون ہے جس میں باپ بیٹا اور ماں مل کر اس تکون کو پورا کرتے ہیں۔

خواب

ذہنی زندگی کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم نے لاشعور کی گہرائی کی تھوڑی سی جھلک دیکھی ہے۔ اسی سلسلے میں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ خواب کا ہماری ذہنی زندگی سے بہت گہرا تعلق ہے اور یہ تعلق بچپن سے لے کر عمر کے آخری لمحات تک قائم رہتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خواب ہمیں کسی اور دنیا میں لے جاتی ہے جو بعض اوقات تو اتنی دلفریب ہوتی کہ بیدار ہونے پر ہماری یہی خواہش ہوتی کہ کاش وہ حالت بدستور رہتی۔ لیکن بعض دفعہ برا خواب دیکھنے کا اثر کئی کئی دنوں تک باقی رہتا ہے اور اس کی یاد ہم پر لرز طاری کر دیتی ہے۔

خواب کا مسئلہ بہت پرانا ہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہو سکا ہے کہ فرائڈ کے پیش نظر قدما[1] نے فرض کر لیا تھا کہ خوابوں تعلق اُن کا فوق الفطرت ہستیوں سے ہے جن میں وہ یقین رکھتے تھے۔ اُن کے نزدیک خواب دیوتاؤں یا شیطان کی طرف سے الہام ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں اُن کا خیال تھا کہ خواب دیکھنے والے کے لئے ایک خاص مدعا رکھتے ہیں اور یوں وہ اصولاً مستقبل کی پیش گوئی کرتے ہیں...... قدیم فلاسفروں نے خوابوں کی جو تشخیص کی اس کا انحصار قدرتی طور پر اس اہمیت پر تھا جو وہ پیشین گوئی کو خاص طور پر دیتے تھے۔

"ارسطو نے اپنی تصانیف میں خواب کا ذکر کیا ہے اور قدما کے خیالات کی تردید کی ہے کہ خواب کوئی الہام نہیں ہوتا۔ اس کا تعلق انسانی قوانین سے ہے نہ فوق الفطرت مظاہرات سے۔ اس نے خواب کی تعریف یوں کی ہے کہ خواب خوابیدہ انسان کے نفسیاتی فعل کا نام ہے۔ ارسطو خوابی دنیا کی کچھ خصوصیتوں سے واقفیت رکھتا تھا۔ مثال کے طور پر اُسے یہ معلوم تھا کہ خواب ایک ہلکے سے احساس کو شدید محسوسات میں بدل دیتا ہے (اگر شخص کے جسم کے کسی حصے کو تھوڑی سے

---

1. "تعبیر خواب" سگمنڈ فرائڈ۔

گرمی پہنچے تو اُسے خواب میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ آگ میں سے گذر رہا ہے اور حرارت محسوس کرتا ہے) ارسطو کا کہنا ہے کہ قابل طبیب کو مریض کے خواب پر غور کرنا ضروری ہی نہیں بلکہ خوابوں سے اصل مراد لینی بھی لازمی ہے۔''

خواب کی ماہیت اور حقیقت کے متعلق علماء کے مختلف خیالات ہیں۔ اکثر تو اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خواب چونکہ بدخوابی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس لئے خواب پر ہم مزید روشنی نہیں ڈال سکتے۔ بخلاف اس کے عوام میں ایک راسخ خیال پایا جاتا ہے کہ خواب اس آئندہ آنے والے واقعے کا اظہار کرتا ہے جو اس کی ضد ہو یعنی خواب میں اگر بارات نظر آئے تو اس سے یہ مطلب لیا جائے گا خواب دیکھنے والے کا کوئی عزیز مر جائے گا۔ کسی کو مرا ہوا دیکھنا خوشی کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن اس کلیے سے پیچیدہ خوابوں کی تشریح اور تعبیر نہیں ہو سکتی۔

سگمنڈ فرائڈ کو لاشعور کی تحقیقات کے دوران میں معلوم ہوا کہ تمام خواب زمانہ ماضی کے واقعات سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ ہماری ان ناآسودہ خواہشوں کی تکمیل گاہ ہیں جو بیداری کے عالم میں پوری نہیں ہو سکتیں۔ وہ خواب میں پوری ہو کر سرور حاصل کر لیتی ہیں۔ تجزیہ نفس کی روشنی میں یہ نفسیات خواب کا بنیادی اصول بن گیا ہے۔ جس کی مدد سے ہر قسم کے خوابوں کا تجزیہ اور تعبیر کی جا سکتی ہے۔

خواب اور روزمرہ کے واقعات کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ فرائڈ سے پہلے بھی بعض علماء کا یہی خیال تھا اور ان کا کہنا ہے کہ ''ہم اس چیز کا خواب دیکھتے ہیں جس کو ہم نے دن کے وقت دیکھا، چاہا یا کیا۔ اس حقیقت پر فرائڈ نے یہ نظریہ استوار کیا کہ خواب کے خیالات کا سرچشمہ ماضی کے تجربات ہوتے ہیں۔

ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص سو رہا ہے۔ سوتے میں اس کی آنکھوں پر تیز روشنی ڈالی گئی تو اس نے ایک خاص قسم کا خواب دیکھا۔ بدبودار چیز اس کی ناک کے قریب لانے سے اس کا خواب مختلف ہو گیا۔ بجلی کی گرج سے خواب دیکھنے والا گھمسان کی لڑائی میں چلا گیا۔ سوتے میں بدن سے کمبل گر پڑا تو خواب میں وہ شخص اپنے تئیں ننگا یا پانی میں چھلانگ مارتے دیکھے گا۔ سرتکیے کے نیچے آ گیا تو ایسا معلوم ہوا کہ وہ کسی بوجھ کے کے تلے دبا جا رہا ہے۔

یہ خارجی محرکات کی مثالیں ہیں۔ اس سلسلے میں ہلڈ برانٹ کا ایک مشہور خواب[1] یوں ہے:

---

1. منقول ''از تحلیل نفسی اور خواب۔'' مصنف سید عبدالحی جلیل ایم۔اے

''میں موسم بہار کی ایک صبح کو سیر کر رہا ہوں۔ کھیتوں سے ہو کر قریب کے ایک گاؤں کی طرف بڑھتا ہوں۔ وہاں کے رہنے والے بہترین کپڑوں میں ملبوس اور ہاتھ میں کتاب مقدس لئے گرجا کی جانب جا رہے ہیں مجھے یاد آ جاتا ہے کہ یہ اتوار کا دن ہے اور صبح کی نماز شروع ہونے والی ہے میں نماز میں شامل ہونے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن پھر خیال آتا ہے کہ گرجے کے باہر قدرے دم لے لوں۔ جب میں وہاں بیٹھ کر قبروں پر لکھے ہوئے کتبے پڑھتا ہوں تو مجھے گھنٹی بجانے والا برج پر چڑھتا ہوا نظر آتا ہے جہاں ایک چھوٹی سے گھنٹی جو نماز کے شروع ہونے سے قبل بجتی ہے لٹک رہی ہے کچھ عرصے تک گھنٹی خاموش رہتی ہے پھر اچانک آہستہ آہستہ بجنا شروع ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی آواز دور دور تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ آواز ایسی بلند تھی کہ میری نیند ختم ہو جاتی ہے.........

یہ گھنٹی کی آواز الارم والی گھڑی سے آ رہی تھی جو میرے سرہانے رکھی تھی۔''

خواب کے محرکات اندرونی بھی ہوتے ہیں اور اُن سے جو خواب آتے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ایسے ہی وہ سب خواب ہیں جن کا تجزیہ اور تعبیر تجزیہ نفس کے ذریعے کی جاتی ہے اور اُن کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

ہم نے گذشتہ صفحات میں کہا ہے کہ فرائڈ کے نزدیک ''خواب ہماری ان ناآسودہ خواہشوں کی تکمیل گاہ ہوتے ہیں جو بیداری کے عالم میں پوری نہیں ہو سکتیں۔'' جب یہ حالت ہو تو ظاہر ہے کہ اپنے خواب کی تعبیر خواب دیکھنے والا ہی کر سکتا ہے۔ وہی ماضی کے واقعات کو یاد کر سکتا ہے اور بتا سکتا ہے کہ اُسے خواب دیکھنے سے ایک دن قبل کیا واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے اُسے خواب آیا۔ یہی وجہ ہے کہ تجزیہ نفس کے دوران میں خوابوں کی تعبیر کرنے کے لئے خواب دیکھنے والے ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اگر دیکھنے والا ہمیں خواب کے متعلق کما حقہ آگاہ نہیں کر سکتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خواب کے متعلق پوری واقفیت تو رکھتا ہے۔ لیکن وہ اپنے اس علم سے بے علم ہے۔ اس لئے اس کا یہ یقین ہے کہ وہ خواب کی تعبیر نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے میں فرائڈ نے لکھا ہے۔[1]

''1889ء میں میں نے نینسی میں لی ایبال اور برنیم کا ایک تنویمی (Hypnotie) تجربہ

1. تمہیدی لیکچرز ص 85 منقول از ''تحلیل نفسی اور تعبیر خواب''

ملاحظہ کیا۔ اس شخص پر تنویمی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس شخص پر اس کیفیت کے دوران میں اختلال (Somnambulim) اور اقتباس حواس (Hyllucnation) کے تجربات کئے گئے۔ ہوش میں آنے پر پہلے پہل تو وہ اپنے مشاہدے سے بالکل مطلع نہ کر سکا۔ برنیم نے اُسے یقین دلایا اور مجبور کیا کہ وہ اس کیفیت کے دوران کے تمام واقعات جانتا ہے اور دہرا سکتا ہے۔ اس پر اس شخص نے غور کرنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ وہ تمام واقعات بلاکم وکاست دہرانے میں کامیاب ہوگیا۔ خواب سے لاعلمی ظاہر کرنے والے کا بھی یہی حال ہے۔''

نیوراتی امراض میں بہت سے خواب ایسے ہوتے ہیں جو بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور اُن کی اہمیت کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ ناآسودہ خواہشات کی تکمیل گاہ ہوتے ہیں۔ ہوتا یوں ہے کہ کوئی مہیج نیند میں خلل انداز ہونا چاہتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ سونے والے کو بیدار کرے۔ لیکن اس کے خلاف اور نیند کی حمایت میں جو طاقت بروئے کار ہوتی ہے وہ مہیج کا اثر زائل کرنے کے لئے اس کو تکمیل خواہش کی صورت میں تبدیل کر دیتی ہے اور سونے والا نہایت گہری نیند سویا رہتا ہے۔ فرائڈ اپنا ایک خواب یوں بیان کرتا ہے کہ اُسے ایک دفعہ کسی تکلیف کے باعث اپنے فوطوں پر پلٹس باندھ کر سونا پڑا۔ اس سے درد میں تخفیف ہوگئی اور سو گیا لیکن کچھ دیر بعد درد پھر شروع ہوگیا اور پلٹس کا وہاں رہنا دوبھر ہوگیا۔ پلٹس اور درد یہ مہیج تھے جو سونے کے خلاف عمل پیرا اور بیدار کرنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ لیکن نیند نے اس مہیج کو ایک اور صورت میں تبدیل کر دیا اور فرائڈ نے خواب دیکھا وہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہے۔ اگر وہ خواب نہ دیکھتا تو شدت درد سے بیدار ہو جانا لازمی تھا۔

چھوٹے بچوں کے خواب تمام ہی ناآسودہ خواہشات کی تکمیل کو صاف طور پر واضح کرتے ہیں۔ دن میں جو بات پوری نہیں ہو پاتی وہ خواب میں پوری ہو جاتی ہے۔ فرائڈ نے اس کی مثالیں[1] بھی دی ہیں:

> 1- ایک سال اور دس ماہ کے بچے کو جنم دن کی تقریب پر پھلوں کی ایک ٹوکری کسی کو پیش کرنا تھی۔ اگرچہ اُسے بھی اس میں حصہ دینے کا وعدہ کیا گیا تھا لیکن پھر بھی اس نے بے دلی سے تحفہ پیش کیا۔ اگلی صبح اس نے اپنا خواب بیان کیا۔ ''ہرمن تمام کے تمام پھل کھا گیا۔''

---

1 ''تمہیدی لیکچر'' از فرائڈ صفحہ 106

2- ایک سوا تین سال کی بچی پہلی مرتبہ کسی جھیل پر سیر کی غرض سے گئی۔ جب وہ اپنے والدین کے ساتھ کشتی سے اُترنے لگی تو اس نے کہا کہ وقت کتنی جلدی گذر گیا ہے اور اُس نے کشتی سے نہ آترنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ صبح اس نے بیان کیا کہ ''رات میں وہی جھیل میں سیر کر رہی تھی۔''

بچوں کے خواب کی تعبیر بہت آسان ہوتی ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے صرف اُن کے دن کی حرکات وسکنات کا جاننا کافی ہے۔ ان کے خواب ہمیشہ دن کے واقعات کا ردعمل اور نا آسودہ خواہشات کی تکمیل ہوتے ہیں۔

بالغوں کے خواب سمجھنے میں وقت ہوتی ہے ان میں اگرچہ تکمیل خواہش ہی ہوتی ہے مگر وہ اتنی خلط ملط ہو جاتی ہے کہ بظاہر خواب اور اُس کے اصل مطلب کا کوئی تعلق ہی نظر نہیں آتا۔ خواہش مزاحمت (Resistence) کے ذریعے کوئی ایسی صورت اختیار کر لیتی ہے جو آسانی سے پہچانی نہیں جاسکتی۔ ان کی تعبیر صرف تلازم اختیاری (Free Association) کے ذریعے ہی ممکن ہوتی ہے۔ خواب جب پیچیدہ ہوں اُن کے سمجھنے میں کافی وق ہوتی ہے۔ نا آسودہ خواہشات جب لاشعور سے نکل کر شعور میں آنا چاہتی ہیں تو دباؤ (Repression) پوری قوت سے کوشش کرتا ہے کہ وہ باہر نہ نکلنے پائیں۔ اس لئے مجبوراً یہ خواہشات ایسا روپ بھرتی ہیں جن سے شعور کو دھوکا دیا جاسکے۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ خواب بظاہر خواہش کی ضد ہوتا ہے۔

فرائڈ کے ایک دوست نے اُسے بتایا کہ ''اس کی بیوی نے کل رات خواب میں حیض آتے دیکھا ہے۔'' اور اس کا مطلب دریافت کیا۔ فرائڈ نے کہا کہ ''آپ کی بیوی حاملہ ہے اور اس کو حیض آنا بند ہو گیا ہے اس کی یہ خواہش ہے کہ چند دن اور آزادی کے مزے لوٹے۔ خواب کی مدد سے اس نے اپنے تئیں حاملہ ثابت کیا ہے۔''

اسی سلسلے میں ایک اور خواب دیکھئے۔ اس خواب کی خصوصیت یہ ہے کہ خواب دیکھنے والی ایک نوجوان عورت نے یہ خواب [1] فرائڈ کے نظریئے کو غلط ثابت کرنے کے لئے بیان کیا۔

''آپ کو معلوم ہوگا کہ اب میری بڑی بہن کا صرف ایک ہی لڑکا چارلس رہ گیا ہے میں اس کے پاس ہی رہا کرتی تھی کہ اس کا بڑا لڑکا آٹو مر گیا۔ آٹو کو میں بے انتہا چاہتی تھی۔ حقیقت میں

---

1 تعبیر خواب از فرائڈ۔

اس کی پرورش میں نے ہی کی تھی۔ میں چاہتی تو چارلس کو بھی ہوں۔ لیکن اتنا نہیں اب میں نے کل رات خواب میں اپنے سامنے چارلس کو مرا دیکھا ہے۔ اس کی نعش چھوٹے سے صندوق میں پڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور چاروں طرف موم بتیاں روشن تھیں۔ القصہ یہ منظر بالکل آٹو کی موت کی مانند تھا۔ اس خواب سے میرا دل سخت زخمی ہو گیا ہے۔ فرمایئے اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا میں اتنی بری ہوں کہ بہن کے اکلوتے بیٹے کی موت کی خواہشمند ہوں؟ کیا اس خواب کا یہ مطلب ہے کہ آٹو کی بجائے چارلس مر جاتا؟

فرائڈ نے اُسے یقین دلایا کہ یہ دونوں صورتیں ممکن نہیں۔ چنانچہ تجزیہ کے بعد ذیل کے حالات معلوم ہوئے۔ یہ نوجوان عورت چھوٹی عمر میں یتیم ہو گئی تھی۔ اس لئے اس کی پرورش اس کی بڑی بہن نے کی۔ گھر آنے جانے والوں میں سے ایک شخص سے اُسے محبت ہو گئی۔ دونوں کو یقین تھا کہ اُن کی شادی ہو جائے گی۔ لیکن اُس کی بہن نے چند وجوہ کی بنا پر اس رشتے کو قطع کرا دیا۔ اس نوجوان کا آنا جانا بند ہو گیا۔ آٹو کی موت کے بعد اس نوجوان لڑکی نے خود اس سے ملنے کا راستہ نکال لیا۔ اس کا محبوب پروفیسر تھا جہاں کہیں اُسے تقریر کرنا ہوتی تو یہ لڑکی حاضرین میں موجود ہوتی۔ لیکن کوشش کرتی کہ پروفیسر اُسے دیکھنے نہ پائے۔ اس خواب سے ایک دن پہلے اس لڑکی نے فرائڈ کو بتایا تھا وہ اس دن ایک ایسے جلسے میں جا رہی تھی جہاں پروفیسر تقریر کرنے والا تھا اور داخلے کا ٹکٹ اس کے پاس موجود تھا۔۔۔ فرائڈ نے اس لڑکی کو ایسا کوئی واقعہ دہراتے کو کہا جو آٹو کی موت کے بعد پیش آیا تھا۔ لڑکی نے بتایا کہ آٹو کی موت پر وہ پروفیسر ایک مدت کے بعد اُن کے ہاں آیا اور اُس نے اُسے نعش کے پاس ایک نظر دیکھا۔ یہ سن کر فرائڈ نے خواب کی تعبیر یوں کی۔

''خواب میں تمہاری یہ خواہش پوری ہوئی ہے کہ اگر دوسرا بچہ بھی مر جائے تو یہ واقعہ ظہور میں آئے گا۔ پروفیسر ماتم پرسی کے لئے آئے گا اور تم اُسے پھر ایک بار دیکھ سکو گی گویا یہ خواب پروفیسر کو دوبارہ دیکھنے کی خواہش ہے جس کو دبانے کی تم کوشش کرتی ہو لیکن تمہاری بے صبری خواب سے عیاں ہو گئی۔''

تعبیر خواب کا کام زیادہ آسان نہیں بلکہ اس کے لئے کافی ذکاوت ذہانت اور تجربے کی ضرورت ہوتی ہے تجزیہ کار تلازم اختیاری کے ذریعے ماضی کے حالات کریدتا ہے اگر مزاحمت معمولی ہو تو تعبیر آسانی سے کی جا سکتی ہے لیکن مزاحمت کی شدت کی صورت میں کافی جدوجہد کی

ضرورت ہوتی ہے۔

خواب کی تعبیر کرتے وقت صرف ایک عنصر کو لے کر اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ پھر ان تلازم اختیاری کو جو ان عناصر سے پیدا ہوتے ہیں اُن میں وہ تعلق تلاش کیا جاتا ہے جو مختلف عناصر کو ملاتا ہے۔ یہ کیسے کیا جاتا ہے اس کی مثال خود فرائڈ نے دی ہے۔[1]

''ایک نوجوان عورت کی شادی کو کافی عرصہ ہو گیا تھا خواب دیکھتی ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ تھیٹر میں ہے۔ بنچوں کی ایک رو بالکل خالی ہے۔ اس کے خاوند نے اس کو بتایا کہ ایلیز اور اس کے محبوب نے اندر آنا چاہا لیکن وہ صرف ناموزوں جگہ حاصل کر سکے۔ تین سیٹیں ڈیڑھ فلارن کے عوض اور وہ یقیناً یہ جگہ نہیں لے سکتے۔ عورت نے جواب دیا کہ اس کے خیال میں اس طریقے سے انہوں نے کوئی خسارہ نہیں اٹھایا۔''

تجزیہ نفس کے دوران میں مریضہ نے بتایا کہ اس خواب کی وجہ ایلیز کے متعلق ایک خبر ہے جس سے اس کے خاوند نے ایک دن قبل مطلع کیا کہ ایلیز کی منگنی ہو گئی ہے ایلیز مریضہ کی ہم عمر تھی۔ یہ خواب اس خبر کا ردعمل تھا۔

''خالی رو۔'' تلازم اختیاری کی مدد سے معلوم ہوا کہ یہ گذشتہ ہفتے کے واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔ ہوا یوں کہ اس نے ایک خاص کھیل دیکھنے کے ارادے سے قبل از وقت تھیٹر کے ٹکٹ زیادہ قیمت دے کر خرید لئے تھے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ بنچوں کی ایک رو بالکل خالی تھی۔ اس نے خواہ مخواہ عجلت کی۔ ورنہ اس دن ٹکٹ خریدنے پر جگہ بھی مل جاتی اور نقصان بھی نہ ہوتا۔

''ڈیڑھ فلارن۔'' یہ بھی ایک واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔ خواب سے ایک دن قبل اس نے سنا کہ اس کی نند کو اُس کے خاوند نے 150 فلارن بطور تحفہ دیئے۔ وہ فوراً ہی جوہری کی دکان پر گئی اور ساری رقم کے زیورات خرید لائی۔

''تین سیٹیں۔'' اس کے متعلق تلازم خیالات کے ذریعے کسی بات کا پتہ نہ چل سکا۔ صرف اتنا یاد آیا کہ اس کی سہیلی ایلیز اس سے تین ماہ چھوٹی تھی۔ مگر اس کی شادی دس سال سے ہو چکی تھی۔

''دو آدمیوں کے لئے تین ٹکٹ۔'' اس کے متعلق کوئی اطلاع نہ مل سکی۔

---

1. تمہیدی لیکچر از فرائڈ صفحہ 102

اب ان عناصر اور اُن کے متعلق جو خیالات تلازمہ کے ذریعے معلوم ہوئے ہیں ان کی روشنی میں خواب پر جب غور کرتے ہیں تو ہمیں خواب بامعنی معلوم ہونے لگتا ہے۔ ''وقت'' کے متعلق اشارت قابل غور ہیں۔ اس نے تین ٹکٹ ''بہت جلدی'' خریدے اور اُسے مقررہ قیمت سے کچھ زیادہ ادا کرنا پڑا۔ بعینہ اس کی نند تحفہ لیتے ہی فی الفور جوہری کی دکان پر گئی اور وہاں سے ''فوراً'' زیور خرید لائی۔ ''جلدی'' کا تعلق ہر عنصر کے ساتھ نظر آتا ہے۔ جس کی روشنی میں فرائڈ نے تعبیر یوں کی ہے کہ:

''حقیقتاً یہ میری حماقت تھی کہ میں نے شادی کرنے میں اتنی جلدی کی ایلیز کی طرح آخرکار مجھے بھی کوئی موزوں خاوند مل جاتا (جلدی میں ٹکٹ خریدنے اور نند کے زیور خریدنے کے اشارے اس کی وضاحت کرتے ہیں) تھیٹر جانا شادی کے مترادف ہے ممکن تھا کہ میں رقم سے سوگنا زیادہ بہتر پالیتی (150 فلارن اور 50 تا 1 فلارن کی نسبت 1 تا 100 کی ہے) فلارن جہیز کا قائمقام ہے۔ زیور اور ناموزوں جگہ دونوں خاوند کو ظاہر کرتے ہیں۔ ''تین'' مرد کے عضو مخصوص کی علامت ہے۔ یعنی خود خاوند میں متاسف ہوں کہ کیوں اتنی جلدی شادی کر لی۔''

اس تعبیر سے چند باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

1- اس خواب میں زیادہ زور ''جلدی'' پر ہے۔ حالانکہ اصل خواب میں ایسا کہیں نظر نہیں آتا۔ لاشعور نے ایسا جامہ پہن رکھا ہے کہ اس کے اندر سے اصل چیز دکھائی نہیں دیتی۔ اسے صرف تلازم اختیاری کے ذریعے نکالا گیا ہے۔

2- خواب کے مختلف ٹکڑے مہمل معلوم ہوتے ہیں ان میں ربط بھی نہیں ہے لیکن جب تعبیر کی گئی ہے تو ان میں ایک ربط پیدا ہو گیا ہے اور ہر ٹکڑا ایک حقیقت کا حامل نظر آتا ہے۔

3- اصل خواب اور اس کے مطلب میں جو رشتہ ہے وہ بہت پیچیدہ ہے جو مطلب نکلا ہے اس میں خواب کے عناصر موجود نہیں ہیں۔

خواب میں پیچیدگی کیوں پیدا ہوتی ہے۔ یہ ایک مسئلہ ہے جس پر کافی غور وخوض کی ضرورت ہے۔ عالم بیداری کی طرح خواب میں بھی انسان مختلف کیفیات کی منازل سے گذرتا ہے۔ کبھی

ہنستا ہے کبھی روتا ہے کبھی خوف کھاتا ہے۔ کبھی غصہ میں آتا ہے۔ بعض اوقات بزدلی کا مظاہرہ کرتا ہے اور کبھی جوان مردی کا۔ اس کا باعث اخلاقی تربیت ذہنی رجحان عضوی خصائص ہوتے ہیں۔ اکثر انسان سماجی ماحول مذہبی قیود اور قانون سے خوف کھا کر اعمال کرتا ہے۔ اصل خواہشات کو دباتا ہے۔ حالانکہ جبلی تقاضے بالکل اس کے خلاف ہوتے ہیں۔ اس رویے کی وجہ سے وہ ایک وقت میں دو کشتیوں پر سوار ہوتا ہے۔ ایک طرف جبلی تقاضے ہوتے ہیں۔ بنیادی جذبات آسودگی چاہتے ہیں اور دوسری طرف ماحول کا خوف ہوتا ہے۔ چنانچہ اس خوف اور آرزو کے تصادم سے خواب کے اندر پیچیدگی پیدا ہوتی ہے۔

''خواب سے ناآسودہ آرزو تسکین پاتی ہے۔'' لیکن بعض خواب ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس نظریہ کے مخالف معلوم ہوتے ہیں۔ فرائڈ نے اس کی پرزور تردید کی ہے۔ وہ بتاتا کہ خواب کا مواد دو قسم کا ہوتا ہے ایک مواد بینہ (Manifest Content) اور دوسرا مواد مخفیہ (Latent Content) مواد بینہ وہ خواب ہوتا ہے جو دیکھنے والا بعینہ کہہ دیتا ہے اور مواد مخفیہ خواب کا پوشیدہ مفہوم جو تجزیے کے ذریعے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ ایک خواب جو بظاہر المناک معلوم ہو تشریح و تجزیہ کرنے پر آرزو کی تکمیل ثابت ہو جائے۔ خواب میں یہ تمسیخ (Distortion) کس طرح ہوتی ہے۔ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرائڈ اپنا ایک خواب[1] بیان کرتا ہے۔

''1897ء کے موسم بہار میں مجھے خبر ملی کہ دارالعلوم کے دو خطیبوں نے مجھے اسسٹنٹ پروفیسر کے منصب کے لئے منتخب کیا ہے مجھے بالکل اچانک طور پر یہ خبر ملی اور اس کے باعث مجھے بیحد مسرت ہوئی۔ چونکہ ارباب انتخاب کی ہمدردی میں کسی عصبیت کا شائبہ نہ تھا۔ لیکن فوراً ہی میں نے خیال کیا کہ مجھے اس واقعہ سے کسی قسم کی امید وابستہ نہیں رکھنی چاہئے۔

چونکہ گذشتہ چند سال کے اندر دارالعلوم کے ارباب حل وعقد نے اسی قسم کی تجویز پر کوئی غور و خوض نہیں کیا اور میرے متعدد شرکائے کار جو مجھ سے زیادہ معمر اور استعداد علمیہ کے اعتبار سے مساوی درجہ رکھتے تھے اپنے تقرر کے لئے عبث انتظار کر رہے تھے اس لئے کوئی وجہ نہ تھی کہ اپنے متعلق کسی کامرانی کا خیال کروں اس کے بعد میں نے خود کو تسکین دینی شروع کی کہ جہاں تک میں مطالعہ باطن کرتا ہوں مجھے زیادہ خواہش بھی نہیں۔ چونکہ میں اپنے مطب کے مشاغل میں کسی مزید

---

1 تعبیر خواب از فرائڈ صفحہ

لقب کے بغیر زیادہ کامیاب ہوں اس کے علاوہ یہاں یہ سوال ہی نہیں تھا کہ ''انگور شیریں ہیں یا ترش؟'' کیونکہ یقیناً یہ میری دسترس سے زیادہ بلندی پر ہے۔ایک دن شام کے وقت میرے ایک شریک کار جن کی قسمت کے مطالعہ سے میں نے اپنی ناکامی کا نتیجہ نکالا تھا مجھ سے ملنے کے لئے آئے۔وہ مدت سے پروفیسر کے عہدہ کے لئے امیدوار تھے اور اپنے حصول مقصد کے لئے میری بہ نسبت زیادہ تلے ہوئے تھے۔چونکہ ایک طبیب کو پروفیسری کا عہدہ ''نائب خدا'' کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔اس لئے وہ وقتاً فوقتاً دارالعلوم کے دفاتر میں اپنی درخواستیں بھیجنے کے عادی تھے اس قسم کی ایک سعی لاحاصل کر کے وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ انہوں نے اس مرتبہ ایک گوشہ میں دفتر کے ایک معزز رکن سے دریافت کیا کہ میری ناکامی میں عقائد تو مخل نہیں۔اس نے جواب دیا کہ یقیناً موجودہ کے ہوتے ہوئے ہز اکسلینسی کو اس کا موقعہ نہیں۔اس کے بعد میرے دوست نے اور باتیں کہیں جن سے میری ناامیدی کے خیال میں مزید توثیق ہوئی کیونکہ وہی عقیدہ کا سوال میرے متعلق بھی پیدا ہو سکتا تھا۔

اس ملاقات کے بعد دوسرے دن میں نے مندرجہ ذیل خواب دیکھا جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے قابل غور ہے۔میرا دوست ''ر'' میرا چچا ہے میں اس کے لئے قلب میں بڑی محبت پاتا ہوں۔اس کی صورت کسی قدر متغیر ہے۔چہرہ کتابی ہے اُس کے ارد گرد زرد رنگ کی داڑھی ہے جو صاف اور نمایاں ہے پہلے میں نے اس خواب کی تعبیر نہ سمجھی اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ بالکل لغو اور ''اضغاث احلام'' ہے لیکن تمام دن باوجود کوشش بھی میں دماغ سے اس کا خیال دور نہ کر سکا۔آخر کار شام کے وقت میں ان الفاظ میں خود کو ملامت کرنے لگا اگر کوئی دوسرا شخص تعبیر کے وقت اسے لغو یا مہمل کہتا تو تم اسے بہت ڈانٹتے اور شبہ کرتے کہ خواب کے پس پردہ بعض ایسے ناخوشگوار معاملات ہیں جنہیں خواب کا دیکھنے والا ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔اس لئے میں نے آخر کار اس کی تعبیر سمجھنے کی کوشش کی اور میں اس طور سے غور کرنے لگا ''ر'' میرا چچا ہے اس کے کیا معنی؟ میرے تو ایک ہی چچا ''یوسف'' ہیں۔یقیناً ان کا قصہ پر افسوس ہے۔وہ بعض ایسے اشغال کے دلدادہ تھے جنہیں قانون حکومت قابل مواخذہ ٹھیراتا ہے اور جس پر میرے چچا کو سزا بھی ملی میرے والد جو چند ہی دنوں میں غم کے مارے ضعیف ہو گئے ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ تمہارے چچا ''یوسف'' کوئی بدمعاش آدمی نہ تھے لیکن یہ تھا کہ وہ سادہ لوح تھے۔

اب اگر میرا دوست ''ز'' میرا چچا ہے تو یہ بمنزلہ اس خیال کے ہے کہ ''ز'' سادہ لوح (Simpleton) ہے لیکن خواب میں جو میں نے صورت دیکھی وہ لمبی تھی اور اس پر زرد داڑھی تھی۔ میرے دوست کی داڑھی بالکل سیاہ تھی۔ لیکن جب سیاہ بال والے لوگ بوڑھے ہونے لگتے ہیں تو ان کی سیاہ داڑھی کے ہر بال میں جداگانہ ایک ناخوشگوار رنگ کا تغیر ہوتا ہے۔ پہلے پہل یہ سرخی آمیز بادامی رنگ ہو جاتا ہے پھر زردی مائل بادامی رنگ اختیار کر لیتا ہے اور اس کے بعد بالکل سفید ہو جاتا ہے۔ میرے دوست ''ز'' کی داڑھی اسی رنگ منزل سے گذر رہی ہے اور اس طرح میری بھی جس کے مشاہدہ سے مجھے افسوس ہوتا ہے۔ خواب کے اندر میں جو صورت دیکھ رہا ہوں وہ بیک وقت میرے چچا کی بھی صورت ہے اور میرے دوست ''ز'' کی بھی۔ یہ گیلٹن کے مجموعی تصاویر (عکسی) کے مثل ہے جنہیں اُس نے خاندانی مشابہت پر زور دینے کے لئے چند تصاویر کا مجموعہ کی حیثیت سے ایک پلیٹ میں تیار کیا تھا اس صورت سے یہ ممکن ہے کہ میں نے حقیقتاً یہ خیال کیا ہو کہ میرا دوست ''ز'' میرے چچا یوسف کے مثل سادہ لوح ہے۔ ابھی تک میرے خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ میں نے مشابہت کیوں قائم کی؟ میرے چچا ایک مجرم تھے۔ میرا دوست ''ز'' ایک بے گناہ آدمی تھا۔ شاید انہوں نے صرف ایک مرتبہ ایک امیدوار محرر کو بائیسکل سے ضرب لگا دی تھی۔ اس لئے انہیں سزا ہو گئی تھی۔ کیا میں اسے ایک جرم خیال کر سکتا تھا۔ اگرچہ مشابہت یہ تھی کہ ایک نہایت احمقانہ اور مضحکہ خیز موازنہ تھا۔ یہاں مجھے ایک مکالمہ یاد آتا ہے جو مجھ میں اور میرے ایک شریک کار ''ن'' کے درمیان واقع ہوا تھا اور غالباً اسی موضوع پر تھا۔ ان سے مجھے سڑک پر ملاقات ہوئی وہ بھی پروفیسر کے عہدہ کے لئے منتخب ہوئے ہیں اور جب انہیں معلوم ہوا کہ مجھے بھی یہ اعزاز ملنے والا ہے تو انہوں نے مجھے مبارکباد دی۔ میں نے پرزور لہجہ میں اس کا رد کیا۔ تم آخری آدمی جو اس قسم کی ظرافت کر رہے؟ کیا تمہیں اس کا علم نہیں کہ خود تمہارے معاملہ میں انتخاب کو کون سا درجہ حاصل ہے؟ اس پر اس نے کہا (اب میں وہ جوش نہ تھا) تم کو اس کے متعلق یقین نہ رکھنا چاہئے۔ میرے خلاف ایک خاص عذر ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ایک عورت نے میرے خلاف قانونی استغاثہ کیا تھا میں تمہیں ان فضول باتوں کا یقین دلانا نہیں چاہتا کہ کس طرح میری تذلیل کی کوشش کی گئی تھی اور کس طرح میں نے مستغیثہ کو سزا یابی سے بچا لیا۔ لیکن معاملہ دفتر میں پرزور طریقہ سے پیش ہوگا۔ تاکہ میرا تقرر نہ ہو۔ لیکن تم اس قسم کی بدنامی سے

مبرا ہو۔ فرائڈ کہتا ہے کہ یہاں پر مجھے مجرم کا پتہ چلتا ہے اور ساتھ ہی خواب کی تعبیر بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ میرے چچا یوسف میرے دونوں شرکائے کار کی نیابت کر رہے ہیں۔ ایک تو سادہ لوح تھا دوسرا مجرم، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کسی مقصد سے مجھے اس نیابت کی ضرورت ہے۔ اگر عقیدہ کے خیال سے میرے دونوں کا تقرر معرض تعویق میں رہا تو میرے متعلق بھی یہی سوال پیدا ہوگا لیکن اگر میں دونوں احباب کی ناکامی کو دوسرے اسباب کی طرف منسوب کر دوں جو مجھ میں نہیں پائے جاتے تو میری امید کو کوئی ٹھیس نہیں لگتی۔ میرے خواب کا ابتدائی زینہ یہی ہے کہ ''ز'' کو وہ سادہ لوح اور ''ن'' کو مجرم قرار دے رہا ہے۔ چونکہ میں سادہ لوح ہوں نہ مجرم جو حضرات اس منصب کے امیدوار ہیں اس طرح سے برطرف ہو گئے۔ اس طور سے مجھے پروفیسری کا عہدہ ملنے کی امید ہو گی اور میرے نفس نے خبر کی یہ کبیدگی محسوس کرنے سے جو افسر اعلیٰ نے میرے دوست ''ز'' کو دی تھی نجات پائی۔ فرائڈ لکھتا ہے کہ اب بھی میرا نفس مطمئن نہیں ہے۔ اور مجھے خواب کے اس پہلو پر بحث کرنا ہے جس میں میں نے اپنے حصول مقصد کی غرض سے اپنے دو معزز دوستوں کی تذلیل کی ہے میں اس شخص سے مباحثہ کے لئے تیار ہوں جو یہ خیال کرے کہ میں حقیقتاً اپنے دوست ''ز'' کو سادہ لوح اور ''ن'' کو مجرم خیال کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ خواب کے اندر صرف آرزو کا اظہار کیا گیا ہے کہ واقعہ ایسا حادث ہو یعنی دارالعلوم کے ارباب حل وعقد ''ز'' کو اس کی سادہ لوحی (حالانکہ حقیقتاً میں اسے سادہ لوح نہیں سمجھتا) اور ''ن'' کو اس کے الزام جرم حالانکہ میں اس کے محاسن اخلاق کا مقر ہوں کے باعث منصب کے لئے نامزد نہ کریں اور میرا تقرر ہو جائے۔'' فرائڈ کہتا ہے کہ جب کبھی عالم خواب کی کسی آرزو کا پتہ نہ چلے یا یہ تکمیل آرزو پر پردہ خفا میں رہے تو سمجھنا چاہئے کہ اس آرزو کے خلاف کوئی متصادم احساس کارفرما ہے اور اس تصادم اور ردعمل کے باعث جب کبھی آرزو کو اپنے اظہار کا موقع ملتا ہے تو صرف اس بدلی ہوئی صورت میں معاشرانہ زندگی میں کہاں اس قسم کے نقش عمل کی بدلی ہوئی صورت پائی جاتی ہے؟ صرف وہاں جہاں ایک شخص کچھ طاقت رکھتا ہے اور دوسرا اس طاقت سے اثر پذیر ہے تو یہ دوسرا آدمی اپنے اعمال نفسیہ کو یہ ظاہر بدلی ہوئی صورت میں پیش کرے گا اور ظاہر داری جو ہم روزانہ زندگی میں برتتے ہیں بڑی حد تک نفس کے حقیقی تہیجات کے اختفا یا باطن کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے۔

یہ اور ایسے خوابوں کی تحلیل سے فرائڈ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ''جب کبھی عالم خواب کی کسی

آرزو کا پتہ نہ چلے یا آرزو مخفی رہے تو سمجھنا چاہئے کہ اس آرزو کے خلاف کوئی متصادم احساس کار فرما ہے اور اس تصادم اور ردِ عمل کے باعث جب کبھی نا آسودہ آرزو کو اپنے اظہار کا موقع ملتا ہے تو صرف اس بدلی ہوئی صورت میں ہی وہ ظاہر ہو سکتی ہے۔ ظاہر داری جو ہم اپنی روزمرہ زندگی میں برتتے ہیں وہ بھی نفس کے حقیقی رجحان کے اخفا یا باطن کی خلاف روزی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ''محتسب کی گرفت کی شدت کے باعث خواب کی یہ اور بہت سی حالتیں رونما ہوتی ہیں۔''

تعبیر خواب کے متعلق کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے اور جس طرح اس کے ذریعے مواد مخفیہ کا سراغ ملتا ہے اُسی طرح اصل خواب بھی ایک قانون کے تحت ظاہر ہوتا ہے۔ اس کو فعل خواب (Dream-Work) کہتے ہیں۔ اس کی چند ایک صورتیں ہیں۔

وہ طریق یا قانون جس کے ماتحت اصل خواب اپنی موجودہ صورت میں ظاہر ہوتا ہے فعل خواب کہلاتا ہے اور جس طریق سے اُسے سمجھا اور اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ تعبیر خواب ہے فعل خواب کی مختلف صورتیں ہیں۔ ان سے ہی پیچیدگی کے سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

1- اختصار (Condensation)[1]

فعل خواب کی اس صورت میں خواب کا ایک عنصر بہت سے لاشعور خیالات پر مبنی ہوتا ہے۔ کئی بار خواب کے ضروری عناصر بالکل مفقود ہوتے ہیں اور اکثر تمام لاشعور خیالات یکجا ہوتے ہیں۔ اس حالت میں یہ کبھی نہیں ہوتا کہ بینہ خواب کا دائرہ وسیع ہو یا اس کا مافیہ (Content) مواد مخفیہ سے زیادہ بھرپور ہو۔ خواب میں اس کا عمل یوں ہوتا ہے کہ:

الف۔ بعض مخفیہ عناصر بالکل مفقود ہوتے ہیں۔

ب۔ مخفیہ خواب کی بہت سی اُلجھنوں میں سے صرف چند نا تمام جزو مواد بینہ میں نظر آتے ہیں۔

ج۔ بہت سے اشخاص کی صفات ایک ہی شخص میں پائی جاتی ہیں۔ یعنی ایک شخص کا نام (ا) لیکن اس کی شکل (ب) سے ملتی ہے اور اس کے کپڑے (ج) کی طرح کے ہیں اور وہ شخص (د) کا پیشہ اختیار کئے ہوئے

---

1 تمہیدی لیکچر۔ فرائڈ صفحہ 144

ہے۔ گویا چار اشخاص کی صفات ایک شخص میں موجود ہیں۔
اختصار میں خواب، بہت مختصر ہوتا ہے۔ لیکن اس کی تعبیر بہت طویل ہوتی ہے۔

2- تبدل (Displacement)

خیالات جو خواب میں بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں بعض اوقات تعبیر میں کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ برعکس اس کے ایسے خیالات جو خواب میں بالکل معمولی معلوم ہوتے ہیں ممکن ہے کہ وہ تعبیر میں نہایت ہی ضروری حصہ لیں۔ فرائڈ کی اُس مریضہ کا خواب جس میں ''عجلت'' کے خیالات اصل خواب میں بالکل معمولی معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ خواب کی تعبیر ہی انہیں کے متعلق ہے۔ اسی طرح اُس عورت کے خواب میں جو اکلوتے بچے کو صندوق میں مرا ہو دیکھتی ہے ''صندوق'' کا خیال بہ ظاہر اتنی اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن تعبیر سے معلوم ہوا ہے کہ یہ لفظ نہایت ہی ضروری حصہ ہوتا ہے۔

3- مناظریت (Dramatization)

''اصل خواب کے خیالات اس طرح آپ میں مربوط ہوتے ہیں گویا وہ کسی دلچسپ کہانی کو بیان کر رہے ہیں یا وہ کسی ڈرامے کے کسی ایک منظر کو ظاہر کر رہے ہیں۔ خیالات اکثر مختلف اشکال میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس دلفریب منظر کو تحریر میں صحیح صحیح کسی طرح نہیں لایا جا سکتا۔''

4- اشاریت (Symbolism)

فرائڈ اور اس کے پیروؤں نے تعبیر خواب میں اشاریت کی طرف خاص توجہ دی ہے۔ فرائڈ کے نزدیک جنس کی جبلت کے علاوہ کوئی اور جبلت اتنی اہم نہیں ہے۔ بالغ آدمیوں کے خوابوں میں جنسی اشارے بہت زیادہ ملتے ہیں اور یہ اشارے مخصوص رموز ہوتے ہیں۔ جن کا تعلق لاشعور سے ہوتا ہے۔ ان کا مطالعہ تعبیر خواب میں بہت مدد دیتا ہے۔

خواب میں مکان کی دیوار کی تعبیر مرد ہے اور چھجے اور کھڑکی کی عورت...... والدین خواب میں بادشاہ اور ملکہ یا کوئی اور معتبر ہستی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ پانی پیدائش ہے۔ مرنے کی علامت

سفر ہے۔ تین کا ہندسہ مرد کے عضو مخصوص کا اشارہ ہوتا ہے۔ طویل اور سیدھی اشیاء مثلاً چھتری، چھاتہ، درخت، پول، نوکدار آلات، چاقو، خنجر، نیزہ، بندوق، پستول ریوالور بھی مردوں کے اعضاء مخصوص کو ظاہر کرتے ہیں۔ نل، پانی کا حوض یا چشمہ، لیمپ، چھوٹی بڑی ہونے والی پنسل، قلم، قلمدان، ناخن تراش، ہتھوڑے عورتوں کے خوابوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ ان سے بھی وہی مراد ہوتی ہے۔ اگر عورت خواب میں اُڑے تو اس کا مطلب وہ مرد بننے کی خواہش مند ہے۔

گڑھے، غار، سوراخ، بوتلیں، جار، مختلف اقسام کے صندوق، جیب اور جہاز عورت کے عضو مخصوص کے اشارے ہوتے ہیں۔1

''بعض علامات صرف رحم کے لئے مخصوص ہیں جیسے کمرے، سٹور، علاوہ ازیں مختلف اقسام کی ٹھوس اشیاء جیسے لکڑی، کاغذ اور ان سے بنی ہوئی اشیاء جیسے میز اور کتاب دروازہ اور کھڑکی مبدء مہبل کے سوراخ کی علامات ہیں۔ منہ بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ گرجے، مندر، سنگار بکس، جواہرات، خزانے، مٹھائیاں بھی عورت کو ظاہر کرتے ہیں۔ پستان بھی صنفی عضو کے تحت آتے ہیں۔ ان کے لئے مختلف اقسام کے پھل جیسے سیب، ناشپاتی وغیرہ مقرر ہیں۔ دونوں صنفوں میں موئے زہار، جنگلات، جھاڑیاں اور گھاس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ پہاڑی منظر بھی اس علامت میں شامل ہے۔ مختلف قسموں کی حرکات صنفی فعل کے لئے مقرر ہیں۔ لہو و لعب اور پیانو پر کھیلنا اپنے عضو مخصوص سے کھیلنے سے جو سرور حاصل ہوتا ہے اس کی علامت ہیں۔ جلق کی عادت کسی درخت کی شاخ کھینچنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ دانت نکالنا، یا دانت کا نکلنا جلق کی سزا ہے۔ مباشرت کے لئے گھوڑے کی سواری، ناچ، درختوں پر چڑھنا اور کسی چیز کے نیچے دب جانے کی علامت ہیں۔ ان میں چند دستکاری کے پیشے یا کسی ہتھیار سے دھمکائے جانا بھی داخل ہے۔ چند ایک علامات ایسی جو دونوں جنسوں کے لئے مقرر ہیں مثلاً چھوٹے بچے (بچی)''

اب چند خواب سنئے 2 اور اُن کی تعبیر دیکھئے جو فرائڈ نے کی ہے۔

ایک نوجوان عورت نے ایک ہی رات میں تین مختلف خواب دیکھے تھے۔

الف۔ وہ اپنے گھر کے بڑے کمرے میں سے گزر رہی تھی کہ اس کا سر فانوس سے جو بہت

---

1 تحلیل نفسی اور خواب صفحہ 162-163

2 تمہیدی لیکچر۔ فرائڈ صفحہ 161-162

نیچے لٹک رہا تھا اس شدت سے ٹکرایا کہ خون بہنے لگا...... اس سلسلہ میں جب اس سے دریافت کیا گیا تو اُسے کوئی بات یاد نہ آئی۔ بلکہ اُس نے ایک ایسی بات کہی جو دوسری طرف لے جانے والی تھی۔ ''میرے بال بے تحاشا اُگ رہے ہیں۔ اس پر کل میری ماں نے مجھے کہا تھا کہ اگر یہی حال رہا تو تمہارے چوتڑوں کی طرح ہو جائیں گے۔'' یہاں سر جسم کے نچلے حصے کا اشارہ یہ نظر آتا ہے۔ فانوس لٹک رہا ہے۔ یہ مرد کا عضو مخصوص ہے۔ خواب میں سب اشارے صاف ہیں۔ یعنی لڑکی اپنا نچلا حصہ دیکھتی ہے۔ جہاں سے خون بہہ رہا ہے اور اس کا باعث عضو مخصوص ہے۔ اسکی ایک اور تعبیر بھی کی جاسکتی ہے اور وہ حیض کا بہنا ہے۔ بعض نو عمر لڑکیاں خیال کرتی ہیں کہ حیض مرد سے مباشرت کرنے کے بعد جاری ہوتا ہے۔

ب۔ اس لڑکی نے دیکھا کہ تاکستان (Vineyard) میں ایک گہرا گڑھا ہے۔ جو وہ جانتی تھی کہ کسی درخت کو جڑ سے اکھیڑے جانے کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔ جب اُسے کہا گیا کہ اس کے متعلق کوئی اور بات یاد کرے تو تلازم اختیاری کے ماتحت فوراً بولی ''درخت غائب تھا'' جس سے اس کا مطلب تھا کہ خواب میں اس نے درخت نہیں دیکھا۔ ان الفاظ سے لاشعور کا ایک اور خیال عریاں ہو گیا اور وہ اشارہ ہے اس لڑکی کو بچپن سے یہ خیال تھا کہ لڑکیوں کے بھی اعضا لڑکوں ایسے ہوتے ہیں لیکن بعد میں آختگی (Costration) کے ذریعے انہیں کاٹ دیا جاتا ہے۔ (درخت کا اکھاڑنا)

ج۔ لڑکی اپنی لکھنے والی میز کے دراز کے پاس کھڑی ہے اور جانتی ہے کہ جونہی کسی نے اُسے چھوا وہ جان جائے گی...... میز کا دراز اشارہ ہے عورت کے عضو مخصوص کا۔ اس کی تعبیر یہ تھی کہ وہ جانتی تھی کہ جنسی مباشرت کے بعد اس امر کا پتہ چل جاتا ہے اور اس وہ کے نتائج سے خوف کھاتی تھی۔

ان تینوں خوابوں میں ''جاننے'' پر زور دیا گیا ہے۔ تجزیئے سے معلوم ہوا کہ اُسے بچپن کے تجسسات یاد تھے جو اس نے جنس کے بارے میں کیئے تھے اور اس زمانے میں وہ اس بات پر بہت نازاں بھی تھی۔

ایک اور خواب سنئے۔[1]

ایک عورت نے خواب دیکھا کہ ایک آفیسر سرخ ٹوپی پہنے اس کا تعاقب کر رہا ہے وہ بھاگ

1۔ تمہیدی لیکچر فرائڈ صفحہ 162

کر سیڑھیوں پر چڑھ گئی اور افسر بھی اس کے پیچھے ہے۔ عورت کا سانس پھول گیا ہے اور اپنے کمرے میں جا پہنچتی ہے اور اندر سے دروازہ بند کر لیتی ہے۔ افسر باہر رہ جاتا ہے۔ اندر سے عورت دروازے کے چھید سے باہر دیکھتی ہے تو اُسے مرد بنچ پر بیٹھا روتا نظر آتا ہے......

اس خواب کی تعبیر کرنے سے پہلے اُن حالات کا ذکر ضروری ہے جن میں یہ خواب دیکھا گیا۔ ایک مرد عورت جو ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے ایک رات اکٹھے سو گئے انہوں نے اس بات کا خیال رکھا کہ مباشرت کے دوران میں خارج شدہ مادہ عورت کے اندام نہانی میں نہ جانے پائے۔ دوسرے دن صبح اٹھتے ہی عورت نے یہ خواب سنایا۔

اشارات کی روشنی میں سرخ ٹوپی والے افسر کا تعاقب کرنا۔ سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے دم پھول جانا یہ جنسی فعل ہے۔ خواب میں عورت نے دروازہ بند کیا ہے۔ حالانکہ بیداری میں مرد نے یہ احتیاط برتی تھی اور حمل کے امکانات کو روک دیا۔ عورت نے اپنے قلق کو اپنے ساتھی پر منتقل (Project) کیا۔ اس لئے اُسے مرد روتا دکھائی دیا۔ مرد کے آنسو خارج ہونے والا مادہ بھی ہے۔

اس خواب کی روشنی میں فرائڈ لکھتا ہے اور تجزیہ نفس کے ماہرین کہتے ہیں کہ ہر خواب میں جنس موجود ہوتی ہے۔ اس کی صداقت ان خوابوں سے ثابت ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ناآسودہ خواہشات کی تکمیل کا پہلو بھی صاف ہے......

خواب اور اس کی تعبیر یہ ایک بہت وسیع مضمون ہے جس پر فرائڈ اور اس کے پیروؤں نے بہت زیادہ کام کیا ہے۔ اس مختصر سی کتاب میں ہم بہت اختصار سے موٹی موٹی باتوں کا ذکر کر پائے ہیں۔ تجزیہ نفس میں خواب کی اہمیت کا اندازہ ان نظریات سے لگ سکتا ہے جن کی روشنی میں فرائڈ نے زندگی کے سارے عقدوں کو حل کیا ہے......

ایک جائزہ

کبھی آپ کو پاگل خانے جانے کا اتفاق ہو تو وہاں آپ ایک ایسا نظارہ دیکھیں گے جو نہ صرف آپ کے لئے سوہان روح ہو گا بلکہ آپ کو اپنے انسان ہونے پر شرم محسوس ہو گی۔ وہاں انسان "بند" ہیں اور اُن کی حالت جانوروں سے بدتر ہے۔ یہ لوگ دماغی عارضوں کا شکار ہیں۔ طب انہیں تندرست نہیں کر سکتی۔ جسمانی سزا کے ذریعے انہیں راہ راست پر لانے کی کوششیں بے کار ثابت ہو رہی ہیں۔ برسوں ایک انسان اس چار دیواری کے اندر سسکتا رہتا ہے۔

ابھی کوئی زیادہ مدت نہیں گزری کہ ہسٹریا اور وہم ذہنی بیماریوں تک کو بھوت پریت کا اثر قرار دیا جاتا تھا اور ہمارے دیہات اور قصبات میں تو ابھی تک ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ تجزیہ نفس کا انسانیت پر سب سے بڑا احسان ہے کہ اُس نے ذہنی بیماریوں کا علاج تلاش کیا ہے۔ یہ ایک ایسا علاج ہے جس کے ذریعے طبیب بھی ذہنی اور عصبی امراض کا علاج کر سکتا ہے۔ تجزیہ نفس کا موجد سگمنڈ فرائڈ خود طب کے پیشے سے تعلق رکھتا تھا۔ جب پہلے پہل اُس نے اپنی تحقیقات اپنے ہم پیشہ ڈاکٹروں کے سامنے پیش کیں تو اس کا تمسخر اڑایا گیا۔ اُسے "بیوقوف" قرار دیا گیا لیکن اب وہ وقت ہے کہ تجزیہ نفس کے ذریعے ڈاکٹر ذہنی امراض کا علاج کرتے ہیں۔

اب طبی اور سماجی مسائل کے درمیان تجزیہ نفس ایک اہم کڑی ہے۔ طب کی نئی تحقیقات میں ایک نیا زاویہ نگاہ کام کرنے لگا ہے۔ جو اُسے تجزیہ نفس کی بدولت میسر آتا ہے۔ اب اس بات پر زور دیا جانے لگا ہے کہ انسانی جسم میں جنسی دباؤ ذہنی کشمکش وغیرہ سب کے سب حرکی یا (Funetional) ہوتے ہیں اور ان کا اثر اعضا کے کام پر پڑتا ہے۔

نیوراسز (اعصابی امراض) میں طب لاچار تھی۔ تجزیہ نفس نے اس میدان میں سب سے زیادہ اچھے نتائج پیدا کئے ہیں۔ نیوراسز میں طب کی بے چارگی سے دوہرا نقصان تھا۔ ایک مریض

تندرست نہیں ہوتا تھا اور دوسرے نیم حکیم مریضوں کو خوب بیوقوف بناتے تھے۔ ہر ڈاکٹر کو اپنی تعلیم کے دوران میں جسم کی ساخت اور اعمال پر جس قدر توجہ دینی پڑتی ہے اس کے عشرعشیر بھی ذہن پر مرکوز نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر ڈاکٹروں کو (Patholgy) پر سوچتے وقت نفسیات سے مدد لینے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ وہ تو یہی کرتے ہیں کہ مرض کے خارجی اسباب اور علامات کو دیکھا اور نسخہ تجویز کر دیا۔ وہ مرض کے نفسیاتی پس منظر کے جھنجٹ میں پڑنا نہیں چاہتے۔ اس بے رُخی کا ہی نتیجہ ہے کہ آج پاگل خانے کے اندر جا کر بہت کم لوگ تندرست ہوتے ہیں۔ وہاں ڈاکٹر ذہنی اعمال کو نظر انداز کر کے محض جسمانی علامات کو سامنے رکھتے ہیں۔

ہمارے ہاں میڈیکل کالجوں میں پانچ برس کے نصاب میں نفسیات پر دو ایک لیکچر دلا کر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ہونے والے ڈاکٹر کو نفسیات کا اتنا علم ہی کافی ہے پھر جنسی مسائل کو بالکل پسِ پست ڈال دیا جاتا ہے۔ گویا ڈاکٹر کے لئے جنس اور اُس کی ذہنی اثرات ایک غیر ضروری موضوع ہے۔ اعضاء کی ساخت اور چیر پھاڑ سکھا دی جاتی ہے لیکن جنس کا نام لینا اُسی طرح ''ممنوع'' ہوتا ہے جس طرح لڑکیوں کے سکول میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ ڈاکٹر جب ڈگری لے کر کالج سے نکلتا ہے تو وہ ایک عام آدمی سے زیادہ جنس کے متعلق علم نہیں رکھتا۔ اس لئے وہ ہمیشہ یہی کہتا ہے کہ مرض کے اسباب میں جنس کی کوئی اہمیت نہیں۔ اپنے علم کو مکمل کرنے کی بجائے وہ سرے سے انکار کئے جاتا ہے۔

اب ہر ڈاکٹر کو تجزیہ نفس کا کافی علم ہونا چاہئے۔ اس کے بغیر طب مکمل نہیں ہو سکتی طب کے مختلف شعبوں میں ہر ڈاکٹر ماہر نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہر ڈاکٹر کو طب کے تمام شعبوں کا کچھ نہ کچھ علم ہونا لازمی ہے۔ تجزیہ نفس بھی طب کا ایک شعبہ ہے۔ اس لئے ہر ڈاکٹر کو اس کے بنیادی اصولوں سے واقف ہونا چاہئے تا کہ وہ اپنے مریضوں کی مدد کر سکے۔ اس سے یقیناً مرض کی تشخیص میں سہولتیں ہوں گی۔ بچپن اور عنفوان شباب کے زمانہ میں ایک ڈاکٹر جو تجزیہ نفس کے اصولوں سے آگاہ ہے اپنے مفید مشوروں سے دائمی تبدیلی پیدا کر سکتا ہے اور فرد کو آئندہ کی خوشی کے راستے پر گامزن کرا سکتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بچپن کا یہ مشورہ آئندہ زندگی میں اعصابی مرض پیدا ہی نہ ہونے دے۔

اگر ایک طبیب مریض کی تشخیص کرتے وقت مختلف جبلتوں جنسی خواہشات نفرت وغیرہ کا

خیال رکھے اور دیکھے کہ ان کی وجہ سے جسمانی اور ذہنی طور پر مرض میں کتنا اضافہ ہوا ہے تو یقیناً وہ زیادہ کامیاب رہے گا۔ جبلتوں کا تعلق ان رجحانات سے ہوتا ہے جو انسان کے جسم کے اندر کی صورت میں موجود ہیں ان (Germ Cell) کا گہرا تعلق جسمانی اعمال سے ہے اور ان اعمال کے ذریعے ہی جسم میں بہت سی کیمیائی اور عضویاتی تبدیلیاں ہوتی ہیں تجزیہ نفس ان تبدیلیوں کی اساس کو زیر تحقیق لاتا اور یوں جسم اور ذہن کے مطالعہ میں ایک سلسلہ قائم کر دیتا ہے۔ ایسی شہادتیں موجود ہیں جن کی رو سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ کئی ایسی (Anatomical) تبدیلیاں ہوتی ہیں جن کا باعث نیوراسز یا لاشعور کی ذہنی کشمکش ہوتا ہے۔

دیوانگی نفسیاتی اور جسمانی حالتوں کے درمیان ہوتی ہے۔ بہت سی حالتوں میں دیوانگی بلاشبہ جسمانی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اس کی تہ میں بھی نفسیاتی اسباب ہوتے ہیں جنہیں ایک ماہر نفسیات ہی سمجھ سکتا ہے۔

اس سلسلے میں تجزیہ نفس کی تحقیقات قابل ستائش ہے۔ دیوانگی کی اقسام میں سے (Dementia Praecox) بہت عام ہے۔ تجزیہ نفس کے ذریعے اس پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے اسباب کو کریدا گیا ہے۔ ابتدائی صورتوں میں ایسے دیوانے کافی تندرست بھی ہو گئے۔ اس سلسلے میں (Paranoia) خبط (Mania) مالیخولیا (Melancholia) بھی آتے ہیں۔ ان کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے اور کیوں ہوتی ہے۔ اس پر تجزیہ نفس کے ادب میں کافی مواد موجود ہے۔

طب اور تجزیہ نفس کا امتزاج حیرت انگیز نتائج پیدا کر رہا ہے۔ کبھی فرائڈ اکیلا تھا لیکن آج ہزاروں ماہرین طب تجزیہ نفس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

تجزیہ نفس کا عملی پہلو تعلیم میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ فرائڈ کی تحقیقات کے مطابق بچہ معصوم نہیں ہوتا بلکہ پانچ برس کی عمر تک وہ بہت کچھ جان چکا ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب بچے کو ایک ننھی کونپل کہا جاتا جسے جدھر چاہیں موڑ دیں۔ لیکن نئی تحقیقات اس کو صحیح نہیں سمجھتی۔ یہ کونپل مڑتی نہیں ٹیڑھی ہو جاتی ہے اور ہوتی جاتی ہے۔

تجزیہ نفس کی تحقیقات سے جو روشنی ہمیں میسر آئی ہے اس کے ذریعے ہم بچوں کو نئے طریقوں سے تعلیم دے سکتے ہیں۔ تعلیمی اصول تجزیہ نفس کے نظریات کے مطابق مرتب کئے جا

سکتے ہیں۔ یہاں تفصیل سے بحث کرنے کی گنجائش نہیں۔ مختصراً چند نکات بیان کئے جائیں گے۔

بچے کی فطرت میں علم کی تلاش ہوتی ہے اور اس کے لئے وہ تجسس کرتا ہے۔ لیکن جونہی اُسے تعلیم کے لئے استاد کے سپرد کیا جاتا ہے وہ اس کے خلاف مزاحمت کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر سمجھتا ہے کہ ایسا کرنا اس پر کڑی تنقید ہے۔ اس کی ''بہتری'' کے لئے جو ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ اُن سے بچے کی بہتری تو کیا ہوگی۔ ابتری ہوتی جاتی ہے۔ اُس زمانے میں بچہ اپنی ذات سے محبت کرتا ہے لیکن استاد اس فطری رجحان پر ضرب کاری لگاتا ہے۔ اِس کا نتیجہ مختلف اُلجھنوں کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے ذہین بچے لکھنے پڑھنے سے جی چراتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ استاد کی تنقید جتنی اخلاقی ہوگی اتنا ہی اس کا ردعمل زیادہ شدید ہوگا۔ اور بچے کی آئندہ ذہانت پر برا اثر پڑے گا۔

یہیں سے ایک اور نکتہ پیدا ہوتا ہے۔ بچے کے لاشعور میں اپنے والدین کے متعلق ایک خاص اہمیت پیدا ہو جاتی ہے جب وہ سکول میں جاتا ہے تو وہی مقام استاد کو مل جاتا ہے۔ یہ تعلق محض سطحی نہیں ہوتا کہ استاد یا والدین کا رعب بچے پر مسلط رہتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر گہرا ''شہوانی'' (Erotic) تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ اُس کا مظاہرہ عام ہوتا رہتا ہے لڑکیوں میں یہ زیادہ نمایاں ہوتا ہے اِن ''شہوانی'' تعلقات کی نشوونما میں کئی دباؤ اور ردعمل حائل ہوتے ہیں اور کئی مثبت اور منفی رجحانات مل کر ان تعلقات کو پختہ کرتے ہیں۔ اس لئے جب تک ان باتوں کو پیش نظر نہ رکھا جائے گا کوئی تعلیمی نظریہ مکمل نہیں کہلا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب شاگرد اور استاد کے تعلقات اس لحاظ سے استوار ہوں تو تعلیم موثر اور آسان ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد وہ مضمون جو بچے کو پڑھایا جاتا ہے۔ اب تک تو یہی ہوتا آیا ہے کہ ایک بچہ باقی مضامین میں کافی ہوشیار ہے مگر ایک خاص مضمون میں کمزور ہے۔ اس کمزوری کو اس کی ذہانت کی کمی سمجھا جاتا رہا ہے۔ لیکن تجزیہ نفس نے تحقیقات سے معلوم کیا ہے کہ اکثر حالتوں میں اس کمی کا باعث ذہنی نقص نہیں بلکہ کسی روک (Inhibition) اور ارتقاع (Sublimation) کی کشمکش کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اگر بچہ ریاضی میں کمزور ہے تو اس کے متعلق بچے کے لاشعوری تلازمات ہوں گے جن کا ردعمل اُسے ریاضی میں کمزور کر دیتا ہے۔ اس پر جب اور غور کریں تو بہت سی باتیں سامنے آتی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر شعوری موضوع کسی لاشعوری تصور سے متعلق ہو جاتا ہے اور بعض

اوقات ان کے اشاریئے (Symbols) بن جاتا ہے۔ ایسے بچوں کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کے لئے حساب کے سوالات ہی صرف مشکل نہیں ہوتے بلکہ وہ گنتی بھی بھول جاتے ہیں اور اُن کے لاشعور میں روک کا گہرا اثر تھا۔ حساب کے مضمون سے اُن کے ذہن میں گننے کا تصور آتا ہے اور گننے سے انگلی پر شمار کرنا اور انگلی...... یہ وہ اشاریہ (Symbols) ہے جس نے مضمون میں کمزوری کا حال بتا دیا۔ اس سے ہی متعلق روک تھی۔ اکثر ہوتا ہے کہ تجزیہ نفس کے دوران میں مریض نے جس مضمون میں اپنے تئیں کمزور بتاتا جب اس سے لاشعوری دباؤ دور ہو گیا تو وہ نقص بھی باقی نہ رہا۔ یہ ایک نیا زاویہ نگاہ ہے جس کی مدد سے کسی مضمون میں بچوں کی غیر دلچسپی کا ذکر ہے اور ماہرین تعلیم اس روشنی میں مزید تجربات کر سکتے ہیں۔

بچوں کی پرورش کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بچہ اپنی نشوونما کے دوران میں لاشعوری طور پر ایسی کشمکش سے دوچار ہوتا رہتا ہے جو اس کے مستقبل کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ یہاں پھر ہمیں تجزیہ نفس ایک نیا راستہ دکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ ہر فرد کا کردار خواہ برا ہو یا بھلا پانچ برس کی عمر تک مکمل طور پر بن جاتا ہے۔ اس کے بعد کے اثرات صرف سطحی ہوتے ہیں اُن سے زیادہ سے اتنا ہو جاتا ہے کہ بنیادی خصوصیات میں کہیں کہیں معمولی ردوبدل ہو جائے۔ ان پہلے پانچ برسوں میں بچے کو ایک ایسی اُلجھی ہوئی جذباتی نشوونما میں سے گزرنا پڑتا ہے جس کے حصول کے لئے انسانیت کو پچاس ہزار برس گزر گئے ہیں اور یہ ہے ابتدائی جبلتوں کو مہذب بنانا۔ اس لئے ہمیں بچے کی مشکلات کو سمجھنا اور محسوس کرنا چاہئے۔ صبروتحمل سے کام لینا اور ان کی ''خطاؤں'' کو درگزر کرنا چاہئے۔ اُس کے جسم کے لئے خوراک کی ضرورت ہے اور ذہنی نشوونما کے لئے محبت کی۔ لیکن پرورش کے دوران میں بتدریج محبت کی جبلت کے بہت سے مظاہروں کو بچے سے چھڑانا بھی پڑتا ہے۔ اگر بچہ اسے برداشت کر لے تو اس کے اثرات اتنے ضرر رساں نہیں ہوتے۔ اس زمانے میں والدین کو بڑی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ اسی زمانے میں وہ اخلاق کے نیچے دب بھی جاتے ہیں اور شرارتوں سے دوسروں کا ناک میں دم بھی کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات یہ شرارتیں تقصیر کے احساس (Guilt Feeling) کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

والدین عموماً خیال کرتے ہیں کہ انہیں بچوں کے سامنے اپنا نمونہ نہایت مکمل صورت میں پیش کرنا چاہئے۔ حالانکہ اُن کا ایسا کرنا بچوں کے لئے تو چنداں مفید نہیں ہوتا۔ ہاں والدین کی اپنی

''عزت نفس'' کا زیادہ احساس ہو جاتا ہے۔ اس سے بچے کو زندگی کی گہرائیوں کا کوئی علم نہیں ہونے پاتا اور آئندہ زندگی میں وہ خسارے میں رہتا ہے۔ جنس کے معاملے میں تو والدین بڑی ''بددیانتی'' سے کام لیتے ہیں۔ ایک تجزیہ کار خوب جانتا ہے کہ اس ''بددیانتی'' کا کتنا برا اثر جواں سالی میں ہوتا ہے۔ بچے جبلی طور پر شعوری یا غیر شعوری ذرائع سے اُس سے بہت کچھ زیادہ جانتے ہیں جتنا خیال کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی تجزیہ نفس کی روشنی سے ہی زندگی کو نئی راہ مل سکتی ہے۔ کسی بات کا پورا علم اس بات کے بتانے سے نہیں بلکہ اس کے کرنے کی اجازت سے حاصل ہوتا ہے۔ بچہ اُسی حالت میں کسی بات سے مستفید ہو سکتا ہے جب والدین کی رضا حاصل ہو ورنہ کسی بات کے کہہ دینے سے کام نہیں بنتا۔

بچے کے تجزیہ کے دوران میں ایک نئی دریافت یہ ہوئی کہ وحشی انسان اور بچے میں ایک مناسبت پائی جاتی ہے۔ جب تجزیہ نفس بچے اور وحشی انسان کی ذہنیت کے درمیان ایک مشابہت کا ذکر کرتا ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس طرح بچے کے مرتبے کو کم کیا جا رہا ہے۔ بلکہ تجزیہ نفس تو بچے کے ذہن کی زیادہ عزت کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ عام خیال کے خلاف یہ ذہن جوان ذہن سے زیادہ پیچیدہ اور اس سے کوئی زیادہ مختلف نہیں ہوتا۔ توہمات، سحر پر ایمان اور ایسے دوسرے خیالات جو وحشی انسانوں میں پائے جاتے ہیں ان کے پس پردہ استدلال (Reason) سے زیادہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ اسی طرح تجزیہ نفس کی تحقیقات بتاتی ہے کہ بچوں کے خیالات میں بھی یہی جذبہ ہوتا ہے وہاں بھی استدلال کا فقدان نظر آتا ہے۔

انسانیات (Anthrapology) کا مطالعہ تجزیہ نفس کی تحقیقات کی روشنی میں کرنے سے ہمارے سامنے نئی نئی باتیں آتی ہیں۔ ایک طرف جب لاشعور کو زیادہ کریدا گیا تو اس سے انسانیت کے بہت سے اُلجھے ہوئے مسائل حل ہوتے نظر آنے لگے۔ محرمات کا خوف، ماں کا حق، (Couvade)[1] تیبو[2] (Tabu) پیدائش کے وقت کے رسومات تو ہم پرستی وغیرہ ایسی باتیں

---

1. بعض وحشی اقوام میں یہ رواج ہے کہ جب اُن کے ہاں بچے کی پیدائش کا وقت آتا ہے تو مرد بستر میں لیٹ جاتا ہے۔ اس رسم کا نام Couvade ہے۔

2. وحشی قبیلوں میں بعض اشیاء یا انسانوں کو اس لئے نہیں چھوا جاتا کہ اس سے کسی مذہبی حکم یا سحر کی خلاف ورزی ہوگی۔ ایسی اشیاء یا انسان ''تیبو'' کہلاتے ہیں۔ فرائڈ نے ''تیبو اور توتم'' کے نام سے ایک تحقیقاتی کتاب لکھی ہے۔

تھیں جن کا سمجھنا مشکل تھا۔ لیکن لاشعور کے علم سے یہ آسان ہو گئیں۔ دوسری طرف انسانیات کی تحقیقات میں جو مواد بہم پہنچا اس سے تجزیہ نفس کے نظریات کو وسعت میسر آ ئی۔ ہمارے ہاں کے بہت سے ادارے، رسومات، سماجی رواج اور معتقدات کی اصل حقیقت اس قدر ہے کہ وہ لاشعور کی کشمکش کا نتیجہ ہیں۔ یہ کشمکش بالکل ویسی ہی ہے جیسی بچوں میں پائی جاتی ہے اور جس سے نیوراتی مرض پیدا ہوتا ہے۔ جس کا علاج تجزیہ نفس کا بنیادی کام ہے۔

فرائڈ نے نیوراتی مریض اور وحشی انسان کے واہمہ کو متوازی حیثیت دی ہے۔ اس پر اُس کے دوسرے پیروؤں نے کافی کام کیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ تمام وحشی انسان نیوراتی مریضوں سے ملتے جلتے ہیں۔ کیونکہ دونوں ہی جبلتوں کی ابتدائی صورتوں کے قریب ہوتے ہیں اور اصول لذت کے تابع ہو کر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ پیار اور دوستی سے نفرت اور مخاصمت قریب ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انسان کے رجحان میں پیار اور نفرت دونوں موجود ہوتے ہیں۔ یہ دونوں رجحان خوف اور اس احساس تقصیر پر جو انسان کی گھٹی میں ہے قابو نہیں پا سکتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وحشی انسان اور نیوراتی مریض اخلاق کا بہت خیال رکھتے ہیں گو اُن کا طریق عمل غیر معقول ہوتا ہے۔ اس سے ایک اور بات بھی واضح ہوتی ہے کہ وحشی انسانوں کی نیوراتی زندگی مہذب انسانوں سے زیادہ باقاعدہ اور سماجی قوانین کے تابع ہوتی ہے۔ کیونکہ وحشی انسان لاشعوری کشمکش پر قابو پانے کی زیادہ کوشش کرتا ہے اُس سے کسی نیوراتی علامت کا اظہار ہو جائے تو اُسے سماجی زندگی میں مداخلت خیال کیا جاتا ہے۔

اسی سے ہمیں تہذیب کی نشو و نما کا پتہ بھی چلتا ہے۔ اب بھی جو وحشی انسان موجود ہیں اُن کا اوران کے ساتھ ہی بچوں اور نیوراتی مریضوں کا مطالعہ ہمیں کئی ایسی باتوں کی نشان دہی کرتا ہے جن سے انسانیت اپنے ابتدائی دور میں کسی نہ کسی حالت میں سے ضرور گزری ہے۔ جس طرح انسانی جسم کی نشو و نما کے دوران میں ابتدائی زمانے کے ارتقائی حالتوں کا شائبہ اب بھی موجود ہے اسی طرح لاشعور کی بعض حالتیں بھی انسانیت کے ذہنی نشو و نما کے گذشتہ تجربات کو ظاہر کرتی ہیں۔ اس سے آدمی کے ماضی کے متعلق بہت سے نتائج مرتب کئے گئے ہیں۔

ایڈی پس اُلجھن کی دریافت انسانیات کے نظریات میں ایک اضافہ ہے۔ وحشی انسانوں میں محرمات سے دوری مردم خوری اور باپ کا قتل اسی اُلجھن کا نتیجہ ہیں۔ ''قبیلے کے بزرگ'' اور

''نوجوان'' مردوں کے درمیان ہمیشہ جنگ جاری رہتی ہے اور یہ جنگ سماجی اور مہذب زندگی کی بنیادوں کے استوار کرنے میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ یہیں سے قانون اخلاق اور بعض مذہب پیدا ہوتے ہیں۔

سماجی اداروں اور قانون سازی کا تعلق کسی حد تک مادی رفاہ عامہ، اقتصادیات اور حفظان صحت وغیرہ سے ہوتا ہے اور اس سے کہیں زیادہ تعلق وقار، عزت، حب الوطنی، جماعتی اور جنسی کشمکش حکومت کے نظریات انصاف کے تصورات اخلاقی چلن کے ضابطے ایسی آدرش قدروں سے ہوتا ہے۔ یہاں بھی تجزیہ نفس ایک نئی راہ دکھاتا ہے اور اُن لاشعوری کو اجاگر کرتا ہے جو فرد اور سماج کے فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں سماجی اور مذہبی ادارے اس لئے معرض وجود میں آئے ہیں کہ ان کے ذریعے ابتدائی جبلی رجحانات پر قابو رکھا جاسکے اور یہ کیوں ہے؟ کیا ہے؟ اور اس کے نتائج؟ اس کا علم تجزیہ نفس دیتا ہے۔

اقتصادیات میں روپے پیسے کا سوال آتا ہے۔ جسے عموماً لوگ آزادی سے سوچ سکتے ہیں نہ اس بارے میں رویہ اختیار کرتے ہیں۔ تجزیہ نفس نے جب اس رویے کی چھان بین کی تو حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ لاشعور میں روپے پیسے کا اشاریہ ''گندگی'' ہوتا ہے۔ عام خیال بھی موجود ہے کہ خواب میں پاخانہ دیکھنا دولت ملنے کی بشارت ہوتی ہے۔ روپے پیسے کی ہاتھ کا میل کہا جاتا ہے اور یہ لاشعوری اثر کا نتیجہ ہے کہ امیر لوگ خسیس ہوتے ہیں۔

اب ذرا حکومت کو لیجئے۔ راعی اور رعایا کے تعلقات اور اُن کی پیچیدگیاں کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ حکومت کے خلاف ہر ملک میں ہنگامہ بپا رہتا ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہے۔ تجزیہ نفس کے خیال کے مطابق یہ ہنگامہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا باپ اور بیٹے کے درمیان کشمکش کی صورت اختیار کئے رہتا ہے۔ بادشاہ اور ملکہ کو لوگ باپ اور ماں سمجھتے ہیں۔ لاشعوری طور پر رعایا انہیں اپنے والدین سے نسبت دے لیتی ہے۔ روزمرہ بول چال میں حاکم کو ''مائی باپ'' کہا جاتا ہے۔ پریوں کی کہانیوں میں بھی اپنے ماں باپ بادشاہ اور ملکہ کی صورت میں موجود ہوتے ہیں، قائداعظم کو پاکستان کا باپ کہا جاتا ہے۔ اتاترک کا لقب بھی یہی ظاہر کرتا ہے۔ مہاتما گاندھی ہندوستان کے ''باپو'' ہیں۔ یہ ساری شہادتیں بتاتی ہے کہ بادشاہ یا حکومت کا صدر ہمیشہ باپ کا قائمقام ہوتا ہے اور ملکہ ماں کی۔ وزیراعظم بہت کم مقبول ہوتے ہیں۔ لوگ ہمیشہ بادشاہ یا صدر

سے محبت کرتے ہیں اور وزیر اعظم کے خلاف ہر جذبے کا اظہار کر لیا جاتا ہے اور بادشاہ یا صدر کو مدد کے لئے پکارا جاتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ بچہ اپنے باپ کو "قادر مطلق" خیال کرتا ہے اور چونکہ بادشاہ یا صدر باپ کا اشاریہ ہوتے ہیں اس لئے وہ بھی جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

سماجی مسائل کا بہت زیادہ انحصار اُلجھن جنس کی جبلت پر ہے اور یہ صرف تجزیہ نفس کی تحریک ہے جو اس جبلت کی اُلجھنوں کو دور کر سکتی ہے اس لئے یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ تجزیہ نفس کے ذریعے شادی، طلاق، ضبط تولید، عورت مرد کے باہمی تعلقات ایسے سماجی مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ خاندان کو سماج کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود آج کے سماج میں خاندان کے خلاف نوجوان بغاوت کر رہے ہیں۔ کیوں؟ اس کا صحیح جواب عمرانیات بھی شاید ہی دے سکے۔ مگر تجزیہ نفس کا جواب موجود ہے وہی باپ بیٹے کی کشمکش کا حل جس کے بغیر سماج کا سارا امن اور نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ قانون اسے جرم قرار دے کر مجرم کو سزا دیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس سے علاج ہو گیا لیکن حقائق اس کے خلاف ہیں۔ جرم روز افزوں ترقی کرتا جا رہا ہے۔ قانون کی سخت گیری ناکارہ ثابت ہو چکی ہے۔

اب نئی روشنی میں فرد کی جبلتوں، جنسی دباؤ، اعصابی تناؤ اور ذہنی اُلجھنوں کا تجزیہ جرم کو ایک نئے روپ میں پیش کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ علاج قید و بند میں نہیں بلکہ ماہر نفسیات کے کلینک میں ہے۔

جب مجرم کو ایک مریض سمجھ کر اس علاج کا کیا جائے تو اس سے سماج کی بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہیں اور ہم ایک ایسے سماج کی تشکیل کر سکتے ہیں جو صحت مند ہونے کے علاوہ پُرسکون بھی ہوگا۔ اِس کا تجربہ بعض ممالک میں کیا جا رہا ہے۔ قانون اور ماہرین نفسیات مل کر مجرموں کا علاج کرتے ہیں اور نتائج امید افزا ہوئے ہیں۔

تجزیہ نفس نے انسانی فطرت کی گہرائیوں کے مشاہدے سے جو حقائق پیش کئے ہیں ان میں سب سے اہم جنسی جذبے کی نشو و نما کا نظریہ ہے۔ اس نظریے کی روشنی میں جب ہم ادب اور آرٹ کو دیکھتے ہیں تو اُن کی ساری قدریں بدل جاتی ہیں۔ یہاں ہم سارے ادب پر تو نظر نہیں دوڑا سکتے۔ صرف شاعری کے دو ایک پہلوؤں کا تجزیہ نفس کی روشنی میں جائزہ لیں گے۔

جنسی جذبہ اپنی طبعی حالت تک پہنچنے سے پیشتر دہنی (Oral) مبرزی (Anal) اور مبالی

(Sadistic) منازل میں سے گزرتا ہے جو بہت پیچیدہ ہوتی ہیں۔ ان میں سے دہنی منزل بہت اہم ہے اور شاعری سے اسی کا زیادہ تعلق ہے۔ ''ماں کا پستان بچے کی'' بھوک ہی نہیں مٹاتا بلکہ اس سے بچے کو ایک خاص حظ بھی حاصل ہوتا ہے جس کا تعلق منہ سے ہے۔ یہ اول حظ بچے پر اتنا گہرا اثر چھوڑ جاتا ہے کہ وہ ماں کے پستان کے بدل کے طور پر انگوٹھا چوسنا شروع کر دیتا ہے۔ انگوٹھا چوسنے سے اس کی بھوک کی تسکین نہیں ہوتی بلکہ یہ اُس کے منہ کے اندرونی حصے کو تحریک میں لا کر حظ کا باعث بنتا ہے۔ یہ حظ بچے کی اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے اور اس میں کسی خارجی ترغیب کو دخل نہیں ہوتا۔

جب جنسی جذبے کا ارتقاء دہنی منزل پر رک جائے تو اس کا اثر زیادہ کھانے میں ظاہر ہوتا ہے۔ سگریٹ پینا، پنسل سرے چبانا اور چیزوں کو چوسنا اسی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ جنسی جذبے کے رکاؤ کا اثر ہے اور انگوٹھا چوسنے کا بدل۔ پان، تمباکو، چائے یہ سب اسی ذیل میں آتے ہیں۔ اس سے ذرا آگے مے نوشی آتی ہے۔ یہ بھی دہنی حظ حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے شاعر یا تو شراب پیتے ہیں یا اپنی شاعری میں اسی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔ ریاض خیر آبادی نے عمر بھر شراب کو چھوا تک نہیں لیکن ان کے کلام میں شراب کا اتنا ذکر ہے کہ بہت کم اشعار اس کے ذکر سے خالی ہوں گے۔ غالب، جوش اور اختر شیرانی کا کلام لیجئے تو اس میں شراب سے حظ کا ذکر ظاہر طور پر موجود ہے۔

الفاظ سے بھی ذہنی حظ کا کام لیا جاتا ہے ایسا آدمی جس کا جنسی جذبہ اس منزل پر رک گیا ہو اپنی گفتار میں غیروں کے خلاف چبھتے ہوئے جملے استعمال کرنے کا عادی ہوتا ہے وہ ایسے الفاظ بولتا ہے کہ جن سے کاٹنے رگڑنے یا پینے کے معنی پیدا ہوں۔ اُردو میں جوش ملیح آبادی کی یہی خصوصیات ہیں۔ وہ اپنے مخالف کو نہایت تیز طعنوں کا نشانہ بناتا ہے۔ اس کی نظموں میں ایسے الفاظ کی کثرت ہوتی ہے جن سے کاٹنے یا پینے کا فعل ظاہر ہوتا ہے۔

ایک نظم ''بلوغ حیات'' کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

دوستی سے دشمنی کا جب پہنچتا تھا پیام
ہو نکلنے لگتا تھا میرے دل میں شیرِ انتقام

راگنی کو بوجھنے لگتا تھا جب بجتی تھی تانت
مٹھیوں کو بند کر کے پینے لگتا تھا دانت
دیکھتا تھا آدمیت کو دناءت کا شکار
اینٹھنے لگتی تھیں گردن کی رگیں بے اختیار
دل یہ کہتا تھا کہ ہر سینے میں خنجر بھونک دوں
خلق کو بھڑکے ہوئے دوزخ کے اندر جھونک دوں
زندگی کی موج میں زہر ہلاہل گھول دوں
جی میں آتا تھا کہ توپوں کے دہانے کھول دوں
ذبح کردوں، قتل کر ڈالوں، سروں کو پھوڑ دوں
ہمتوں کو پست کردوں، گردنوں کو توڑ دوں
خون کی پیاسی زمیں کو آدمی کا خون دوں
خاک کر ڈالوں بھسم کردوں جلا دوں بھون دوں
قہر بن کر میں جوابِ فتنۂ ابلیس دوں
دفن کردوں، سرمہ کر ڈالوں، رگڑ دوں، پیس دوں

اس نظم میں آپ کو ذہنی حظ کا انحرافی پہلو ملتا ہے۔اس ضمن میں مرزا سودا کی ہجو اور مومن کی طنز کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

ماہرین تجزیہ نفس کے نزدیک لکنت کے ذریعے اپنے منہ کے اندرونی حصہ کو تحریک میں لاکر ایک خاص لاشعوری حظ حاصل کیا جاتا ہے۔اس لئے لکنت کا تعلق بھی جنسی جذبے کے ذہنی منزل پر رک جانے سے ہے۔اردو کے نئے شاعروں میں جعفری نے ایک آدھ ایسی نظم لکھی ہے جو بظاہر لکنت زبانی کی نقل ہے لیکن دراصل اس نے خود حظ حاصل کیا ہے۔

قاآنی ایک مشہور نظم ایک لکنت زبان لڑکے اور بوڑھے کا مکالمہ ہے۔

پیر کے لال گاہ بہ طفل الکن
می شنیدم کہ بدیں نوع ہمی راند سخن

کاے ززلفت صصم ششششام تاریک
دے زچہرت ششششام صصبح روشن
پر گفتاو دو اللہ م م معلوم است ایں
لکوادم من بے چارہ زمادر الکن

الفاظ کے تکرار سے شاعر نے وہی لذت حاصل کی ہے جو انگوٹھا یا مٹھائی چوسنے سے ہوتی ہے۔

شاعری کے مختلف پہلو ہیں جن پر بڑی تفصیل سے لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن یہاں صرف ہم ایک اور پہلو کی طرف توجہ دلا سکیں گے اور وہ اردو شاعری میں ''ماں'' ہے۔ ایڈی پس اُلجھن کی روشنی میں یہ پہلو بہت دلچسپ ہو جاتا ہے۔ آخر کیا بات ہے کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہوتی ہے۔ ''والدہ مرحومہ'' کا مرثیہ لکھا جاتا ہے۔ کتابوں کا انتساب باپ کی نسبت سے ''ماں کے نام'' زیادہ کیا جاتا ہے۔ ماں نے اس قدر محبت ایڈی پس نظریے کا ثبوت ہی تو ہے۔

یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ ''ہم ایک شخص سے بیک وقت محبت بھی کر سکتے ہیں اور نفرت بھی۔ ہماری شعوری محبت غیر شعوری نفرت کا نتیجہ ہو سکتی ہے اور اس کے برعکس ہماری انتہائی نفرت کسی غیر شعوری محبت کا مظہر بن سکتی ہے۔'' اسی حقیقت کی روشنی میں ماں کا کردار اردو شاعری میں نظر آتا ہے۔ وہ کہیں ایک عام عورت ہے اور کہیں ''مادر وطن'' بن کر پرستش کراتی ہے۔ اس کی بہترین مثال یوسف ظفر کی نظم ''ٹیگور'' ہے۔ اس نظم میں شاعر اپنی ذات ''ٹیگور'' میں مدغم کر دیتا ہے اور وہ بچہ ہے۔ دوسرے سارے شاعر اور ادیب اس کے بھائی ہیں ''مادر ہند'' ماں ہے اور ''غیر'' باپ۔ یوں باپ بیٹا اور ماں کی ازلی تثلیث مکمل ہو جاتی ہے۔

تجھے ماں کہتے ہوئے عار مجھے آتی ہے
مادر ہند میں اب اور نہیں سن سکتا
جا! کہ اغیار سے وابستہ ہے دامن تیرا
بوئے غیر آتی ہے اب تیرے پسینے سے مجھے
کیا نہیں سات سمندر میں بھی اتنا پانی
کہ تجھے صفحہ ہستی ہی سے ناپید کرے

تجھ کو آغوش میں تا حشر چھپائے رکھے؟
کیا ہمالہ کے دلِ سرد میں غیرت ہی نہیں
کہ ترے دس بھرے سینے سے اُگل دے لاوا
اور مٹ جائے ترا نام ہمیشہ کے لئے؟
تو نجس ہے، تیری عصمت، تری غیرت کیا ہے؟
تجھ کو اپنوں کے تو آنسو ہی پسند آتے ہیں
اور غیر کے شرارے بھی ستارے ہیں تجھے
دیکھتے ہی جسے کھل جاتی ہیں باچھیں تیری
کون سی بات ہے اُس میں جو نہیں ہے ہم میں؟
اُس کی ماں نے بھی کوئی ایسا جنا ہے ٹیگور
ایسا ٹھاکر جو پرستش کرے ماں کی؟
زندگی کا وہ فلک سیر درخشندہ شہاب
جس سے دوچار نہ ہو سکتی ہوں آنکھیں اپنی؟
تیرے سوتیلوں میں ہوتا اگر ایسا انسان
جانئے کیا اُسے سرخاب کا پر لگ جاتا

(2)

سات اگست ــــــ وہ بنگال کا ساحر شاعر *
بیس اگست ــــــ وہ روتوں کو ہنسانے والا **
سات دن کے بعد ــــــ جہاں بھر کو رلانے والا ***
ایک ــ دو ــ تین! تیری بھوک نہیں مٹ سکتی
تُو تو ڈائن ہے۔ ترے دانت۔ بھیانک آنکھیں
اُف! تری بھوک۔ تری بھوک نہیں مٹ سکتی

---

* ٹیگور ** مرزا عظیم بیگ چغتائی *** فانی بدایونی

(3)

مجھ پہ ناراض نہ ہو ماں! میں ترا بیٹا ہوں
بھول تھی میری کہ میں نے تجھے اتنا کوسا
اور افسوس! مجھے اتنی سمجھ بھی تو نہ تھی
تیرے ہی بیٹے تھے، تو نے ہی جنا تھا اُن کو
تیری ہی آنکھ کے تارے تھے، جگر پارے تھے
دیکھ! وہ تارے ترے جا کے فلک پر چمکے
جگمگا اٹھا فلک اُن کی ضیا باری سے
وقت کی بات تھی، وقت آیا۔ وہ روپوش ہوئے
ماں! ترے بچوں نے دنیا میں بڑا نام کیا
یہی ایک صفتِ دائم و قائم ہے تری
مونگ دلتے رہیں اغیار ترے سینے پر
تیری عصمت تری ناموس پر حملے ہوں، مگر
کوکھ سے تیری جنم لیتے ہیں ایسے بچے
جن کے ہمسایوں کو بھی موت نہیں چھو سکتی

پہلے دو بندوں میں باپ سے رقابت کا اظہار ہوتا ہے۔ بچے کو ماں پر غصہ آ رہا ہے، وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ ماں کا دامن اغیار سے وابستہ سمجھتا ہے اور اُسے ماں کے پسینے سے بوئے غیر آتی ہے۔ وہ بلبلا اُٹھتا ہے اور پکارتا ہے۔ ''تو نجس ہے تیری عصمت تیری غیرت کیا ہے؟''

یہاں سے وہ پلٹا کھاتا ہے اس کا ضمیر (Super-Ego) اُسے ملامت کرتا ہے اور اُسے ''احساس گناہ'' ہوتا ہے۔ اخلاقی معیار، عمرانی تصورات اس پر غالب آ کر اُسے اقرار گناہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور ماں کو مناتا ہے۔ اپنی بھول کا واسطہ دے کر اپنے تئیں بیٹا کہتا ہے۔

اختر شیرانی کی مشہور نظم ''ایک شاعرہ کی شادی پر'' عورت کی دو حیثیتوں کو اُجاگر کرتی ہے۔ وہی عورت جو کبھی ایک مثالی عورت یعنی ماں کا درجہ رکھتی تھی شاعر کی نظروں سے گر جاتی

ہے تو وہ ایک بازاری عورت بلکہ اس سے بھی ذلیل تر ہو جاتی ہے۔ یہ سب کیوں ہوتا ہے۔ اس کا جواب تجزیہ نفس کی روشنی میں یہی دیا جائے گا کہ شاعر کا رویہ ایک لاڈلے بچے کا سا ہے جو اپنی ماں کی محبت میں کسی اور کی شمولیت برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ حد درجہ حاسد اور بدظن ہے...... کسی عورت کے یہ قول کہ "آدمیوں کا بس چلے تو وہ اپنی ماؤں کو دوشیزہ ہی رکھیں" کتنا صحیح ہے۔

ان پہلوؤں کے علاوہ اور بھی دلچسپ پہلو ہیں جن کا مطالعہ فرصت چاہتا ہے، اس پر علیحدہ ایک کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔

ادب کا سرسری جائزہ لیتے ہوئے ہمیں دیو مالا، پریوں اور لوک کہانیوں ایک ذخیرہ ملتا ہے۔ اب تک انہیں بے سروپا باتیں جان کر قابل اعتنا نہیں سمجھا جاتا رہا۔ لیکن اب یہ سارا ذخیرہ بہت قیمتی اور اہم ہے۔ اسی سے ہم انسانیات کے مختلف پہلوؤں کو جان سکتے اور ہر زمانے کے ذہن کو پڑھ سکتے ہیں۔ وہ ساری باتیں جو محیر العقول کہلاتی تھیں اب لاشعور کو سمجھ لینے کے بعد عام باتیں رہ جاتی ہیں۔ بہت سے اشارے جن کا فرد کی زندگی میں سمجھنا محال تھا، دیو مالا اور لوک کہانیوں کے ذریعے آسان ہو گیا ہے۔

دیو مالا، پریوں اور لوک کہانیاں کیا ہیں؟ انسانی تخیل کی پیداوار، اور انسانی تخیل کو سمجھنا تجزیہ نفس کا کام ہے۔ یہ تخیل اس کے سوا اور کچھ نہیں انسانیت کے ابتدائی دور کی تمناؤں اور خوف کا بہروپ ہے۔ یہ بہروپ بالکل ویسا ہی ہے جیسا خوابوں میں ہوتا ہے اور انسانی قوتیں جو زندگی کے صحیح کاموں اور مقاصد میں منتقل نہ ہو سکیں وہ دیو مالا کے ذریعے اپنی آسودگی پانے لگیں اور پریوں کی کہانیاں تو تمناؤں کی آسودگی کی سب سے زیادہ روشن صورت ہے۔

بہت سے مذاہب نے پرانی روایات اور دیو مالاؤں سے اپنے معتقدات لئے ہیں اور انہیں پر زندگی اور بلند اخلاقیاتی قدروں کے حصول کو استوار کیا ہے۔ مصر، یونان اور ہند کے مذاہب میں ان دیو مالاؤں کو بہت زیادہ دخل ہے۔ اُن کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں کنبے کی حقیقت عیاں ہے۔ دیو مالاؤں کے خاندانی جھگڑے بالکل ہماری طرح ہوتے تھے۔ آج بھی دیو مالا کے کردار اب حقیقی انسانوں میں منتقل ہو چکے ہیں۔ وہی تمنائیں اور نا آسودہ خواہشات جو دیو مالا میں موجود تھیں۔ اُن میں پائی جاتی ہیں۔ اِن کہانیوں کا تجزیہ بتاتا ہے کہ ان میں محرمات اور

آ ختگی کا خوف، قتل اور خاندان سے متعلق جنسیت ہوتی ہے۔ دیو مالاؤں میں جنہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ فرد کے خاندان کے افراد کے قائمقام ہوتے ہیں۔

مہذب لوگوں میں اب بھی بہت پرانے توہمات پائے جاتے ہیں۔ نمک کا گرا دینا یا سیڑھی کے نیچے سے گزرنا منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان باتوں میں ضرور کوئی ایسی بات ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمارے ذہن میں اس کام (نمک کا گرانا) اور اس کے منحوس اثر کے متعلق کوئی لاشعوری تصور ہے اور یہ لاشعوری تصور مختلف لوگوں کے نزدیک ایک ہی ہوتا ہے۔ دراصل یہ تصور ایک اشاریہ ہوتا ہے جس کے جان لینے سے توہمات کی حقیقت کو پایا جا سکتا ہے۔ بعض باتوں کو ہم خوش بختی سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض کو نحوست سے اور کئی بار ایک ہی بات ایک کے لئے نحوست ہوتی ہے اور دوسرے کے لئے خوش بختی۔ صرف وقت اور مقام کا فرق ہوتا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ لاشعوری فعل جسے شعوری فعل سے متعلق کیا جاتا ہے وہ درحقیقت کوئی ممنوع لذت ہوتی ہے اور نحوست لاشعوری طور پر اس لذت کے حاصل کرنے کی کوشش کی سزا اسی طرح خوش بختی اس لذت کا حصول ہے جو بلا سزا کے میسر آ جاتی ہے۔ نحوست کو دور کرنے کا ''اُپائے'' بھی تجویز کیا جاتا ہے۔ مثلاً صندل کی لکڑی کو چھونا تیل دان کرنا وغیرہ۔ لوگ بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لئے اُن کے گلے میں ''نظر بٹو'' باندھ دیتے ہیں۔ یہ اُپائے خود ایک اشاریہ ہوتا ہے۔

توہمات میں احساس گناہ، سزا کا خوف، ناآسودہ خواہشات ہی ہوتی ہیں اور ان سب کا تعلق لاشعور ہے۔ جب توہمات کو زیادہ کریدا جائے تو اُن کی تہ میں لاشعور ہی کارفرما نظر آئے گا۔

توہم پرستی سے بعض مذہبی عقائد کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے۔

مذہب کی تاریخ میں سحر (جادو) کا عنصر بھی کافی ملتا ہے۔ اِس زمانے میں بھی کئی مذہبی رسومات اُسی سحر کی یادگار ہیں۔ مذہبی عقائد کی ابتدا تو وقت کے دھندلکے میں گم ہوگئی ہے اب جو کچھ پتہ چلا ہے وہ وحشی اقوام، صنمیات، اساطیر اور بشریات کے مواد سے ملا ہے۔ انسانی محرکات وہ اچھے ہوں یا برے ان کا تعلق بیرونی واردات سے رہا ہے چنانچہ طوفان، ہوائیں، سمندر کے مدوجزر بارش، بجلی، گرج وغیرہم مذہبی معتقدات پر اثر انداز نظر آتے ہیں۔ ان کی

روک تھام کے لئے سحر کا عمل پیدا ہوا۔ جمادات میں روح پر یقین رکھنے والے لوگوں نے پہاڑ، زمین، سمندر، ہواؤں وغیرہ کو ساری انسانی صفات سے سرفراز کر دیا۔ ان کا یہ ذہنی عمل تظلیل (Projection) تھا۔ اسی سے خیالات اور مقاصد لاشعور سے اُبھرے اور یہ روحیں دیوی دیوتا بن گئیں۔ یہ کبھی فائدہ بخش ہوتے اور کبھی ضرر رساں ..... جہاں تک فائدہ بخشی کا تعلق ہے اس کی توضیح یوں کی جائے گی کہ یہ عقیدہ دراصل اسی حفاظت اور توجہ کی طلب ہے جو شفیق ماں باپ سے میسر آتی ہیں۔ یہ کون پسند کرتا ہے کہ اس پر سخت گیری کی جائے اور اخلاقی قیود میں جکڑ دیا جائے۔

اسی عقیدے کے پہلو بہ پہلو ہم ایک اور عقیدہ پاتے ہیں جو اپنے اندر کافی وسعت رکھتا ہے یہ مقامات کے ساتھ تعلق کا عقیدہ ہے جس سے بعض جگہیں مقامات اور علاقے متبرک اور مقدس بن جاتے ہیں۔ ان کی طرف رجوع کرنے کی تمنا کا اظہار بڑی شدت سے کیا جاتا ہے۔ یہ رحم مادر میں واپس جانے کی خواہش ہے۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان مقامات یا جگہوں کی طرف رجوع کیا جائے جو تخیلی ہیں یا اُن کو آسمانوں میں بتایا جاتا ہے۔ جہاں معتقدین کے آباواجداد بستے ہیں۔ جن سے مختلف قومیں موسوم ہیں اور اُن پر اُن کا اختیار خیال کیا جاتا ہے۔ توتم پرستی (Totemism) قدیم مذاہب میں سے ہے۔ جس میں ایک خاص قبیلے کے لوگ اپنے آباؤ اجداد کو کسی مخصوص جانور سے مناسبت دے لیتے ہیں اور پھر اس جانور کی طرف ان کا خاص رویہ ہو جاتا ہے وہ اُسے حرام سمجھتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ ایک طرف ایسے جانور کو ہاتھ لگانا گناہ ہوتا ہے اور دوسری طرف خاص خاص مذہبی تقاریب کے موقعوں پر ان جانوروں کو ذبح کر کے انہیں اُسی کنبے کے لوگ کھاتے ہیں۔

دیوی دیوتا کی پرستش کا عقیدہ بہت قدیم زمانے سے چلا آتا ہے اور اس کا تعلق ہمیشہ سے حیات جاوداں اور اس پر ایمان لانے سے رہا ہے۔ قدیم زمانے کا انسان لاکھوں برس پہلے یہ عقیدہ رکھتا تھا۔ قبر میں دفناتے وقت جو رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ ان سے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ ابدی زندگی کے نظریے کی ہمہ گیری سے تناسخ اور حیات بعد الممات کے نظریات نے جنم لیا۔ یہ دوبارہ پیدائش کیا ہے؟ مردہ انسان کا پھر مختلف خلاؤں میں لوٹنا جو رحم مادر کے اشارات

(Symbols) ہیں۔ اس سے صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ دیوی ماتا کی پوجا کیوں کی جاتی ہے۔
حیاتِ ابدی کی نفسی تحلیل ہمیں بتاتی ہے کہ یہ خواہش دراصل موت سے دہشت ہے جس کا انحصار اس خوف پر ہوتا ہے جو جنس کی ناآسودگی سے پیدا ہوتا اور آختگی (Castration) کا خوف کہلاتا ہے۔ تحلیل نفسی کی تحقیقات سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ یہ آختگی کا خوف لاشعور سے متعلق ہو جاتا ہے اور موت کے خیال کے علاوہ یہ پیدائش سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ دوبارہ پیدائش کا تصور موت کے خوف کا ایک مکمل بدل ہے۔ آخروی نجات، موت کے بعد زندگی ایک ابدی حیات یہ سب تخلیقات اعلیٰ مذاہب میں موجود ہیں جنت میں نیکوں کو اطمینان اور عافیت میسر آنے کا تصور اس سارے نظریئے میں سب سے اہم ہے۔ وہاں سکون ہوگا نعمتیں ہوں گی اور نیک بندے ہر دکھ درد سے محفوظ رہیں گے۔ یہ عافیت اور مسرت پانے کا ایک ہی ذریعہ ہے وہ ہے محبت، انسان کی محبت جس کے جواب میں آسمانی باپ بھی اپنے ''بیٹوں'' سے محبت کرتا ہے اور اُن کے گناہوں کو بخش دیتا ہے...... آسمانی باپ کبھی ایک ہوتا ہے اور کبھی کئی دیوتا!

خدا کو باپ کہنا نفسیاتی حقیقت ہے۔ کوئی پکا دہریہ ہو یا خدا کا پرستار ان دونوں کے عقائد کی تہ میں بچپن کا وہ تعلق کارفرما نظر آتا ہے جو انہیں اپنے زمینی باپ سے تھا بچپن کی نشوونما کے دوران میں چند مقامات ایسے آتے ہیں۔ جب بچہ اپنے باپ کو ''قادر مطلق'' ''ہمہ دان'' اور اخلاق کا مکمل نمونہ سمجھتا ہے۔ پھر جوں جوں اُسے اپنے باپ میں کمیاں نظر آتی ہیں اور بعض ایسے دباؤ رونما ہوتے ہیں جو باپ کے تصور سے تعلق رکھتے ہیں تو اس کا یقین باپ کی برتری سے ہٹ کر ایک اور ان دیکھی ذات پر مرکوز ہونے لگتا ہے۔ جس میں ساری صفات موجود ہیں۔ یہیں سے خدا کے باپ ہونے کا تصور پیدا ہوا ہے۔

جب ہم تاریخی شہادت کی روشنی میں اس تصور کا زیادہ عمیق جائزہ لیتے ہیں تو خدا اور باپ کی مناسبت کی اور بھی تصدیق ہوتی ہے۔ مذہبیات کی زبان میں بھی یہ نسبت موجود ہے۔ اُس کے ارضی نائبین کو بھی یہی نسبت دی جاتی ہے۔ انگریزی میں باپ (Papa) ہے۔ مذہبی راہنماؤں کے نام اسی سے پوپ (Popa) اور پادری (Padri) (پدر سے) بنے ہیں۔ یہ فہرست تلاش سے اور طویل ہو سکتی ہے۔

زمانے اور حالات کے مطابق جس طرح باپ کا رویہ اولاد سے ہوتا ہے۔ بالکل اُسی طرح اس زمانے میں خدا کو بھی انہیں صفات کا حامل قرار دیا جاتا ہے۔ بعض مذاہب میں (اس کی ایک مثال کنفیوشش کا مذہب ہے) اپنے بزرگوں کی پرستش اور الوہیت (Diety) کی پوجا ایک دوسرے کا بدل ہیں۔ بعض مشرقی ممالک اور ہندوستان میں لنگ (Phallus) کی پوجا کی جاتی ہے۔ تحلیل نفسی اس پوجا کی وجہ سے بچے کے ابتدائی ایام کے تجربات بتاتی ہے جب وہ لاشعوری طور پر احترام، عزت، خوف اور تحسین کے سارے محسوسات باپ سے وابستہ کرتا ہے۔ بعض صورتوں میں لنگ کا اشاریہ سانپ اور ایستادہ پتھر ہیں۔

اعلیٰ مذاہب میں الوہیت (Diety) کے تصور سے محبت، عصمت، انصاف اور ایسی دیگر صفات وابستہ ہیں اور اُن صفات سے اُسے مزین کرنے کے لئے کافی کشمکش کا سراغ ملتا ہے۔ عبرانیوں میں یہوداہ کی صفات کا مطالعہ کیجئے۔ اس کی ذات سے بہت سی باتیں متعلق نظر آئیں گی۔ یونانی گناہ کے معاملے میں بہت آزاد نظر آتے ہیں۔ انہوں نے بہت سے جرائم دیوتاؤں سے منسوب کرنے کے باوجود انہیں اپنے مرتبے پر رہنے دیا۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے اگرچہ گناہ کے بارے میں یونانیوں کی طرح ہی محسوس کیا مگر ان سے یہ برداشت نہ ہو سکا کہ وہ اُسے یہوداہ یا آسمانی باپ کے سر تھونپ دیں، اس لئے انہوں نے خدا کا ایک جزو ایجاد کر کے اُسے شیطان کا نام دے دیا اور ساری برائیاں اس کی ذات سے منسوب ہونے لگیں۔ اس کے بعد سے خدا اور شیطان کی طاقتوں میں ایک مسلسل کشمکش نظر آتی ہے۔

تثلیث کا عقیدہ بہت سے مذاہب میں ملتا ہے باپ، ماں اور بیٹا مل کر خدا کا مقام پاتے ہیں۔ اس کی کافی شہادت موجود ہے کہ تثلیث کے معتقدات اور روایات کا انحصار اس لاشعوری کشمکش پر ہے جو ہر گھرانے میں پائی جاتی ہے۔ عیسائیت نے تثلیث میں ماں کی جگہ روح القدس کو دے دی ہے۔ تثلیث کے عقیدے کی تہ میں گناہ کا نظریہ کارفرما ہے۔ ایک خاص معیار تک پہنچنے میں ہر انسان قصوروار ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا اساسی اعتقاد ہے جس کے بغیر تثلیث کا مذہب بے معنی ہو جاتا ہے..... گناہ کیا ہے؟ باپ کی نافرمانی (یا اس کے خلاف بغاوت) ماں کی بے حرمتی۔ یہ دونوں بچپن کی ابتدائی ایڈی پس اُلجھن کے اجزا ہیں۔ تقصیر (Guilt) کا موضوع بہت

اہمیت رکھتا ہے اور تحلیل نفسی اپنی تحقیقات میں اس کی جزویات تک گئی ہے۔ کیونکہ فرد کی شخصیت کے تجزیہ میں یہ اُلجھن بہت اہم ہے۔ نیوراتی مسائل اور تقصیر کی اُلجھنوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا گیا ہے بچوں میں تقصیر کا احساس اور اس کی نارمل نشوونما عنفوان شباب تک جاتی ہے۔ اس اخلاقی (Moral) اور اخلاقیاتی (Ethical) معیاروں کو وابستہ کیا جاتا ہے۔ ان دونوں کے مابین امتیاز ہوسکتا ہے۔ ان میں سے ایک کو جمالیاتی اور سائنٹیفک ضمیر (Conscience) کہا جاتا ہے جو نارمل ضمیر بچپن کی ایڈی پس کشمکش کا وارث ہے۔ بخلاف اس کے عموماً یوں ہوتا ہے کہ بچپن کی ابتدائی نشوونما میں اگر غلطیاں ہوں تو اس سے نارمل ارتقارک جاتا ہے اور اس سے لاشعور میں تقصیر کا شدید احساس پیدا ہوتا ہے جو اپنی نوعیت کی وجہ سے بچپن سے تعلق رکھتا اور غیر معقول ہوتا ہے۔ اس کے اثرات مریضانہ ہوتے ہیں۔ مذہب جسے گناہ کہتا ہے اس کا تعلق مذکورہ بالا تقصیر کے دونوں پہلوؤں سے کیا ہے؟ یہ ایک اہم سوال ہے اور اس کا جواب طوالت چاہتا ہے۔ یہاں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ مذہبی احساس کے ساتھ روحانی قدریں وابستہ ہو جاتی ہیں۔ معتقدات کی اہمیت اس حقیقت سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس سے انسانی ذہن کی عمیق ترین خواہشات پوری ہوتی ہیں اور لاشعور کا اخلاقی تناؤ کچھ آسودگی پاتا ہے۔ اس لئے یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے اگر لوگ اپنے مذہبی اعتقادات کو زندگی کی سب سے قیمتی چیز خیال کریں۔

اعلیٰ مذاہب میں باپ سے صلح جوئی کے سلسلے میں جو مختلف اُلجھاؤ رونما ہوتے ہیں ان کی کافی اہمیت ہے۔ یہ صلح جوئی کیا ہے؟ ایڈی پس اُلجھن کی تہ میں دبے ہوئے برے خیالات (باپ کا قتل اور نافرمائی اور ترویج محرمات) سے بخشش چاہنا اور مصالحت کرنا ہے۔ یہ دو طرح سے ہوتا ہے اور اسی وجہ سے ہمیں دو قسم کے مذاہب ملتے ہیں۔ ایک کو "مذہب باپ" (Father Religion) کہہ سکتے ہیں اور دوسرے کو "مذہب بیٹا" (Son Religion) پہلی قسم میں توحید پرستی والے مذہب آتے ہیں۔ یہودیوں میں عقیدہ مسلسل چلا آتا ہے اور وہ اس مذہب کے راہ رووں میں سے ہیں۔ یہاں صرف باپ کارفرما ہے اور اسی کی ذات سے ساری باتیں بلاواسطہ تعلق رکھتی ہیں۔ دعا اور اوامر عشرہ (Jen Comm and Ments) اس کا ذریعہ ہیں۔ دوسری قسم میں عیسائیت کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ جس میں مختار کل خدا اور انسان کے درمیان ایک اور واسطہ

بھی ہے اور یہ ہے خدا کا بیٹا۔ بیٹے نے انسانیت کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا۔ اس نے "باپ خدا" کے غصے کے لئے اپنی قربانی دی اور یوں اس نے ساری انسانیت کے لئے جس کی وہ نمائندگی کرتا ہے مغفرت، مصالحت اور محبت حاصل کر لی۔ اس مکتی کا اثر یہ ہے کہ ایک طرف تو گناہگار اپنے تیئں "خداوند بیٹے" ایسا خیال کرتا ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے اور دوسری طرف اپنے ایسے تمام ہم عقیدہ لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ انہیں اپنے ایسا سمجھتا ہے۔ اس سے گویا گھریلو ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ اور یوں ہر قسم کا حسد، رقابت اور مخاصمت جو گھر کی زندگی میں (باپ اور ماں کے درمیان) پوشیدہ ہوتی ہے مٹ جاتی ہے۔

دنیا کے سارے مذاہب میں دو متضاد رجحانات مسلسل ملتے ہیں۔ ایک کے ذریعے "برے" ہیجانات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ ہر زمانے میں ہمیں محرمات ملتے ہیں جو اس زمانے کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس رجحان کے پیش نظر یہ کہا جائے گا کہ یہاں مذہب کا کام بالکل وہی ہے جو فرد کی ذہنی زندگی میں "سوپر ایغو" یا ایغو آئیڈیل کا ہوتا ہے۔ فرد میں ایغو آئیڈیل اس کا اپنا باپ ہے اور مذہب میں آسمانی باپ۔۔۔ دوسری طرف مذہب کے ذریعے ان مختلف انواع کے رجحانات کی آسودگی ہوتی ہے جو عملی یا اخلاقی وجوہ کے باعث زندگی میں نہیں ہو سکتی۔ اب یہ بات مسلمہ ہے کہ مذہبی احساسات کے سرچشموں میں سے جنس سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس کا بین ثبوت ان ادنیٰ قسم کے مذاہب کی رسومات میں ملتا ہے جو یورپ اور امریکہ میں پائے گئے ہیں۔ اعلیٰ قسم کے مذاہب میں بھی یہ کارفرما ہے مگر مختلف روپ میں یہاں پردے زیادہ بھاری ہیں۔ اس کی مثالیں (Black Moss) اور قرون اولیٰ کی (Feast of Fools) ہیں۔ جب ہم مختلف مذہبی رسومات اور احساسات کے مظاہر کا گہرا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں ان کی تہ میں دبی ہوئی جنسی خواہشات نہایت شدت سے کارفرما نظر آتی ہیں۔ یہ خواہشات بچپن کے زمانے سے تعلق رکھتی ہیں ان میں تزویج محرمات ہم جنس پرستی کے جذبات ہوتے ہیں۔ مذہب کے ذریعے یہ دبی ہوئی خواہشات ارتفاع کا روپ بدل کر آسودگی حاصل کرتی ہیں۔ دیومالا میں یہی ارتفاع ہے جس کے ذریعے لوگ اپنے تیئں دیوتاؤں سے مطابقت (Identification) دے کر اور اپنی دبی ہوئی خواہشات اُن پر پروجیکٹ کر کے آسودگی پاتے تھے۔ یہ آسودگی ہر مذہب میں موجود ہے خواہ

زمینی دیوتاؤں ہوں یا سماوی ہستیاں......

اب ہم دو مذہبی گروہوں کا ذکر کریں گے، ان میں سے ایک ہے جو اس دنیا کی ساری لذات اور مسرتوں کو خود بھی ترک کر دیتا ہے اور دوسروں پر بھی قیود لگاتا ہے اور جو ان قیود کو نہ مانے اُسے سزا اور عذاب دیا جاتا ہے۔ دوسری قسم کے گروہ میں ارتفاع کے ذریعے وحشی زمانے کی جبلتوں کی آسودگی کے لئے ایک راستہ ملتا ہے۔ اس گروہ میں وہ لوگ آتے ہیں جو دوسروں کی بھلائی کے کام محتاجوں کی امداد اور محبت اور پیار کے دوسرے اعمال کرتے نظر آتے ہیں۔ یہی دو رجحانات ہیں جن کی وجہ سے ایک طرف مذہبی تاریخ میں خون کی ندیاں، تڑپتی لاشیں، بلکتے بچے اور مجروح عورتیں ہیں۔ مذہب کے نام پر خانہ جنگی ہے۔ عقیدے کے معمولی اختلاف پر عذاب دیا جاتا ہے اور دوسری طرف انسانیت سے ہمدردی بھائی چارہ اور محبت نمایاں ہے۔ یہ دونوں پہلو درست ہیں کیونکہ مذہب کی اساس ہی دوگونا فطرت پر ہے۔ مذہب کشمکش سے پیدا ہوا ہے اور اس لئے وہ کشمکش پر زندہ رہے گا اور یہ کشمکش وہی ہے جو بچے کی ابتدائی زندگی میں ہوتی ہے۔

............☆☆☆............